موسوعة الأحاديث النبوية

«المنتقى من موسوعة الأحاديث النبوية»

(حدیث نبوی انسائیکلوپیڈیا کا منتخب مجموعہ)

المنتقى من موسوعة الأحاديث النبوية

Urdu | أردو

ⓒ جمعية خدمة المحتوى الإسلامي باللغات ، ١٤٤٦هـ

جمعية خدمة المحتوى الإسلامي باللغات
المنتقى من موسوعة الأحاديث النبوية - أردو. / جمعية خدمة
المحتوى الإسلامي باللغات - ط١. .- الرياض ، ١٤٤٦هـ

٤٨٦ ص ؛ ..سم

رقم الإيداع: ١٤٤٦/٢٠١٠٣
ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٨٥٣٤-٧٩-٣

Partners in Implementation

Content Association | Rowad Translation | Rabwah Association | IslamHouse

This publication may be printed and disseminated by any means provided that the source is mentioned and no change is made to the text.

Tel: +966 50 244 7000
info@islamiccontent.org
Riyadh 13245- 2836
www.islamhouse.com

المنتقى

من

موسوعة الأحاديث النبوية

اللغة الأوردية

إعداد القسم العلمي

جمعية خدمة المحتوى
الإسلامي باللغات

جمعية الدعوة
وتوعية الجاليات بالربوة

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلم على نبينا محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ بندہ مسلم پر جس چیز کا اہتمام کرنا واجب ہے وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مطالعہ ٗ اس پر غور وفکر ٗ اس کا علم اور اس پر عمل۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس پر قائم رہو تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے ٗ وہ ہے: اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت"۔ (اسے امام مالک نے روایت کیا ہے) ٗ اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: "اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ"۔ [سورہ حشر: ۷) اسی لیے جمعیۃ خدمۃ المحتوی الإسلامی باللغات اور جمعیۃ الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات ٗ ربوہ نے حدیث نبوی انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے اور مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ کرنے کا عزم کیا۔

اللہ عزیز وبرتر نے یہ میسر کیا کہ اس انسائیکلوپیڈیا سے ایسی احادیث منتخب کی جائیں جن کی ایک مسلمان کو دینی ودنیاوی معاملات میں حاجت ہوتی ہے ٗ ساتھ ہی ان احادیث کی مختصر شرح بھی بیان کر دی جائے ٗ ان کے معانی اور دلالت پر روشنی ڈالی جائے ٗ ان سے مستنبط بعض فوائد ذکر کر دیے جائیں اور انہیں اس کتاب کی شکل میں منظر عام پر لایا جائے جس کا نام ہے: «المنتقى من موسوعة الأحاديث النبوية» (حدیث نبوی انسائیکلوپیڈیا کا منتخب مجموعہ) دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں اس کا ترجمہ جاری وساری ہے تاکہ اس کے مشتملات سے استفادہ کا دائرہ عام ہو سکے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں تک ان کی زبانوں میں پہنچایا جا سکے۔

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اس عمل کو شرف قبولیت سے نوازے ٗ اسے مبارک عمل بنائے ٗ اسے اپنی رضا کے لیے خالص کر لے اور اسے تیار کرنے اور اس کے ترجمہ واشاعت میں حصہ لینے والے ہر فرد کو جزائے خیر سے نوازے۔ درود وسلام نازل ہو ہمارے نبی محمد پر (صلی اللہ علیہ وسلم)

***

(١) – عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ».

وفي لفظ للبخاري: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى».

[صحيح] - [متفق عليه]

(١)–عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی ملے گا، جس کی اس نے نیت کی۔ چنانچہ جس کی ہجرت اللہ تعالی اور اس کے رسول کے لیے ہو، تو اس کی ہجرت اللہ تعالی اور اس کے رسول کے لیے ہے اور جس کی ہجرت حصول دنیا کے لیے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہو، تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لیے ہے، جس کے لیے اس نے ہجرت کی"۔ جب کہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے: "اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی ملے گا، جس کی اس نے نیت کی۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ سارے اعمال کا اعتبار نیت کی بنیاد پر ہے۔ یہ حکم عبادات اور معاملات جیسے سبھی اعمال کے لیے عام ہے۔ جو شخص کسی منفعت کے پیش نظر کوئی کام کرے گا، اسے ثواب نہیں، بلکہ بس وہی منفعت حاصل ہوگی اور جو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرے گا، اسے اپنے عمل کا ثواب ملے گا، چاہے وہ عمل کھانے اور پینے جیسا معمول کے مطابق کیا جانے والا کام ہی کیوں نہ ہو۔

پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال پر نیت کے اثر کو بیان کرنے کے لیے ایک مثال پیش کی، جس میں ہم دیکھتے ہیں کہ عمل کی ظاہری شکل ایک ہونے کے باوجود ملنے والا نتیجہ الگ الگ ہے۔ آپ نے بتایا کہ جس نے ہجرت اور اپنا وطن چھوڑنے کے پیچھے نیت یہ رکھی کہ اللہ کی خوش نودی حاصل ہو جائے، اس کی ہجرت دینی ہجرت ہے اور اسے اس کی صحیح نیت کی وجہ سے ثواب ملے گا۔ اس کے برخلاف جس نے ہجرت کرتے وقت دنیوی منفعت، جیسے مال و دولت، عہدہ و منصب، تجارت اور شادی وغیرہ کو پیش نظر رکھا، اسے بس وہی منفعت حاصل ہو گی، جسے حاصل کرنے کی اس نے نیت کی تھی۔ اجر و ثواب اور نیکی اس کے حصے میں نہیں آئے گی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اخلاص کی ترغیب، کیوں کہ اللہ بس اسی عمل کو قبول کرتا ہے، جسے اس کی خوش نودی حاصل کرنے کے مقصد سے کیا گیا ہو۔

۲. جن اعمال کے ذریعے اللہ عز و جل کا تقرب حاصل کیا جا سکتا ہے، ان کو اگر کوئی شخص عادت کے طور پر کرتا ہے، تو اسے ان کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ ان کا اجر و ثواب اسی وقت ملے گا، جب ان کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔

(٤٥٦٠)

(٢) – عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ» متفق عليه.

ولمسلم: «مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢)–عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی، جو اس کا حصہ نہیں ہے، تو وہ قابل قبول نہیں ہے“۔

ایک اور روایت میں ہے: ”جس نے کوئی ایسا عمل کیا، جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں ہے، تو وہ قابل قبول نہیں ہے“۔ [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جس نے دین کے اندر ایسی کوئی نئی چیز ایجاد کی یا ایسا کوئی نیا کام کیا، جو قرآن اور حدیث سے ثابت نہ ہو، تو اسے اسی کے منہ پر مار دیا جائے گا اور اللہ کے یہاں قبول نہیں کیا جائے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. عبادتوں کی بنیاد قرآن اور حدیث ہے۔ لہذا ہم اللہ کی عبادت قرآن اور حدیث کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہی کریں گے۔ بدعتوں اور عبادت کی نت نئی شکلوں سے ہر حال میں دور رہیں گے۔

٢. دین کی بنیاد رائے اور استحسان پر نہیں ہے۔ دین کی بنیاد اتباع رسول پر ہے۔

٣. یہ حدیث دین کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔

٤. بدعت ہر اس عقیدہ، قول یا عمل کو کہتے ہیں، جسے دین کے ایک جزء کے طور پر ایجاد کیا گیا ہو اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے زمانے میں موجود نہ رہا ہو۔

٥. یہ حدیث اسلام کے ایک اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اعمال کے میزان کی طرح ہے۔ جس طرح جب کسی عمل کا مقصد اللہ کی رضامندی کا حصول نہ ہو، تو کرنے والے کو اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا، اسی طرح جو عمل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق نہ کیا جائے، اسے کرنے والے کے منہ پر مار دیا جاتا ہے۔

٦. منع صرف ان نئی چیزوں سے کیا گیا ہے، جن کا تعلق دین سے ہو، ان سے نہیں، جن کا تعلق دنیا سے ہو۔

(٤٧٩٢)

(٣) – عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا» قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ، يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ» قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ» قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: «مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ» قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتِهَا، قَالَ: «أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ» قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي: «يَا عُمَرُ، أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟» قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣)– عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ

کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت کالے تھے۔ اس پر سفر کے آثار بھی نہیں دکھائی دے رہے تھے اور ہم میں سے کوئی اسے جانتا بھی نہیں تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر بیٹھا۔ اپنے گھٹنے کو آپ کے گھٹنے سے لگالیا اور اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر رکھی۔ پھر بولا: اے محمد (ﷺ)! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر اللہ کے گھر تک جانے کی استطاعت ہو، تو اس کا حج کرو۔" یہ سن کر وہ بولا: آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ وہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور پھر خود آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر بولا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور ہر اچھی و بری تقدیر پر ایمان لاؤ"۔ وہ بولا: آپ نے سچ فرمایا۔ پھر بولا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی عبادت اس طرح کرو، گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو، تو وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے"۔ وہ کہنے لگا: اب مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس سے سوال کیا جارہا ہے، وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا"۔ اس نے کہا: اچھا تو مجھے اس کی نشانیاں بتائیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "(نشانیاں یہ ہیں کہ) لونڈی اپنی مالکن کو جنے گی۔ تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن، مفلس اور بکریاں چرانے والے لوگ محلات بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کیا کریں گے"۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ میں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ پوچھنے والا کون تھا؟" میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ جبریل (علیہ السلام) تھے۔ وہ

تمھیں تمھارے دین کے معاملات سکھانے آئے تھے"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بتا رہے ہیں کہ جبریل علیہ السلام صحابۂ کرام کے پاس ایک اجنبی شخص کی شکل اختیار کر کے آئے۔ ان کے کچھ صفات اس طرح تھے کہ ان کے کپڑے بہت زیادہ سفید اور بال بہت زیادہ کالے تھے۔ ان کے جسم پر سفر کا کوئی اثر، جیسے تھکاوٹ، دھول مٹی، بالوں کا بکھرا ہوا ہونا اور کپڑوں کا میلا کچیلا ہونا وغیرہ نہیں دکھ رہا تھا۔ وہاں موجود کوئی شخص ان کو پہچان بھی نہیں پا رہا تھا۔ اس وقت صحابہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے سامنے ایک طالب علم کی طرح بیٹھ گئے اور اس کے بعد آپ سے اسلام کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے جو جواب دیا، اس میں دونوں گواہیوں کا اقرار، پانچ وقتوں کی نمازیں قائم کرنا، زکوۃ اس کے حق داروں کو دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور استطاعت رکھنے والے کے لیے کعبہ کا حج کرنا شامل تھا۔

جواب سننے کے بعد سوال کرنے والے نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔ صحابہ کو اس بات کا تعجب ہوا ان کا سوال کرنا یہ دکھاتا ہے کہ وہ جانتے نہیں ہیں، لیکن وہ آپ کی بات کی تصدیق بھی کر رہے ہیں۔

پھر انھوں نے آپ سے ایمان کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے جو جواب دیا، تو اس میں ایمان کے چھ ارکان شامل ہیں، جو کچھ اس طرح ہیں: اللہ کے وجود اور اس کے صفات پر ایمان رکھنا، اسے اپنے افعال، جیسے تخلیق وغیرہ میں اکیلا ماننا اور بس اسی کو عبادت کا حق دار جاننا، اس بات پر ایمان رکھنا کہ فرشتے، جن کو اللہ نے نور سے پیدا کیا ہے، اس کے معزز بندے ہیں، جو اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں، اللہ کی جانب سے رسولوں پر اترنے

والی کتابوں، جیسے قرآن، تورات اور انجیل وغیرہ پر ایمان رکھنا، انسانوں کو اللہ کا دین پہنچانے والے رسولوں، جیسے نوح، ابراہیم، موسی، عیسی اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنا، آخرت کے دن پر ایمان رکھنا، جس میں موت کے بعد کی برزخی زندگی کے ساتھ ساتھ اس بات پر ایمان بھی شامل ہے کہ انسان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا اور حساب وکتاب کے مرحلہ سے گزرنا ہو گا، جس کے بعد اس کا ٹھکانہ یا تو جنت ہو گا یا پھر جہنم اور اخیر میں اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ نے اپنے سابقہ علم اور اپنی حکمت کے مطابق ساری چیزوں کی مقدار مقرر کر کے ان کو لکھ رکھا ہے اور بعد میں وہ ساری چیزیں اللہ کے ارادے سے اور اس کے اندازے کے مطابق ہی سامنے آتی ہیں اور وہی ان کی تخلیق بھی کرتا ہے۔ پھر انھوں نے آپ سے احسان کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے بتایا کہ احسان یہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اس طرح کرے، گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ اس مقام تک نہ پہنچ سکے، تو اللہ کی عبادت یہ سوچ کر کرے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ یہاں پہلا مقام مشاہدے کا ہے، جو کہ سب سے اونچا ہے اور دوسرا مقام مراقبے کا ہے۔

پھر انھوں نے آپ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ قیامت کب آئے گی، یہ بات ان باتوں میں سے ہے، جن کو اللہ نے کسی کو نہیں بتایا ہے۔ لہذا اس کا علم کسی کے پاس نہیں ہے۔ نہ جس سے پوچھا گیا ہے، اس کے پاس اور نہ پوچھنے والے کے پاس۔

بعد ازاں انھوں نے آپ سے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے بتایا کہ اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ باندیوں اور اس کے بطن سے جنم لینے والے بچوں کی بہتات ہو گی یا پھر یہ کہ بچے اپنی ماؤں کی بہت زیادہ نافرمانی کرنے لگیں گے اور ان کے ساتھ باندیوں جیسا سلوک کریں گے۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ آخری زمانے میں بکریوں کے چرواہوں اور فقیروں کے سامنے دنیا کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہ خوب صورت اور مضبوط محلوں کے معاملے میں ایک دوسرے پر فخر کریں

گے۔

اخیر میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ پوچھنے والے جبریل تھے، جو صحابہ کو اسلام سکھانے کے لیے آئے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلی اخلاق کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھل مل کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

٢. سوال کرنے والے کے ساتھ نرمی بھرا برتاؤ کرنا اور اسے اپنے پاس بٹھانا چاہیے، تاکہ وہ بغیر کسی خوف اور تردد کے جو کچھ پوچھنا چاہے، پوچھ سکے۔

٣. استاد کے ساتھ ادب واحترام کا معاملہ کرنا چاہیے۔ ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب کے ساتھ بیٹھ گئے، تاکہ آپ سے علم حاصل کر سکیں۔

٤. اسلام کے پانچ ارکان اور ایمان کی چھ بنیادیں ہیں۔

٥. جب اسلام اور ایمان دونوں الفاظ ایک ساتھ آئیں، تو اسلام کی تفسیر ظاہری چیزوں سے کی جائے گی اور ایمان کی تفسیر باطنی چیزوں سے۔

٦. دین کے مختلف درجات ہیں۔ پہلا درجہ اسلام ہے، دوسرا ایمان ہے اور تیسرا احسان، جو کہ دین کا سب سے اونچا درجہ ہے۔

٧. اصل یہ ہے کہ پوچھنے والے کے پاس جانکاری نہ ہو اور عدم واقفیت کی وجہ سے ہی انسان کسی سے کچھ پوچھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ وہ شخص خود پوچھ بھی رہا تھا اور تصدیق بھی کر رہا تھا۔

٨. آغاز زیادہ اہم سے کر کے کم اہم کی طرف جانا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تفسیر کرتے وقت

آغاز دونوں گواہیوں سے کیا گیا اور ایمان کی تفسیر کرتے وقت آغاز اللہ پر ایمان سے کیا گیا۔

۹. دین کا علم رکھنے والوں سے ایسی چیزوں کے بارے میں پوچھا جا سکتا ہے، جن سے پوچھنے والا واقف ہو، تاکہ دوسرے لوگ بھی ان چیزوں کو جان جائیں۔

۱۰. قیامت کب آئے گی، اس بات کا علم اللہ نے اپنے پاس رکھا ہے۔

(۴۵۶۳)

(٤) – عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ عُمَر رضي الله عنهما قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ».

[صحيح] - [متفق عليه]

(۴)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، خانۂ کعبہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو پانچ ارکان پر کھڑی ایک عمارت کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اسلام کے باقی کام اس عمارت کے تتمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان پانچ ارکان میں سے پہلا رکن اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ دونوں گواہیاں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں اور ایک ہی رکن کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بندہ ان کو اپنی زبان سے، اللہ کے ایک ہونے اور بس اسی کے عبادت کا حق دار

ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے، ان کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے، محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے رسول ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اور آپ کی اتباع کرتے ہوئے، ادا کرے گا۔ دوسرا رکن نماز قائم کرنا ہے۔ دن اور رات میں پانچ فرض نمازیں ہیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا۔ ان پانچ نمازوں کو ان کی شرطوں، ارکان اور واجبات کے ساتھ ادا کیا جائے گا۔ تیسرا رکن فرض زکاۃ دینا ہے۔ دراصل زکاۃ ایک مالی عبادت ہے، جو شریعت کی جانب سے مال کی ایک متعینہ مقدار پر واجب ہوتی ہے اور جسے اس کے حق داروں کو دیا جاتا ہے۔ چوتھا رکن حج ہے۔ حج دراصل اللہ کی عبادت کے طور پر مناسک کی ادائیگی کے لیے مکہ کا قصد کرنے کا نام ہے۔ پانچواں رکن رمضان کے روزے رکھنا ہے۔ روزہ نام ہے کھانے، پینے اور دیگر روزہ توڑنے والی چیزوں سے فجر طلوع ہونے سے لے کر سورج غروب ہونے تک اللہ کی عبادت کی نیت سے رکے رہنے کا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. دونوں گواہیاں ایک دوسرے کے ساتھ لازمی طور پر جڑی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا جائے، تو دوسری صحیح نہیں ہوگی۔ اسی لیے دونوں کو ایک رکن بنایا گیا ہے۔
٢. یہ دونوں گواہیاں دین کی بنیاد ہیں۔ ان کے بغیر کوئی قول اور عمل قبول نہیں ہوگا۔

(٦٥٠٠٠)

(٥) – عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ، فَقَالَ: «يَا مُعَاذُ، هَلْ تَدْرِي حَقَّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَمَا حَقُّ العِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟»، قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى العِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقَّ العِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلاَ أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ؟ قَالَ: «لَا تُبَشِّرْهُمْ، فَيَتَّكِلُوا». [صحيح] - [متفق عليه]

(۵)– معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اللہ کے نبی ﷺ کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا، جس کا نام عفیر تھا۔ اسی دوران آپ نے فرمایا: ”اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟“ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا ہو، اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہ دے۔“ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ ﷺ! کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں کو اس کی بشارت نہ دو، ورنہ لوگ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ وضاحت فرمائی ہے کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے اور اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے۔ بندوں پر اللہ کا حق یہ کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ جب کہ اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے ان موحد بندوں کو عذاب نہ دے، جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ

کے رسول! کیا میں لوگوں کو خوش خبری نہ دے دوں، تاکہ وہ اس فضل و کرم کو جان کر خوش ہو سکیں؟ لیکن آپ نے انھیں ایسا کرنے سے منع کر دیا، اس خوف سے کہ کہیں لوگ اس پر توکل کر کے بیٹھ نہ رہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اللہ تعالی کے اس حق کی وضاحت جو اللہ نے اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے۔ وہ حق یہ ہے کہ بندے اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

۲. اللہ تعالی پر بندوں کے اس حق کی وضاحت، جو اللہ نے اپنے فضل و انعام کے طور پر اپنی ذات پر واجب کیا ہے۔ وہ حق یہ ہے کہ اللہ انہیں جنت میں داخل کرے اور عذاب سے محفوظ رکھے۔

۳. اس حدیث میں ان موحد بندوں کے لیے بڑی عظیم بشارت ہے، جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے کہ ان کی جائے قرار جنت ہے۔

۴. معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی موت سے قبل یہ حدیث اس خوف سے بیان کر دی کہ کہیں وہ کتمان علم کے جرم میں نہ مبتلا ہو جائیں۔

۵. اس بات کی تنبیہ کہ کچھ احادیث کچھ لوگوں کے سامنے بیان نہ کی جائیں، اس خوف سے کہ کہیں وہ ان کے معانی کا ادراک نہ کر سکیں۔ لیکن یہ بات ان احادیث کے ساتھ خاص ہے جو نہ تو کسی عمل پر مشتمل ہیں اور نہ ان میں شریعت کی حدود بیان کی گئی ہیں۔

٦. گناہ گار موحد بندے اللہ کی مشیت کے ماتحت ہوں گے۔ اگر اللہ چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو انہیں معاف کر دے گا اور بالآخر جنت میں داخل کرے گا۔

(٦٥٠٠٧)

(٦) – عن أنس بن مالك رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ: «يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ»، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ

وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «يَا مُعَاذُ»، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ، ثَلَاثًا، قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟ قَالَ: «إِذًا يَتَّكِلُوا». وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا. [صحيح] - [متفق عليه]

(٦)- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے، جب کہ معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، فرمایا: "اے معاذ!" انھوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: "اے معاذ!" انھوں نے جواب دیا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے اس طرح تین بار خطاب کیا۔ پھر فرمایا: ”جو بندہ سچے دل سے یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، اسے اللہ جہنم پر حرام کر دیتا ہے“۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو اس کی اطلاع نہ دے دوں، تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تب وہ اسی پر بھروسہ کر لیں گے“۔ چنانچہ معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت (کتمانِ علم کے) گناہ سے بچنے کے لیے اس حدیث کو بیان کر دیا۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ان کا نام لے کر تین بار کہا: اے معاذ! آپ کے ان کو تین بار پکارنے کا مقصد دراصل آگے کہی جانے والی بات کی اہمیت کو واضح کرنا تھا۔

چنانچہ ہر بار معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی ہر آواز پر کھڑا ہوں اور اسے اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتا ہوں۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جو بندہ سچے دل سے اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور پھر وہ اسی حالت میں مر جاتا ہے، تو اللہ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔

یہ سننے کے بعد معاذ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ یہ حدیث لوگوں کو سنا دیں، تاکہ لوگوں میں مسرت کی لہر دوڑ جائے۔

لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ جائیں اور عمل کے میدان میں پیچھے رہ جائیں۔

لہذا معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث کسی کو نہیں بتائی۔ موت سے پہلے اس ڈر سے بتا دی کہ کہیں علم چھپانے کا گناہ سر پر لد نہ جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تواضع دیکھیے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا۔

٢. یہاں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم دینے کا ایک طریقہ سامنے آتا ہے کہ آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک سے زیادہ بار پکارا، تاکہ وہ پوری توجہ کے ساتھ آپ کی بات سنیں۔

٣. اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہ ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دینے کی ایک شرط یہ ہے کہ گواہی دینے والا سچے دل اور پورے یقین کے ساتھ گواہی دے۔ اس میں جھوٹ یا شک وشبہ کا شائبہ نہ ہو۔

٤. اہل توحید جہنم کی آگ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ اپنے گناہوں کے سبب اس میں داخل

ہو بھی جائیں، تو پاک صاف ہونے کے بعد وہاں سے نکال لیے جائیں گے۔

۵. سچے دل سے مذکورہ دونوں گواہی دینے والے کی فضیلت۔

۶. بعض حالات میں کسی حدیث کو بیان نہ کرنا بھی جائز ہے، جب اسے بیان کرنے کے نتیجے میں کوئی برائی سامنے آئے۔

(۱۰۰۹۸)

(۷) – عن طارق بن أشيم الأشجعي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۷)-طارق بن اشیم اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جس نے 'لا الہ الا اللہ' کہا اور اللہ کے سوا جن چیزوں کی پوجا کی جاتی ہے، ان کا انکار کیا، تو اس کا مال اور خون حرام ہو گیا اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جس نے اپنی زبان سے گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے اور اللہ کے علاوہ پوجی جانے والی تمام چیزوں کا انکار کیا اور اسلام کے علاوہ تمام ادیان سے اپنی براءت ظاہر کر دی، اس کا مال اور اس کا خون مسلمانوں پر حرام ہو گیا۔ کیوں کہ ہمیں دیکھنا صرف اس کے ظاہری عمل کو ہے۔ چنانچہ نہ تو اس کا مال چھینا جائے گا اور نہ اس کا خون بہایا جائے گا۔ ہاں! اگر وہ کوئی ایسا گناہ یا جرم کر بیٹھے، جس کی بنا پر اسلامی احکام کی رو سے اس کی جان یا اس کا مال حلال ہو جاتا ہو، تو بات الگ ہے۔

جب کہ اس کا حساب قیامت کے دن اللہ لے گا۔ اگر وہ مخلص اور سچا ہے، تو ثواب دے گا اور اگر منافق ہے، تو عذاب دے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا اور اللہ کے علاوہ پوجی جانے والی چیزوں کا انکار کرنا دخول اسلام کے لیے شرط ہے۔
٢. لا الہ الا اللہ کا معنی: اللہ کے علاوہ پوجی جانے والی تمام چیزوں، جیسے بتوں اور قبروں وغیرہ کا انکار کرنا اور بس ایک اللہ کی عبادت کرنا ہے۔
٣. جس نے اللہ کے ایک ہونے کا اقرار کیا اور اسلام کے ظاہری احکام کی پابندی کی، اس سے دست کش رہنا ضروری ہے، جب تک کہ اس کی جانب سے اس کے مخالف رویے کا اظہار نہ ہو۔
٤. مسلمان کی جان، مال اور عزت و آبرو کے ساتھ ناحق چھیڑ چھاڑ حرام ہے۔
٥. دنیا میں ظاہری بنیاد پر اور آخرت میں نیتوں اور مقاصد کی بنیاد پر حکم صادر کیا جائے گا۔

(٦٢٦٥)

(٨) – عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْمُوجِبَتَانِ؟ فَقَالَ: «مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ» [صحيح] - [رواه مسلم]

(٨)- جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ایک آدمی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! واجب کرنے والی دو باتیں کون سی ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ”جو کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرتا ہوا مرا، وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اللہ کے

ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراتے ہوئے مرا، وہ جہنم میں داخل ہو گا۔“ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

ایک شخص نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی دو باتوں کے بارے میں پوچھا، جن میں سے ایک دخول جنت کو واجب کر دیتی ہے اور دوسری دخول جہنم کو واجب کر دیتی ہے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جنت کو واجب کرنے والی بات یہ ہے کہ انسان کی موت اس حال میں ہو کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہو۔ جب کہ جہنم کو واجب کرنے والی بات یہ ہے کہ انسان کی موت اس حال میں ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو۔ چنانچہ اللہ کی الوہیت، اس کی ربوبیت یا اس کے اسماء وصفات میں کسی کو شریک اور ہم مثل قرار دیتا ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس حدیث سے توحید کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایمان کی حالت میں اور کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراتے ہوئے وفات پائے، تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔
٢. نیز شرک کی سنگینی بھی معلوم ہوتی ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہوئے مرے، وہ جہم میں داخل ہو گا۔
٣. گناہ گار موحد بندے اللہ کی مشیت کے ماتحت ہوں گے۔ اگر اللہ چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا پھر ان کی جائے قرار جنت ہو گی۔

(٦٥٠٠٨)

(٩) - عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قال: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم كَلِمَةً وَقُلْتُ أُخْرَى، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: «مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ» وَقُلْتُ أَنَا: مَنْ مَاتَ وَهُوَ لَا يَدْعُو لِلَّهِ نِدًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ. [صحيح] - [متفق عليه]

(٩)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کہی ہے اور میں نے ایک اور بات کہی ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "”جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی پکارتا رہا (اللہ کا شریک و ہمسر ٹھہراتا رہا) ہو، تو وہ جہنم میں داخل گا“۔ جب کہ میں کہتا ہوں: جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارتا رہا ہو، تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ جس نے ایسا کوئی کام اللہ کے سوا کسی اور کے لیے کیا، جسے صرف اللہ کی رضاجوئی کے لیے کیا جانا ضروری ہے، جیسے اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارا یا مصیبت کے وقت فریاد کی اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گیا، تو وہ جہنم میں جانے والوں میں شامل ہو گا۔ جب کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ اضافہ کیا کہ جس شخص کی موت اس حالت میں ہوئی کہ اس نے کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنایا، تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. دعا عبادت ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور سے دعا کرنا جائز نہیں ہے۔
٢. توحید کی فضیلت اور اس بات کی وضاحت کہ جو شخص توحید پر قائم رہتے ہوئے مرا، وہ جنت میں داخل ہو گا۔ حالاں کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے کچھ گناہوں کی وجہ سے اسے کچھ عذاب بھی دیا جائے۔

۳۔ شرک کی خطرناکی اور اس بات کی وضاحت کہ جو شخص شرک کرتا ہوا مرے گا، وہ جہنم میں جائے گا۔

(۳۴۱۹)

(١٠) – عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: «إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۰)–عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: "تم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو۔ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی طرف دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالی نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان جائیں تو پھر انہیں بتلانا کہ اللہ تعالی نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے، جو ان کے مال دار لوگوں سے لے کر انہی میں سے فقیر لوگوں میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان جائیں تو ان کے عمدہ اور قیمتی اموال لینے سے پرہیز کرنا اور مظلوم کی بد دعا سے بچنا، کیوں کہ اس کے اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا"۔[صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو داعی اور معلم کی حیثیت سے یمن کی جانب بھیجا، تو ان سے کہا کہ ان کو ایک عیسائی قوم کا سامنا کرنا ہے، تاکہ وہ اس کے لیے تیار رہیں اور اس کے بعد بتایا کہ ان کو دعوت کے کام کا آغاز کرتے وقت اہم ترین سے اہم کی طرف رخ کرنے کے قاعدے کا دھیان رکھنا چاہیے۔ چنانچہ سب سے پہلے عقیدے کی اصلاح کی دعوت دینی چاہیے یعنی اس بات کی گواہی کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اسی گواہی کے ذریعے وہ اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جب وہ یہ گواہی دے دیں، تو ان کو نماز قائم کرنے کا حکم دیں، کیوں کہ نماز توحید کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے۔ جب نماز قائم کر لیں، تو اس قوم کے مال داروں کو حکم دیں کہ اپنے فقیروں کو اپنے اموال کی زکاۃ دیں۔ اس کے بعد ان کو افضل ترین مال لینے سے منع کیا، کیوں کہ (زکاۃ میں) درمیانے قسم کا مال لینا ہی واجب ہوتا ہے۔ پھر ان کو ظلم سے بچنے کی وصیت کی، تاکہ مظلوم کی بد دعا کا شکار نہ ہونا پڑے، کیوں کہ مظلوم کی بد دعا قبولیت سے سرفراز ہو جاتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اللہ کے علاوہ کسی کے سچے معبود نہ ہونے کی گواہی دینے کے معنی ہیں: ہر قسم کی عبادت کو صرف اللہ کے لیے خاص کرنا اور اس کے علاوہ دوسروں کی عبادت کو مکمل چھوڑ دینا۔

۲. محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دینے کے معنی ہیں، ان پر اور ان کے لائے ہوئے پیغام پر ایمان لانا، ان کی تصدیق کرنا اور اس بات کو ماننا کہ وہ انسانوں کی جانب بھیجے جانے والے آخری رسول ہیں۔

۳. علم رکھنے والے اور شبہات کے شکار شخص کو دعوت دینا جاہل کو دعوت دینے کی طرح

نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: "تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو۔"

۴. اس بات کی اہمیت کہ ایک مسلمان کو اپنے دین کے سلسلے میں بصیرت کا حامل ہونا چاہیے، تاکہ شبہات پیدا کرنے والوں کے شبہات سے بچ سکے۔ اس کے لیے علم طلب کرنا ضروری ہے۔

۵. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہودیوں اور عیسائیوں کا دین باطل ہو گیا اور اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے ان کو قیامت کے دن نجات نہیں مل سکتی۔ نجات پانے کے لیے اسلام میں داخل ہونا اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔

(٣٣٩٠)

(١١) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ؛ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ»». [صحيح] - [رواه البخاري]

(١١)—ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: کسی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ کسے حاصل ہو گی؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اے ابوہریرہ! تمھاری حرصِ حدیث دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ مجھ سے یہ حدیث تم سے پہلے کوئی نہیں پوچھے گا۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہو گی، جس

نے کلمہ «لا إلہ إلا اللہ» خلوص دل سے کہا“۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہوگا، جو خالص دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں ہے اور شرک وریاکاری جیسی چیزوں سے محفوظ رہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آخرت میں شفاعت کا ثبوت اور یہ کہ آپ کی شفاعت صرف موحدین کو حاصل ہوگی۔
٢. آپ کی شفاعت کا مطلب ہے اللہ کے حضور آپ کا اس بات کی سفارش کرنا کہ جو موحد لوگ جہنم کے حق دار بن چکے ہیں، ان کو جہنم میں نہ ڈالا جائے اور جو داخل ہو چکے ہیں، ان کو وہاں سے نکال دیا جائے۔
٣. خالص طور پر اللہ کے لیے کہے گئے کلمۂ توحید کی فضیلت اور اس کا بڑا اثر۔
٤. کلمۂ توحید کو بروئے کار لانے کا مطلب ہے اس کے معنی کو جاننا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا۔
٥. ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کے اندر حصول علم کا شوق۔

(٣٣١٤)

(١٢) - عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ -أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ- شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ».

[صحيح] - [متفق عليه]

(١٢)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”ایمان کی تہتّر سے زیادہ - یا ترسٹھ سے زیادہ - شاخیں ہیں، جن میں سے سب سے افضل شاخ لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کم مرتبہ والی شاخ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے“۔ [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ اعمال، اعتقادات اور اقوال پر مشتمل ایمان کی بہت سی شاخیں ہیں۔

ایمان کی سب سے اعلی و افضل شاخ "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے، اس کے معنی کو جانتے ہوئے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے۔ یعنی بس اللہ ہی ایک اکیلا معبود ہے، جو عبادت کے لائق ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

جب کہ ایمان کا سب سے کم تر عمل راستے سے ہر اس چیز کو ہٹانا ہے، جو لوگوں کی اذیت کا سبب بنے۔

بعد ازاں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ دراصل حیا انسان کا ایک ایسا رویہ ہے، جو اسے اچھا کام کرنے اور برے کام سے دور رہنے پر آمادہ کرتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ایمان کے کئی مراتب ہیں، جن میں سے کچھ مراتب دوسرے مراتب کے مقابلے میں افضل ہیں۔

٢. ایمان قول و عمل اور اعتقاد کا نام ہے۔
٣. اللہ سے حیا کا تقاضا یہ ہے کہ انسان وہاں نظر نہ آئے، جہاں جانے سے اللہ نے منع کیا ہے اور اس جگہ سے غیر حاضر نہ ہو، جہاں جانے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔
٤. یہاں عدد کا ذکر مذکورہ تعداد کی تحدید کے لیے نہیں ہے، بلکہ ایمان کے اعمال کی کثرت کی دلیل ہے۔ کیوں کہ عرب کے لوگ کبھی کبھی کوئی عدد بیان کرتے ہیں اور ماسوا کی نفی مراد نہیں لیتے۔

(٢٣٦٨)

(١٣) - عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قال: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ؟ قَالَ: «أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ» قُلْتُ: إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ؛ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ» قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٣)-عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اللہ کا شریک بنائے، حالاں کہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے"۔ میں نے پوچھا کہ اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو اپنے بچے کو اس ڈر سے مار دے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہو گا"۔ میں نے پوچھا کہ اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے بڑے گناہ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے

فرمایا: سب سے بڑا گناہ شرک اکبر ہے۔ شرک اکبر یہ ہے کہ کسی کو الوہیت، ربوبیت یا اسماوصفات میں اللہ کے جیسامان لیا جائے۔ یہ ایسا گناہ ہے، جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔ اگر انسان یہ گناہ کرتا ہوا مر جائے، تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس کے بعد دوسرا بڑا گناہ اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالنا ہے کہ وہ ساتھ میں کھائے گی۔ ویسے تو کسی بھی انسان کی جان لے لینا حرام ہے، لیکن گناہ اس وقت اور بڑا ہو جاتا ہے، جب مقتول کا قاتل سے رشتہ ہو۔ گناہ اس وقت بھی بڑا ہو جاتا ہے، جب قتل کے پیچھے یہ ڈر چھپا ہوا ہو کہ مقتول اللہ کی دی ہوئی روزی کھانے میں قاتل کے ساتھ شریک ہو جائے گا۔ تیسرا بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کی بیوی کو بہلا پھسلا کر راضی کر لے اور اس کے ساتھ منہ کالا کرے۔ ویسے تو زنا حرام ہے، لیکن اس کا گناہ اس وقت اور بڑھ جاتا ہے، جب زنا پڑوسی کی بیوی کے ساتھ کیا جائے، جس کے ساتھ شریعت نے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. گناہ چھوٹے بڑے ہوتے ہیں، جس طرح کہ اچھے اعمال کی فضیلت میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

۲. سب سے بڑا گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا، پھر ساتھ میں کھانا کھانے کے ڈر سے اولاد کا قتل کرنا اور پھر پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا ہے۔

۳. روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ نے ساری مخلوقات کو روزی دینے کی ذمے داری خود اپنے اوپر لے رکھی ہے۔

۴. پڑوسی کے حق کی اہمیت اور اس بات کی وضاحت کہ پڑوسی کو اذیت دینا دوسرے کو اذیت دینے سے بڑا گناہ ہے۔

۵. صرف خالق ہی عبادت کا حق دار ہے۔ کوئی اور نہیں۔

(٥٣٥٩)

(١٤) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۴)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی کا ارشاد ہے: میں تمام شریکوں سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہوں۔ جو کوئی ایسا عمل کرے، جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرے، میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالی نے فرمایا ہے کہ وہ تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہے۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ جب انسان نیکی کا کوئی کام کرتا ہے اور اسے اللہ اور غیر اللہ دونوں کے لیے کرتا ہے، تو اسے اللہ قبول نہیں کرتا، بلکہ عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارتا ہے۔ اس لیے کوئی بھی کام کرتے وقت خالص اللہ کی رضامندی کا حصول سامنے رکھنا چاہیے، کیوں کہ اللہ اسی عمل کو قبول کرتا ہے، جو خالص اسی کی رضامندی کے حصول کے لیے کیا جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اس میں تمام طرح کے شرک سے متنبہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ شرک عمل کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

۲. اللہ کی بے نیازی اور عظمت کا احساس عمل کے اندر اخلاص پیدا کرنے میں ممد و مددگار ہوتا

ہے۔

(٣٣٤٢)

(١٥) – عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: «مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى». [صحيح] - [رواه البخاري]

(١٥)—ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے، ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔" پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! انکار کرنے والے کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے انکار کیا۔" [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ آپ کی امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے، ان کو چھوڑ کر جنھوں نے جنت میں جانے سے منع کر دیا۔

ایسے میں صحابہ رضی اللہ عنھم نے آپ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! بھلا جنت جانے سے انکار کون کرے گا؟!

آپ نے جواب دیا کہ جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی اطاعت و فرماں برداری کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے نافرمانی کی اور شریعت پر عمل کرنے سے گریز کیا، اس نے دراصل اپنے برے کاموں کے توسط سے جنت میں داخل ہونے سے انکار کیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت کا ایک حصہ ہے اور آپ کی

معصیت اللہ کی معصیت کا ایک حصہ ہے۔

٢. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جنت واجب کرتی ہے اور آپ کی نافرمانی جہنم واجب کرتی ہے۔

٣. اس امت کے فرماں بردار لوگوں کے لیے یہ خوش خبری کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت میں داخل ہونے سے وہی لوگ رہ جائیں گے، جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

٤. اپنی امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور آپ کی یہ حرص کہ لوگ صحیح راستے پر آ جائیں۔

(٤٩٤٧)

(١٦) – عَن عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قال: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ؛ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(١٦)–عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: ”میری تعریف میں ایسے حد سے نہ گزرو، جیسے عیسائی لوگ عیسی ابن مریم (علیہ السلام) کی تعریف میں حد سے گزر گئے۔ میں تو محض اللہ کا بندہ ہوں۔ اس لیے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو“۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعریف میں افراط کے شکار ہونے اور شرعی حد سے آگے بڑھنے، آپ کو اللہ کے اوصاف اور اس کے خاص افعال سے متصف قرار دینے، اللہ کے بارے میں غیب کو جاننے کا دعوی کرنے اور آپ کو اللہ کے ساتھ پکارنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ

نصرانیوں نے عیسی ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ پھر بتایا کہ آپ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہیں اور اس بات کا حکم دیا کہ ہم آپ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اس میں تعظیم اور مدح کے بارے میں شرعی حد سے آگے بڑھنے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ چیز شرک کی جانب لے جاتی ہے۔

۲. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات سے آگاہ کیا تھا، وہ اس امت کے اندر واقع ہو ہی گئی ہے۔ چنانچہ ایک گروہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غلو کا شکار ہو گیا، ایک گروہ اہل بیت کے بارے میں غلو میں پڑ گیا اور ایک گروہ اولیا کے بارے میں غلو میں مبتلا ہو گیا۔ اس طرح یہ سارے لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے۔

۳. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو اللہ کا بندہ بتایا ہے، تاکہ یہ بتا سکیں کہ آپ کی ساری ضرورتیں اللہ پوری کرتا ہے اور آپ کو رب کی کوئی خصوصیت دینا جائز نہیں ہے۔

۴. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو اللہ کا رسول بتایا ہے، تاکہ یہ وضاحت ہو سکے کہ آپ کو اللہ کی جانب سے بھیجا گیا ہے، لہذا آپ کی تصدیق کرنا اور آپ کی اتباع کرنا واجب ہے۔

(٣٤٠٦)

(١٧) – عن أنس رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ».

[صحيح] - [متفق عليه]

(۱۷)- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کے

نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتا رہے ہیں کہ کوئی مسلمان اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں بن سکتا، جب تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی ماں، اپنے باپ، اپنے بیٹے، اپنی بیٹی اور دیگر تمام لوگوں کی محبت سے آگے نہ رکھے۔ اس محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و نصرت کی جائے اور آپ کی معصیت سے گریز کیا جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا اور آپ کی محبت کو دیگر مخلوقات کی محبت سے آگے رکھنا واجب ہے۔
٢. کمال محبت کی علامتوں میں سنت رسول کی نصرت اور اس راہ میں جان ومال کی قربانی دینا بھی داخل ہے۔
٣. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے حکموں کی تعمیل کی جائے، آپ کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کی جائے، آپ کی منع کی ہوئی چیزوں سے دور رہا جائے، آپ کی اتباع کی جائے اور بدعتوں سے اجتناب کیا جائے۔
٤. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تمام لوگوں کے حق سے زیادہ بڑا اور زیادہ اہم ہے۔ کیوں کہ آپ کے ذریعے سے ہی ہمیں گمراہی سے ہدایت ملی اور جہنم سے نجات اور جنت سے سرفرازی کا راستہ ملا۔

(٥٩٥٣)

(١٨) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٨)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں تم بھی مجھے چھوڑے رکھو (اور بے جا سوالات نہ کرو)؛ کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں (غیر ضروری) سوالات کرنے اور اپنے انبیا سے اختلاف کرنے کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ چنانچہ جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم اس سے دوری اختیار کرو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے طاقت بھر بجالاؤ۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرعی احکام کی تین قسمیں ہیں: وہ احکام جن سے خاموشی برتی گئی ہے، نواہی، اوامر۔

جہاں تک پہلی قسم یعنی ان احکام کا تعلق ہے، جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے، کوئی حکم وارد نہیں ہوا ہے، تو یاد رہے کہ اشیا میں اصل عدم وجوب ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس اندیشے کے تحت کہ کہیں وجوب یا تحریم نازل نہ ہو جائے، کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا ضروری تھا، جو سامنے نہ آئی ہو۔ کیوں کہ اللہ نے بندوں پر رحمت کے طور پر اسے چھوڑ رکھا تھا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد سوال اگر فتوی لینے یا دین کے ضروری مسائل کا علم حاصل کرنے کے ارادے سے کیا جائے، تو نہ صرف یہ کہ جائز، بلکہ مامور بہ ہے۔ لیکن سوال اگر تعنت اور تکلف کے طور پر ہو، تو اس حدیث کی رو سے اس طرح کا سوال کرنا منع ہو گا۔ کیوں کہ اس طرح کا

سوال بالآخر اسی طرح کی صورت حال پیدا کر سکتا ہے، جو بنی اسرائیل کے لیے پیدا ہوئی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ ان کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ایسے میں اگر کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے، تو حکم کی تعمیل ہو جاتی، لیکن انھوں نے بال کی کھال نکالنی شروع کی، تو ان کے لیے راہ تنگ ہوتی چلی گئی۔

دوسری قسم منہیات کی ہے۔ یعنی وہ کام جن کے چھوڑنے والے کو ثواب ملے گا اور کرنے والے کو سزا ہوگی۔ لہٰذا اس طرح کے کاموں سے دور رہنا واجب ہے۔

تیسری قسم اوامر کی ہے۔ یعنی وہ کام جن کے کرنے والے کو ثواب ملے گا اور چھوڑنے والے کو سزا۔ اس طرح کے کاموں کو، جب تک قدرت ہو، کرنا واجب ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. انسان کو ایسے کام میں مشغول ہونا چاہیے، جو زیادہ اہم ہو اور جس کی ضرورت ہو۔ ایسے کاموں سے دامن کش رہنا چاہیے، جن کی فی الحال ضرورت نہ ہو۔ اسی طرح جو چیز پیش نہ آئی ہو، اس کے بارے میں مسئلہ بھی نہیں پوچھنا چاہیے۔

٢. مسائل کو پیچیدہ کر دینے والے اور شبہات کا دروازہ کھولنے والے ایسے سوالات کرنا حرام ہے، جو کثرت اختلاف کا سبب بنتے ہوں۔

٣. تمام منہیات کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ انھیں چھوڑنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے نہی عام ہے۔

٤. جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا گیا ہے، انھیں کرنے کا حکم استطاعت کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ کیوں کہ انھیں کرنے میں کبھی مشقت ہوتی ہے یا انہیں کبھی کرنے سے انسان عاجز ہوتا ہے ہے۔

٥. کثرت سوال کی ممانعت۔ علما نے سوال کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی قسم میں دین کے

ضروری مسائل سے جڑے ہوئے ایسے سوالات آتے ہیں، جن کا مقصد سیکھنا ہو۔ اس طرح کا سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صحابہ کے سوالات اسی نوع کے ہوا کرتے تھے۔ دوسری قسم میں ایسے سوالات آتے ہیں، جو تعنت اور تکلف کے طور پر کیے جائیں۔ اس طرح کا سوال کرنا منع ہے۔

٦. اس امّت کو سابقہ قوموں کی طرح اپنے نبی ﷺ کی مخالفت میں پڑنے سے متنبہ کیا گیا ہے۔

٧. کثرت سے غیر ضروری سوال اور انبیا سے اختلاف ہلاکت کا سبب ہے۔ خاص طور سے ان امور سے متعلق، جن تک پہنچنا ممکن نہ ہو۔ جیسے غیب کے مسائل، جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور قیامت کے دن کے احوال۔

٨. مشکل مسائل کے بارے میں پوچھنے کی ممانعت۔ اوزاعی کہتے ہیں: جب اللہ بندے کو علم کی برکت سے محروم کرنا چاہتا ہے، تو اس کی زبان پر بہت ساری غلط باتیں ڈال دیتا ہے۔ اس طرح کے لوگوں کو آپ سب سے کم علم پائیں گے۔ ابن وہب کہتے ہیں: میں نے امام مالک کو کہتے ہوئے سنا: علمی جھگڑے آدمی کے دل سے علم کا نور لے جاتے ہیں۔

(٤٢٩٥)

(١٩) – عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(١٩)–عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ”میری طرف سے لوگوں کو پہنچادو، اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔ بنی اسرائیل سے روایت کرو، ان سے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے“۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے نقل شدہ علم کو پہنچانے کا حکم دے رہے ہیں، چاہے وہ قرآن کی صورت میں ہو یا حدیث کی صورت میں۔ وہ علم کم، مثلا قرآن کی ایک آیت یا ایک حدیث ہی کیوں نہ ہو۔ بس شرط یہ ہے کہ انسان جو کچھ پہنچا رہا ہے اور جس کی دعوت دے رہا ہے، اس کے پاس اس کی جان کاری ہو۔ پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ بنی اسرائیل کے زمانے میں وقوع پزیر ہونے والے ایسے واقعات کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جو ہماری شریعت سے ٹکراتی نہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے سے ڈرایا ہے اور بتایا ہے کہ جس نے آپ کی جانب جان بوجھ کر جھوٹ کی نسبت کی، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کی شریعت کو پہنچانے کی ترغیب اور اس بات کی نشان دہی کہ انسان کی ذمے داری بنتی ہے کہ اس نے جو کچھ یاد کیا ہے اور سمجھ رکھا ہے، اسے دوسروں کو پہنچا دے، چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔
٢. شرعی علم طلب کرنے کا وجوب، تاکہ بندہ اللہ کی عبادت اور اس کی شریعت کی تبلیغ جیسے کام صحیح طریقے سے کر سکے۔
٣. کسی بھی حدیث کو دوسروں تک پہنچانے یا اسے عام کرنے سے پہلے اس کی صحت کا یقین حاصل کر لینا ضروری ہے، تاکہ انسان اس سخت وعید کی چپیٹ میں نہ آ جائے۔
٤. بات کرتے وقت سچ بولنے اور حدیث نقل کرتے وقت احتیاط سے کام لینے کی ترغیب۔ خاص طور سے اللہ کی شریعت کے معاملے میں' تاکہ انسان جھوٹ میں نہ پڑ جائے۔

(٣٦٨٦)

(٢٠) – عن المقدام بن معدِيْكَرِب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَرَّمَ اللهُ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه]

(٢٠)–مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خبر دار رہو! قریب ہے کہ کوئی آدمی اپنے آراستہ تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میری حدیث پہنچے تو کہے: ہمارے اور تمہارے درمیان (فیصلے کی چیز) بس اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں جو چیز ہم حلال پائیں گے اسی کو حلال سمجھیں گے اور اس میں جو چیز حرام پائیں گے اسی کو ہم حرام جانیں گے۔ یاد رکھو! بلاشک وشبہ رسول اللہ ﷺ نے جو چیز حرام قرار دے دی ہے، وہ ویسے ہی حرام ہے، جیسے کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز"۔ [صحيح] - [اسے ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بتایا ہے کہ وہ وقت قریب آ چکا ہے، جب ایسے لوگ ظاہر ہوں گے کہ ان میں سے ایک آدمی اپنی مسند پر بیٹھا ہو گا اور جب اس کے پاس اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچے گی، تو وہ کہے گا کہ تمام معاملات میں ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی چیز قرآن مجید ہے۔ وہی ہمارے لیے کافی ہے۔ ہم اس میں جو چیز حلال پائیں گے، اسی پر عمل کریں گے اور اس میں جو چیز حرام پائیں گے، اسی سے اجتناب کریں گے۔ اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی کہ ہر وہ چیز جسے آپ نے اپنی سنت میں حرام ٹھہرایا یا اس سے منع فرمایا، اس کا بھی حکم وہی ہے، جو حکم قرآن میں اللہ

کی حرام کردہ چیزوں کا ہے، کیوں کہ آپ اپنے رب کی جانب سے دین پہنچانے والے کی حیثیت سے آئے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. حدیث کی تعظیم بھی اسی طرح کی جائے گی جس طرح قرآن کی کی جاتی ہے اور اس پر عمل بھی قرآن ہی طرح کیا جائے گا۔
٢. رسول کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے اور رسول کی نافرمانی دراصل اللہ تعالی کی نافرمانی ہے۔
٣. حدیث کی حجیت کا ثبوت اور احادیث کا رد یا انکار کرنے والے کی تردید۔
٤. جو شخص حدیث سے اعراض کرے اور صرف قرآن پر اکتفا کرنے کا دعوی کرے، وہ در اصل قرآن و حدیث دونوں سے اعراض کرنے والا ہے اور اتباع قرآن کے دعوے میں جھوٹا ہے۔
٥. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آپ نے مستقبل میں کسی چیز کے واقع ہونے کی پیشین گوئی فرمائی اور وہ چیز ہو بہو اسی طرح واقع ہو بھی گئی۔

(٦٥٠٠٥)

(٢١) – عن عائشة أم المؤمنين وعبد الله بن عباس رضي الله عنهما قالا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ: «لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى اليَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ» يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا. [صحيح] - [متفق عليه]

(٢١)– عائشہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، دونوں کہتے ہیں: جب اللہ کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی وفات کا وقت آیا، تو آپ اپنی ایک چادر اپنے چہرے پر ڈالنے لگے اور جب اس سے منہ

ڈھک جانے کی وجہ سے دم گھٹنے لگتا، تو اسے اپنے چہرے سے ہٹا دیتے۔ اسی (بے چینی) کی حالت میں آپ نے فرمایا: "یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنالیا"۔ (راوی کہتے ہیں کہ) آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنی امت کو یہود و نصاریٰ کے عمل سے خبر دار کر رہے تھے۔ [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

عائشہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بتا رہے ہیں کہ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے انتقال کا وقت آیا، تو آپ اپنے چہرے پر کپڑے کا ایک ٹکڑا رکھنے لگے۔ پھر جب موت کی تکلیفوں کی وجہ سے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی، تو اسے اپنے چہرے سے ہٹا دیا۔ پھر اسی مشکل حالت میں آپ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو یہودیوں اور عیسائیوں پر۔ یعنی اللہ ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے۔ ایسا اس لیے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کے اوپر مسجدیں بنا ڈالیں۔ یہاں یہ یاد رہے کہ اگر قبروں کے اوپر مسجد تعمیر کرنے کا مسئلہ ایک سنگین مسئلہ نہ ہوتا، تو آپ اس مشکل گھڑی میں اس کا ذکر نہ کرتے۔ اس مسئلے کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے ہی آپ نے اپنی امت کو یہودیوں اور عیسائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس طرح کا کام کرنے سے منع کیا ہے۔ اس کام سے منع کرنے کی ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے شرک کے دروازے کھلتے ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. نبیوں اور اللہ کے نیک بندوں کی قبروں کو مسجد بنا کر ان کے اندر اللہ کے لیے نماز پڑھنا منع ہے، کیوں کہ یہ شرک کے دروازے اور وسائل ہیں۔

۲. توحید پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی پوری توجہ اور قبروں کی تعظیم سے آپ کا ڈر، کیوں کہ یہ شرک کا دروازہ اور ذریعہ ہے۔

۳. یہودیوں، عیسائیوں اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قبروں پر عمارت کھڑی کرنے

والوں اور ان کو مسجد بنانے والوں پر لعنت کرنا جائز ہے۔

۴. قبروں پر عمارت بنانا یہودیوں اور عیسائیوں کا طور طریقہ ہے اور حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

۵. قبروں کو مسجد بنانے کی ایک شکل ان کے پاس اور ان کی جانب منہ کرکے نماز پڑھنا بھی ہے، چاہے تعمیر کھڑی نہ بھی کی جائے۔

(٣٣٣٠)

(٢٢) – عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: «اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا، لَعَنَ اللهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ».

[صحيح] - [رواه أحمد]

(٢٢)–ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا۔ ان لوگوں پر اللہ کا شدید غضب نازل ہو، جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا“۔ [صحیح]-[اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ وہ آپ کی قبر کو اس بت کی طرح بننے نہ دے، لوگ جس کی عبادت کرتے ہیں۔ مثلا اس کی غلو آمیز تعظیم کرتے ہیں اور اس کی جانب منہ کرکے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اللہ نے ان لوگوں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا، جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنالیا، کیوں کو ان کو مسجد بنانا ان کی عبادت اور ان کے بارے میں غلو آمیز عقیدے کا ذریعہ ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. نبیوں اور نیک لوگوں کے بارے میں شرعی حد سے آگے بڑھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ ان کی عبادت ہونے لگتی ہے۔ اس لیے شرک کے وسائل سے بچنا ضروری ہے۔
۲. قبروں کی تعظیم اور ان کے پاس عبادت کرنے کے لیے ان کا رخ کرنا جائز نہیں ہے، چاہے قبر میں مدفون شخص اللہ سے جتنا بھی قریب ہو۔
۳. قبروں پر مسجد بنانا حرام ہے۔
۴. قبروں کے پاس نماز پڑھنا حرام ہے، چاہے وہاں مسجد نہ بھی بنائی گئی ہو۔ البتہ ایسے جنازے کی نماز اس سے مستثنی ہے، جس پر نماز نہ پڑھی گئی ہو۔

(٣٣٣٦)

(٢٣) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ». [حسن] - [رواه أبو داود]

(۲۳)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ۔ مجھ پر درود بھیجو۔ تمہارا بھیجا گیا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم چاہے جہاں بھی رہو“۔ [حَسَنْ]-[اسے امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں کو نماز سے خالی رکھنے سے منع کیا ہے کہ وہ قبرستان کی طرح ہو جائیں، جہاں نماز پڑھی نہیں جاتی ہے۔ آپ نے اپنی قبر کی بار بار زیارت کرنے اور وہاں ایک

خاص طریقے سے جمع ہونے سے منع کیا ہے، کیوں کہ یہ شرک کا سبب ہے۔ آپ نے روئے زمین کے کسی بھی حصے سے درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے، کیوں کہ آپ پر بھیجا گیا درود و سلام قریب و دور ہر جگہ سے یکساں طور پر پہنچ جاتا ہے۔ لہذا آپ کی قبر کے پاس بار بار جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. گھروں کو اللہ کی عبادت سے خالی رکھنا منع ہے۔

۲. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا منع ہے؛ کیوں کہ آپ نے کہیں سے بھی درود بھیجنے کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ آپ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ ہاں، مسجد نبوی کے ارادے اور اس میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے۔

۳. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی قبر کی زیارت ایک مخصوص طریقے سے اور مخصوص زمانے میں بار بار کر کے اسے میلے کی شکل دینا حرام ہے۔ دیگر قبروں کا بھی یہی حکم ہے۔

۴. اللہ کے یہاں اس کے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ و سلم کے مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ پر درود و سلام بھیجنے کو ہر زمانے میں اور ہر جگہ سے مشروع کیا گیا ہے۔

۵. قبروں کے پاس نماز پڑھنا منع ہے، یہ بات صحابہ کو اچھی طرح معلوم تھی، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے گھروں کو قبرستانوں کی طرح بنانے سے منع کیا ہے جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی۔

(۳۳۵۰)

(٢٤) – عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ المؤمنين رضي الله عنها: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّوَرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ، أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۴)–امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے ایک گرجا کا ذکر کیا، جس کو انھوں نے حبشہ کے علاقے میں دیکھا تھا اور اس کا نام ماریہ تھا۔ اس میں جو تصویریں دیکھی تھیں وہ بیان کیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان میں سے کوئی نیک بندہ (یا یہ فرمایا کہ) نیک آدمی مر جاتا، تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہ تصویریں بنا ڈالتے۔ وہ لوگ اللہ کے نزدیک سب سے بدترین مخلوق ہیں"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے سامنے ذکر کیا کہ جب وہ حبشہ میں تھیں، تو انھوں نے وہاں ماریہ نام کا ایک گرجا گھر دیکھا تھا، جس میں بہت سی تصویریں اور نقش و نگار تھے۔ دراصل ان کو ان باتوں پر تعجب ہو رہا تھا۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے ان تصویروں کو گرجا گھروں میں رکھے جانے کے اسباب بتائے۔ آپ نے کہا: تم جن لوگوں کا ذکر کر رہی ہو، جب ان کے سماج کا کوئی صالح بندہ مر جاتا، تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں نماز پڑھتے اور اس کے اندر ان کی تصویریں بنا ڈالتے۔ آپ نے بتایا کہ اس طرح کا کام کرنے والا انسان اللہ کی نظر میں سب سے بری مخلوق ہے۔ کیوں کہ اس کے اس کام سے شرک کے دروازے کھلتے ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. قبروں پر مسجد بنانا، ان کے پاس نماز پڑھنا یا مسجد کے اندر کسی کو دفن کرنا حرام ہے۔ کیوں کہ اس سے شرک کے دروازے کھلتے ہیں۔
٢. قبروں پر مسجد بنانا اور ان کے اندر تصویریں لگانا یہودیوں اور عیسائیوں کا عمل ہے۔ جس نے یہ کام کیا، وہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہے۔
٣. روح والی چیزوں کی تصویر رکھنا حرام ہے۔
٤. جس نے قبر پر مسجد بنائی اور اس میں تصویر بنائی، وہ اللہ کی سب سے بری مخلوقوں میں سے ایک ہے۔
٥. شریعت نے اس بات کا پورا انتظام کیا ہے کہ توحید کی مکمل حفاظت ہو سکے اور اس کے لیے شرک کی جانب لے جانے والے تمام راستوں کو بند کر دیا ہے۔
٦. نیک بندوں کے بارے میں غلو کی ممانعت، کیوں کہ اس سے شرک کے دروازے کھلتے ہیں۔

(١٠٨٨٧)

(٢٥) – عن جندب رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِخَمْسٍ وَهُوَ يَقُولُ «إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا! أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ! إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢٥)–جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو وفات سے پانچ دن پہلے

کہتے ہوئے سنا: "میں اللہ تعالی کے سامنے اس چیز سے بری ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل (سب سے پیارا دوست) بناؤں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا، تو ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بناتا۔ خبر دار! بے شک تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا کرتے تھے۔ لہذا خبر دار تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمھیں اس سے منع کرتا ہوں"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے یہاں اپنے مقام و مرتبہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آپ محبت کے اعلی درجے پر فائز ہیں۔ آپ کو اللہ کے یہاں محبت کا وہی مقام حاصل ہے، جو ابراہیم علیہ السلام کو حاصل تھا۔ اسی لیے آپ نے اس بات کی نفی کر دی ہے کہ اللہ کے علاوہ آپ کا کوئی خلیل ہو۔ کیوں کہ آپ کا دل اللہ کی محبت، تعظیم اور معرفت سے بھرا ہوا ہے، لہذا اس میں کسی اور کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہاں، اگر کوئی انسان آپ کا خلیل ہوتا، تو یہ مقام ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوتا۔ پھر آپ نے محبت کے بارے میں جائز حد سے آگے بڑھنے سے متنبہ کیا، جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کے ساتھ کیا اور ان کو معبود بنا کر اللہ کی بجائے پوجنا شروع کر دیا اور ان کی قبروں کو سجدہ گاہ اور عبادت گاہ بنا لیا۔ آپ نے اپنی امت کو ان کے نقش قدم پر چلنے سے منع کیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت، ان کا افضل ترین صحابی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی موت کے بعد آپ کی خلافت کا سب سے زیادہ مستحق ہونا۔
٢. قبروں پر مسجد تعمیر کرنا پچھلی امتوں کے غلط کاموں میں سے ایک ہے۔

۳. اس میں قبروں کو عبادت کی جگہ بنا کر ان کے پاس یا ان کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے اور ان کے اوپر مسجد یا گنبد بنانے سے منع کیا گیا ہے، تاکہ اس کی وجہ سے کوئی شرک کا شکار نہ ہو۔

۴. اس میں نیک لوگوں کی قبروں کے بارے میں غلو سے کام لینے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ شرک کا سبب بنتا ہے۔

۵. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آگاہ کیے گئے اس کام کی خطرناکی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے پانچ دن پہلے اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

(۳۳۴۷)

(٢٦) – عن أبي الهيَّاج الأسدي قال: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ. [صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۶)–ابو الہیّاج اسدی کہتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: کیا میں تمھیں اس مشن پر نہ بھیجوں، جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا؟ (آپ نے مجھے یہ ہدایت دے کر بھیجا تھا کہ) تم سے ایسا کوئی مجسمہ نہ چھوٹنے پائے، جسے تم نے مٹا نہ دیا ہو اور کوئی ایسی اونچی قبر نہ چھوٹنے پائے، جسے تم نے برابر نہ کر دیا ہو۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو یہ کہہ کر بھیجتے تھے کہ جب انھیں کسی ذی روح کی صورت ملے، چاہے مجسم ہو یا غیر مجسم، تو ہٹا دیں یا مٹا دیں۔

اسی طرح جب کوئی اونچی قبر ملے، تو زمین کے برابر کر دیں اور اس پر جو بھی عمارت ہو اسے گرا دیں۔ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے اس طرح سطح زمین کے برابر کر دیں کہ زمین سے ایک بالشت سے زیادہ اٹھی ہوئی نہ ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ذی روح چیزوں کی تصویر بنانا حرام ہے، کیوں کہ یہ شرک کی جانب لے جانے والی چیز ہے۔
٢. ارباب اقتدار اور طاقت رکھنے والوں کے لیے زور بازو سے منکر کا ازالہ کرنا مشروع ہے۔
٣. تصویریں، مجسمے اور قبروں پر بنائی گئی تعمیرات جو جاہلیت کے آثار پر دلالت کرنے والی چیزیں ہیں' اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ازالے کے حریص تھے۔

(٥٩٣٤)

(٢٧) – عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسعودٍ رضي الله عنه عن رَسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قال: «الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، -ثلاثًا-»، وَمَا مِنَّا إِلَّا، وَلَكِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ. [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه وأحمد]

(٢٧)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بد شگونی شرک ہے، بد شگونی شرک ہے، بد شگونی شرک ہے۔- آپ نے یہ بات تین بار کہی-" ویسے ہم میں سے ہر شخص کے دل میں اس طرح کی بات آتی ہے، لیکن اللہ عز وجل توکل کے ذریعے اسے ختم کر دیتا ہے۔ [صحیح]-[اسے ابو داود' ترمذی' ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی سنی جانے والی یا دیکھی جانے والی چیز، جیسے پرندے، جانور، معذور انسان، عدد یا دن وغیرہ سے برا شگون لینے سے خبر دار کیا ہے۔ لیکن یہاں

پرندے کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں اس سے بد شگونی لینا ایک عام بات تھی۔ ہوتا یہ تھا کہ عرب کے لوگ جب کوئی کام، جیسے سفر یا تجارت وغیرہ شروع کرنے کا ارادہ کرتے، تو ایک پرندہ اڑاتے۔ اب اگر پرندہ دائیں اڑتا، تو نیک شگون لیتے اور اس کام میں قدم آگے بڑھاتے۔ لیکن اگر بائیں اڑتا، تو بد شگونی لیتے اور قدم پیچھے کھینچ لیتے۔ آپ نے اسے شرک بتایا ہے۔ شرک اس لیے کہ بھلائی لانے والا اور برائی سے بچانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

آگے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ کبھی کبھی مسلمان کے دل میں تھوڑی بہت بد شگونی آ ہی جاتی ہے۔ ایسے میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اسے دور کرنا چاہیے اور ساتھ ہی اسباب بھی اختیار کرنا چاہیے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. بد شگونی شرک ہے۔ کیوں کہ اس سے دل کا تعلق کسی اور سے قائم ہو جاتا ہے۔
٢. اہم مسائل کو دہرانے کی اہمیت، تاکہ ان کو یاد کر لیا جائے اور وہ دل میں بیٹھ جائیں۔
٣. بد شگونی اللہ پر بھروسے سے ختم ہو جاتی ہے۔
٤. صرف اللہ پر بھروسہ رکھنے اور دل کو اسی سے جوڑے رکھنے کا حکم۔

(٣٣٨٣)

(٢٨) – عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ، أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ، أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ، وَمَنْ عَقَدَ عُقْدَةً، وَمَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ». [حسن] - [رواه البزار]

(٢٨)– عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں، جس نے بد شگونی لی، یا جس کے لیے بد شگونی لی گئی، جس نے کہانت کی یا جس کے لیے کہانت کی گئی, یا جس نے جادو کیا یا جس کے لیے جادو کیا گیا۔ جس نے کوئی گرہ لگائی اور جو کسی کاہن کے پاس گیا اور اس کی بات کو سچ مانا، اس نے اس شریعت کا انکار کیا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے۔" [حَسَنٌ]-[اسے امام بزّار نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مخصوص کام کے بارے میں فرمایا کہ میری امت کے جو لوگ ایسے کام کریں گے وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ یہ کام کچھ اس طرح ہیں:

۱- "ایسا شخص جس نے بد شگونی لی یا جس کے لیے بد شگونی لی گئی"۔ اس کی اصل یہ ہے کہ: کسی بھی کام جیسے سفر اور تجارت وغیرہ کے شروع کرتے وقت پرندے کو اڑایا جائے۔ پرندہ اگر دائیں اڑے، تو نیک شگون لے اور جس کام کا ارادہ ہو، اسے کر گزرے۔ لیکن اگر بائیں اڑے، تو بد شگونی لے اور جو کام کرنا ہو، اسے چھوڑ دے۔ یہ کام نہ تو خود کرنا جائز ہے اور نہ کسی سے کروانا جائز ہے۔ یاد رہے کہ اس ممانعت کے اندر کسی بھی چیز سے لی جانے والی بد شگونی داخل ہے۔ چاہے اس چیز کا تعلق سننے سے ہو یا دیکھنے سے۔ وہ چیز پرندہ ہو، جانور ہو، جسمانی معذوری والے لوگ ہوں، عدد ہوں یا دن وغیرہ۔

۲- "ایسا شخص جس نے خود کہانت کی یا کسی سے کروائی"۔ پس جس نے ستاروں وغیرہ کا سہارا لے کر غیب کی بات جاننے کا دعوی کیا یا پھر کسی ایسے شخص کے پاس گیا، جو غیب کی بات جاننے کا دعوی کرتا ہو اور اس کی بات کو سچ بھی مانا، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والی شریعت کا انکار کیا۔

۳- "ایسا شخص جس نے جادو کیا یا جادو کروایا"۔ اس سے مراد ایسا شخص ہے، جس نے کسی کو فائدہ پہنچانے یا کسی کا نقصان کرنے کے مقصد سے جادو کیا یا جادو کروایا یا ناجائز منتر پڑھ کر دھاگہ وغیرہ پر پھونک ماری اور گرہ لگائی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اللہ پر بھروسہ کرنے اور اس کی قضا و قدر پر ایمان رکھنے کا وجوب اور بد شگونی، جادو، کہانت کرنے یا کسی سے کرانے کی حرمت۔

۲. غیب کی بات جاننے کا دعوی کرنا شرک اور توحید کے منافی ہے۔

۳. کاہنوں کی تصدیق کرنا اور ان کے پاس جانا حرام ہے اور اس حکم میں ہاتھ دیکھنا، پیالی پڑھنا اور ستاروں کی گردشوں وغیرہ کے ذریعے غیب کی بات بتانا بھی شامل ہے۔

(٥٩٨١)

(٢٩) – عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ» قَالَ قِيلَ: وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ: «الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۹)-انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگ جانا اور بد شگونی لینا کوئی چیز نہیں۔ البتہ مجھے فال اچھی لگتی ہے"۔ صحابہ کرام نے پوچھا: فال کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اچھی بات"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ عہد جاہلیت کے لوگوں کا یہ عقیدہ باطل ہے کہ بیماری اللہ کے فیصلے اور اس کی لکھی تقدیر کے بغیر ہی ایک شخص سے دوسرے شخص کی جانب منتقل ہو جایا کرتی ہے۔ اسی طرح بد شگونی لینا بھی باطل ہے۔ بد شگونی نام ہے کسی مسموع یا مرئی چیز، جیسے پرندوں، جانوروں، معذور لوگوں، اعداد یا دنوں وغیرہ سے بدفالی لینے کا۔ اس حدیث میں بد شگونی کے لیے "الطیرۃ" لفظ کا استعمال اس لیے ہوا ہے کہ عہد جاہلیت میں بد شگونی کا یہ طریقہ بہت مشہور تھا۔ ہوتا یہ تھا کہ عرب کے

لوگ جب سفر یا تجارت وغیرہ کوئی کام شروع کرنا چاہتے، تو پرندہ اڑا کر دیکھتے۔ اگر پرندہ دائیں اڑتا، تو اسے نیک فال سمجھ کر قدم آگے بڑھاتے اور اگر بائیں اڑتا، تو بدشگونی کے عقیدے کے تحت قدم پیچھے واپس کھینچ لیتے۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ آپ کو فال اچھی لگتی ہے۔ فال یہ ہے کہ انسان کو کوئی اچھی بات سن کر فرحت وسرور حاصل ہو اور وہ اپنے رب سے حسن ظن قائم کرلے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ پر توکل اور یہ کہ خیر صرف اللہ ہی لاتا ہے اور شر کو صرف اور صرف وہی دور کرتا ہے۔
٢. بدشگونی سے ممانعت۔ بدشگونی یہ ہے کہ انسان کسی چیز سے برا شگون لے اور اس کی وجہ سے عملی اقدام سے رک جائے۔
٣. فال منع شدہ بدشگونی میں داخل نہیں ہے۔ یہ دراصل اللہ سے حسن ظن ہے۔
٤. ہر چیز اللہ وحدہ لاشریک لہ کی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔

(٣٤٢٢)

(٣٠) – عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟» قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٣٠)–زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے حدیبیہ کے مقام پر ہمیں نماز فجر پڑھائی۔ اس دن رات کو بارش ہوئی تھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف منہ کرکے فرمایا: "تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟" صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "(اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ) میرے کچھ بندوں نے مجھ پر ایمان کے ساتھ صبح کی اور کچھ بندوں نے کفر کے ساتھ صبح کی۔ جس نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش ہوئی وہ تو میرا مؤمن بندہ اور ستارے کا منکر ہے اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی وہ میرا منکر اور ستارے پر ایمان لانے والا ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں، جو کہ مکہ سے قریب ایک گاؤں ہے، صبح کی نماز پڑھائی۔ اس دن رات میں بارش ہوئی تھی۔ جب سلام پھیر چکے اور نماز سے فارغ ہو گئے، تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالی نے یہ بیان فرمایا کہ بارش کے وقت لوگوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں: ایک وہ لوگ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ چنانچہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ کے فضل و رحمت سے ہم پر بارش نازل ہوئی اور نزول بارش کو اللہ تعالی کی طرف منسوب کرتا ہے، تو ایسا شخص اللہ پر ایمان لانے والا ہے، جو اللہ اس جہان کا خالق اور کائنات میں تصرف کرنے والا ہے۔ ایسا شخص ستارے کا منکر ہے۔ اس کے برخلاف جو یہ کہتا ہے کہ فلاں اور فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش نازل ہوئی، وہ اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا اور ستارے پر ایمان رکھنے والا ہے۔ یاد رہے کہ یہ کفر اصغر ہے۔ کیوں کہ اس نے نزول بارش کو ستارے کی طرف منسوب کیا، جب کہ

اللہ نے ستارے کو نہ تو بارش کا شرعی سبب بنایا ہے اور نہ تقدیری سبب۔ البتہ جو شخص نزول بارش اور دیگر زمینی حوادث کو ستاروں کے طلوع ہونے یا ٹوٹ کر گرنے جیسی حرکات کی طرف منسوب کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ وہی حقیقی فاعل ہیں، تو وہ شخص کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نزول بارش کے بعد یہ کہنا مستحب ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش نازل ہوئی۔

٢. جس نے نزول باراں وغیرہ کو ستارے کی طرف اس حیثیت سے منسوب کیا کہ وہی اس کی تخلیق کرتا اور اسے وجود میں لاتا ہے، تو وہ کفر اکبر کا مرتکب ہے۔ لیکن منسوب اس بنیاد پر کرے کہ ستارہ نزول باراں کا سبب ہے، تو وہ کفر اصغر کا مرتکب ہے، کیوں کہ ستارہ نزول باراں کا نہ تو شرعی سبب ہے اور نہ حسی۔

٣. جب نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے تو وہ کفر کا سبب بن جاتی ہے اور اگر اس پر اللہ کا شکر ادا کیا جاتا ہے، تو وہ ایمان کا سبب بن جاتی ہے۔

٤. یہ کہنے سے منع کیا گیا ہے کہ "ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی۔" خواہ اس کا مقصد بارش کا وقت بتانا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ممانعت دراصل شرک کا دروازہ بند کرنے کے لیے ہے۔

٥. نعمتوں سے فیض یاب ہونے اور مصائب و مشکلات سے دور رہنے کے لیے دل کو اللہ تعالی سے وابستہ رکھنا واجب ہے۔

(٦٥٠١٠)

(٣١) – عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رضي الله عنه: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ إِلَيْهِ رَهْطٌ، فَبَايَعَ تِسْعَةً وَأَمْسَكَ عَنْ وَاحِدٍ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، بَايَعْتَ تِسْعَةً وَتَرَكْتَ هَذَا؟ قَالَ: «إِنَّ عَلَيْهِ تَمِيمَةً»، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فَقَطَعَهَا، فَبَايَعَهُ، وَقَالَ: «مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ». [حسن] - [رواه أحمد]

(٣١)–عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس ایک جماعت آئی، جن میں نو لوگوں سے آپ نے بیعت لی اور ایک شخص سے بیعت نہیں لی۔ لہذا انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کیا ماجرا ہے کہ آپ نے نو لوگوں سے بیعت لی اور اسے چھوڑ دیا؟ آپ نے جواب دیا: "اس نے تعویذ باندھ رکھا ہے۔" چنانچہ اس نے اپنا ہاتھ اندر ڈالا اور اسے کاٹ دیا۔ تب جا کر آپ نے اس سے بیعت لی اور فرمایا: "جس نے تعویذ لٹکایا، اس نے شرک کیا۔" [حَسَنْ]-[اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جماعت آئی۔ کل دس لوگ تھے۔ نو لوگوں سے آپ نے اسلام اور تابع داری کی بیعت لی اور دسویں کو چھوڑ دیا۔ جب اس کا سبب پوچھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اس کے جسم پر تعویذ بندھا ہوا ہے۔ تعویذ موتی وغیرہ کو کہتے ہیں، جن کو نظر بد یا نقصان سے بچنے کے لیے باندھا یا لٹکایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس شخص نے تعویذ کی جگہ پر ہاتھ ڈالا اور اسے کاٹ کر پھینک دیا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی اور تعویذ وغیرہ سے خبر دار کرتے ہوئے اور اس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا: "جس نے تعویذ لٹکایا، تو بلا شبہ اس نے شرک کیا۔"

حدیث کے کچھ فوائد:

١. جو غیر اللہ پر بھروسہ کرے گا، اللہ اس کے ساتھ اس کے ارادہ کے برعکس معاملہ کرے گا۔

۲.   یہ عقیدہ رکھنا کہ تعویذ لٹکانا اذیت اور نظر بد سے بچنے کا سبب ہے، شرک اصغر ہے۔ جب کہ ان کو بذات خود نافع ماننا شرک اکبر ہے۔

(٦٧٦٢)

(٣٢) – عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «إِنَّ الرُّقَى والتَمائِمَ والتِّوَلَةَ شِرْكٌ». [صحيح] - [رواه أبو داود وابن ماجه وأحمد]

(٣٢)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو کہتے ہوئے سنا ہے: ”منتر، تعویذ اور ٹوٹکے سب شرک ہیں“۔ [صحیح]–[اسے ابوداود، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے کچھ چیزیں بتائی ہیں، جن کو کرنا شرک ہے۔ مثلا:

١– جھاڑ پھونک اور منتر: وہ شرکیہ باتیں جن کو زمانۂ جاہلیت کے لوگ شفا حاصل کرنے کے لیے پڑھا کرتے تھے۔

٢– سیپ وغیرہ سے بنے ہوئے تعویذ، جن کو بچوں اور جانوروں کے جسم میں نظر بد سے حفاظت کے لیے باندھا جاتا ہے۔

٣–ٹوٹکے، جو میاں بیوی میں سے ایک کے اندر دوسرے کی محبت ڈالنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔

یہ تینوں کام شرکیہ اعمال ہیں۔ کیوں کہ ان کاموں میں ایسی چیزوں کو سبب بنایا جاتا ہے، جو نہ تو دلیل سے ثابت شرعی سبب ہیں اور نہ تجربہ سے ثابت حسی سبب ہیں۔ رہی بات شرعی اسباب مثلا قرآن کی تلاوت اور حسی اسباب مثلا تجربہ سے ثابت شدہ دواؤں کی، تو ان کا استعمال اس عقیدے کے ساتھ کرنا جائز ہے کہ یہ محض اسباب ہیں اور نفع و نقصان کا مالک اللہ ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. توحید اور عقیدے کو ہر خلل انداز چیز سے محفوظ رکھنا۔
٢. شرکیہ منتروں، تعویذوں اور ٹوٹکوں کا استعمال حرام ہے۔
٣. ان تینوں چیزوں کو اسباب سمجھنا شرک اصغر ہے، کیوں کہ یہ ایسی چیزوں کو سبب بنانا ہے، جو سبب نہیں ہیں۔ جب کہ ان کو بذات خود نفع و نقصان کرنے والا سمجھنا شرک اکبر ہے۔
٤. شرکیہ اور حرام اسباب کو بروئے کار لانے کی ممانعت۔
٥. منتروں کا استعمال حرام اور شرک ہے، سوائے ان منتروں کے جن کی اجازت شریعت نے دی ہے۔
٦. دل کا تعلق بس اللہ سے ہونا چاہیے۔ دل کے اندر یہ مضبوط یقین ہونا چاہیے کہ وہی نفع و نقصان کا مالک ہے اور اس معاملے میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بھلائی بس اللہ ہی دیتا ہے اور برائی سے بس وہی بچاتا ہے۔
٧. شفا کے لیے پڑھے جانے والے جائز کلمات کے اندر تین شرطیں پائی جانی چاہیے: ١- یہ اعتقاد ہو کہ یہ بس سبب ہیں اور فائدہ اللہ کی اجازت سے پہنچاتے ہیں۔ ٢- پڑھے جانے والے کلمات قرآن سے لیے گئے ہوں، اللہ کے اسماو صفات پر مشتمل ہوں، نبوی دعاؤں سے لیے گئے ہوں یا مشروع دعاؤں میں سے ہوں۔ ٣- ان کی زبان سمجھی جا سکے۔ طلسمات اور جادوئی کلمات نہ ہوں۔

(٥٢٧٣)

(٣٣) – عن بعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۳۳)- اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "جو کسی عرّاف (غیبی امور کے جاننے کا دعوی رکھنے والے) کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے متعلق پوچھے، تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عراف، جو ایک ایسا لفظ ہے کہ اس کے اندر کاہن، نجومی اور رمال وغیرہ ایسے تمام لوگ شامل ہیں، جو کچھ مقدمات کے سہارے غیب کی بات جاننے کی کوشش کرتے ہیں، کے پاس جانے سے خبر دار کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ اس طرح کے لوگوں سے غیب کی بات پوچھنے کے نتیجے میں انسان چالیس دن کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسا دراصل اس بڑے گناہ کی سزا کے طور پر کیا گیا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. کہانت کرنا، کاہنوں کے پاس جانا اور ان سے غیب کی باتیں پوچھنا حرام ہے۔
٢. کبھی کبھی انسان اپنے گناہوں کے نتیجے میں اپنے نیک کاموں کے ثواب سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔
٣. اس حدیث کے اندر ستاروں کی گردشوں کا مطالعہ کرکے اور ہتھیلی اور پیالی پڑھ کر غیب کی بات بتانا داخل ہے، چاہے محض جانکاری کے طور پر ہی کیوں نہ۔ کیوں کہ یہ ساری باتیں کہانت اور غیبی علم کا دعوی کرنے میں داخل ہے۔
٤. جب غیب کی بات بتانے والے کے پاس جانے کی سزا اتنی بڑی ہے، تو خود غیب کی بات بتانے والے کو کتنی بڑی سزا مل سکتی ہے؟

۵. چالیس دن کی نمازیں ادا ہو جائیں گی اور اس کی قضا واجب نہیں ہو گی، لیکن ان کا ثواب نہیں ملے گا۔

(٥٩٨٦)

(٣٤) – عن ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أنه سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: لَا وَالْكَعْبَةِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللَّهِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي وأحمد]

(۳۴)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو "نہیں، کعبہ کی قسم" کہتے ہوئے سنا، تو فرمایا: غیر اللہ کی قسم کھائی نہیں جائے گی، کیوں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو کہتے ہوئے سنا ہے: "”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے کفر کیا یا شرک کیا“۔ [صحیح] [اسے ابو داود، ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ جس نے اللہ، اس کے ناموں اور صفات کو چھوڑ کسی اور کی قسم کھائی اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا۔ کیوں کہ قسم سے اس چیز کی تعظیم لازم آتی ہے، جس کی قسم کھائی جاتی ہے۔ جبکہ ہر قسم کی تعظیم صرف اللہ کے لیے ہے۔ لہذا قسم صرف اللہ، اس کے ناموں اور اس کی صفات کی کھائی جائے گی۔ قسم کھانا چھوٹا شرک ہے۔ لیکن اگر قسم کھانے والے کے دل میں اس چیز کی عظمت جس کی وہ قسم کھا رہا ہے' اللہ کی تعظیم کی جیسی یا اس سے بھی زیادہ ہو، تو اس کا یہ عمل بڑا شرک بن جائے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. قسم کے ذریعے تعظیم اللہ سبحانہ و تعالی کا حق ہے، لہذا اللہ اور اس کے اسماء و صفات کے

علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

٢. صحابہ بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے حریص تھے۔ خاص طور سے جب برائی کا تعلق شرک یا کفر سے ہو۔

(٣٣٥٩)

(٣٥) – عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الأَشْعَرِيِّينَ أَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: «وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ، مَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ» ثُمَّ لَبِثْنَا مَا شَاءَ اللَّهُ فَأُتِيَ بِإِبِلٍ، فَأَمَرَ لَنَا بِثَلَاثَةِ ذَوْدٍ، فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: لَا يُبَارِكُ اللَّهُ لَنَا، أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا فَحَمَلَنَا، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ، بَلِ اللَّهُ حَمَلَكُمْ، إِنِّي وَاللَّهِ -إِنْ شَاءَ اللَّهُ- لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ، فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٣٥)–ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس اشعری قبیلے کے کچھ لوگوں کے ساتھ پہنچا۔ میں نے آپ سے سواری مانگی، تو آپ نے کہا: "اللہ کی قسم! میں تمھیں سواری نہیں دے سکتا اور نہ میرے پاس کوئی سواری ہے، جو تمھیں دے سکوں۔" پھر ہم وہاں جتنی دیر اللہ نے چاہا، اتنی دیر رکے۔ اسی درمیان آپ کے پاس کچھ اونٹ آ گئے، تو آپ نے ہمیں تین اونٹ دینے کا حکم دیا۔ جب ہم چل پڑے، تو ہمارے بیچ کے کچھ لوگوں نے دوسرے لوگوں سے کہا: اللہ ہمارے لیے برکت نہ دے۔ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آکر سواری مانگی اور آپ نے قسم کھا کر بتایا کہ ہمیں سواری نہیں دے سکیں گے اور پھر دے دی۔ ابو موسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: چنانچہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے اس

کا ذکر کیا، تو آپ نے کہا: "سواری میں نے تمھیں نہیں دی ہے۔ سواری تو تمھیں اللہ نے دی ہے۔ جہاں تک میری بات ہے، تو اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا، تو جب بھی میں کسی بات کی قسم کھاؤں گا اور دوسری بات کو اس سے بہتر دیکھوں گا، تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دوں گا اور وہی کروں گا، جو بہتر ہو۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بتا رہے ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ ان کے قبیلے کے کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم انھیں سواری کے لیے کچھ اونٹ دیں، تاکہ وہ جہاد میں شریک ہو سکیں۔ لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے قسم کھا کر بتا دیا کہ آپ انھیں سواری نہیں دے سکتے۔ آپ کے پاس انھیں دینے کے لیے سواری کا انتظام نہیں ہے۔ لہذا واپس ہو گئے۔ کچھ دیر رکے۔ پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس تین اونٹ آئے، تو ان کے یہاں بھجوا دیے۔ یہ دیکھ کر ان میں سے کچھ لوگوں نے دیگر لوگوں سے کہا: اللہ ہمارے لیے ان اونٹوں میں برکت نہ دے۔ کیوں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیں سواری نہ دینے کی قسم کھالی تھی۔ لہذا وہ آپ کے پاس آئے اور پوچھا، تو آپ نے کہا: تمھیں سواری تو دراصل اللہ نے دی ہے۔ کیوں کہ انتظام اسی نے کیا ہے اور توفیق اسی نے دی ہے۔ میں تو بس ایک سبب ہوں کہ یہ میرے ہاتھوں انجام پایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے آگے فرمایا: جہاں تک میری بات ہے، تو اللہ کی قسم، جب بھی میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھاؤں گا اور بعد میں دیکھوں گا کہ میں نے جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی تھی، اس سے بہتر کام دوسرا ہے، تو قسم کھائے ہوئے کام کو چھوڑ کر دوسرا کام، جو اس سے بہتر ہے، اسے کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. کسی خبر کی تاکید کے لیے، خواہ وہ مستقبل ہی سے جڑی ہوئی کیوں نہ ہو، قسم کے مطالبہ کے بغیر بھی قسم کھانا جائز ہے۔

۲. قسم کے بعد "اگر اللہ نے چاہا" کہہ کر استثنا جائز ہے۔ استثنا کی نیت جب قسم کے ساتھ ہی کر لی جائے اور وہ قسم کے ساتھ جڑی ہوئی ہو، تو قسم توڑنے والے پر کفارہ واجب نہیں ہو گا۔
۳. اس بات کی ترغیب کہ جب کوئی شخص کسی چیز کی قسم کھالے اور اس کے بعد دیکھے کہ دوسری چیز اس سے بہتر ہے، تو اپنی قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کرے۔

(٢٩٦١)

(٣٦) - عَنْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَقُولُوا: مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ فُلَانٌ، وَلَكِنْ قُولُوا: مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ». [صحيح بمجموع طرقه] - [رواه أبو داود والنسائي في الكبرى وأحمد]

(۳۶)- حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس طرح مت کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے، بلکہ یہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور اس کے بعد پھر جو فلاں چاہے۔" [مختلف طرق سے مل کر یہ حدیث صحیح کے درجہ تک پہنچتی ہے]-[اسے ابوداود نسائی نے الکبری میں اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ایک مسلمان دوران گفتگو "جو اللہ چاہے اور جو فلاں چاہے" کہے۔ یا اسی طرح "جو اللہ اور فلاں چاہے" کہے۔ ایسا اس لیے کہ اللہ کی مشیت اور اس کا ارادہ مطلق ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ جب کہ عطف کے لیے "واو" کے استعمال سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کوئی شریک ہے اور دونوں برابر ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کو "جو اللہ چاہے اور پھر جو فلاں چاہے" کہنا چاہیے۔ اس لیے "واو" کی جگہ پر "ثم" کے استعمال سے بندے کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہو جائے گی۔ کیوں کہ "ثم" کسی کام کے کچھ دیر بعد ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں" اور اس طرح دوسرے جملے، جن میں "واو" کے ذریعے اللہ پر عطف کیا گیا ہو، کہنا حرام ہے۔ کیوں کہ ایسا کہنا الفاظ و اقوال کے شرک میں آتا ہے۔

٢. "جو اللہ اور پھر آپ چاہیں" اور اس طرح کے ایسے جملے کہنا جائز ہے، جن کے اندر اللہ پر "ثم" کے ذریعے عطف کیا گیا ہو۔ کیوں کہ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔

٣. اللہ کی مشیت کا ثبوت اور بندے کی مشیت کا ثبوت۔ اس بات کی بھی وضاحت کہ بندے کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے۔

٤. اللہ کی مشیت میں بندے کو شریک بنانے کی ممانعت، خواہ لفظی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔

٥. اگر کسی نے اس طرح کا جملہ کہتے وقت اس بات کا یقین رکھا کہ بندے کی مشیت اللہ عز و جل کی مشیت ہی کی طرح عام اور مطلق ہے یا یہ کہ بندے کے پاس اللہ کی مشیت سے ہٹ کر اپنی مستقل مشیت ہوتی ہے، تو یہ شرک اکبر ہے۔ لیکن اگر اس طرح کا یقین نہ رکھا، تو شرک اصغر ہے۔

(٣٣٥٢)

(٣٧) – عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ» قَالُوا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «الرِّيَاءُ، يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جُزِيَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاؤُونَ فِي الدُّنْيَا، فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً؟». [حسن] - [رواه أحمد]

(٣٧)– محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلاشبہ مجھے تم پر جس چیز کا خوف سب سے زیادہ ہے، وہ شرک اصغر ہے۔" صحابہ نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: "ریا۔ اللہ عز و جل قیامت کے دن اس طرح کے لوگوں سے کہے گا: ان لوگوں کے پاس جاؤ، جن کو دکھانے کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے۔ دیکھو، کیا تم ان کے یہاں بدلہ پاتے ہو؟" [حَسَنٌ]-[اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ آپ کو اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا خوف سب سے زیادہ ہے، وہ شرک اصغر ہے۔ شرک اصغر سے مراد دراصل ریا ہے۔ یعنی انسان لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرے۔ پھر آپ نے لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرنے والوں کو قیامت کے دن ملنے والی سزا کے بارے میں بات کرتے ہوئے بتایا کہ ان سے کہا جائے گا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ، جن کو دکھانے کے لیے عمل کرتے تھے اور دیکھو کہ کیا وہ تم کو ان کاموں کا بدلہ دے سکتے ہیں، جو تم ان کو دکھانے کے لیے کیا کرتے تھے؟!

حدیث کے کچھ فوائد:

١. عمل خالص اللہ کی رضاجوئی کے لیے کرنا ضروری ہے۔ انسان کو ریاکاری سے خبردار رہنا چاہیے۔
٢. اپنی امت کے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کا شدید خوف، اس کی ہدایت کی حرص اور اس کے تئیں خیر خواہی۔
٣. جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے بھی، جو سارے نیک لوگوں کے سردار تھے، اتنے خوف زدہ تھے، تو بعد کے لوگوں کے بارے میں خوف کا کیا عالم ہو سکتا ہے؟

(٣٣٨١)

(٣٨) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣٨)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کے اندر پائی جانے والی دو باتیں کفر کی باتیں ہیں: حسب و نسب پر طعنہ کسنا اور میت پر نوحہ کرنا۔" [صحیح] -[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ لوگوں کے اندر پائی جانے والی دو باتوں کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ وہ دراصل کفر کے اعمال اور جاہلیت کے اخلاق ہیں۔ یہ دونوں اعمال ہیں:

١–لوگوں کے نسب پر طعنہ کسنا، کمیاں نکالنا اور ان پر اپنا بڑکپن دکھانا۔

٢–مصیبت کے وقت تقدیر سے بیزار ہو کر اونچی آواز سے رونا یا جزع فزع کرتے ہوئے کپڑے پھاڑنا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. تواضع اختیار کرنے اور غرور سے اجتناب کرنے کی ترغیب۔
٢. مصیبت کے وقت صبر سے کام لینے اور ناراضگی کا اظہار نہ کرنے ضرورت۔
٣. مذکورہ اعمال کا تعلق کفر اصغر سے ہے۔ اور جس کے اندر کفر اصغر کی کوئی خصلت پائی جائے تو وہ کافر اور ملت سے خارج نہیں ہو جاتا ہے, ایسا صرف کفر اکبر کی بنا پر ہوتا ہے۔
٤. اسلام نے نسب پر طعنہ کسنے اور اس قسم کے تمام اعمال سے روکا ہے، جو مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈالتے ہیں۔

(٦٣٦١)

(٣٩) – عن أبي مَرْثَدٍ الغَنَوِيّ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۳۹)–ابو مَرثَد غَنَوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "قبروں پر مت بیٹھو اور ان کی جانب منہ کرکے نماز نہ پڑھو۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے قبروں کے اوپر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح قبروں کی جانب اس طرح منہ کرکے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے کہ قبر نمازی کے قبلے کی جانب ہو۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرک کا ذریعہ ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. قبرستان میں، قبروں کے بیچ یا قبروں کی جانب منہ کرکے نماز پڑھنے کی ممانعت۔ البتہ جنازے کی نماز اس سے مستثنی ہے، جیسا کہ سنت سے ثابت ہے۔
٢. قبروں کی جانب منہ کرکے نماز پڑھنے سے ممانعت کی وجہ شرک کے دروازے کو بند کرنا ہے۔
٣. اسلام نے قبروں کے بارے میں غلو سے کام لینے اور ان کی بے حرمتی کرنے دونوں سے منع کیا ہے۔ یہاں نہ افراط کی گنجائش ہے، نہ تفریط کی۔
٤. مسلمان کی حرمت اس کی موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ہے: "مرے ہوئے آدمی کی ہڈی کو توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی کو توڑنے کی طرح ہے۔"

(١٠٦٣٧)

(٤٠) – عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۴۰)–ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کوئی کتا یا تصویر ہو"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کتا یا روح والی چیزوں کی تصویر ہو۔ کیوں کہ روح والی چیزوں کی تصویر بنانا ایک بہت بڑا گناہ، تخلیق کے عمل میں اللہ کی ہم سری کا دعوی اور شرک کا ایک وسیلہ ہے۔ بعض تصویریں تو ان چیزوں کی بھی ہوا کرتی ہیں، جن کو اللہ کو چھوڑ کر پوجا جاتا ہے۔ جس گھر میں کتا ہو، اس میں فرشتے داخل اس لیے نہیں ہوتے کہ کتا گندگی بہت زیادہ کھاتا ہے اور کچھ کتے شیطان بھی کہلاتے ہیں جب کہ فرشتے شیطان کی ضد ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ کتے کے جسم سے بدبو آتی ہے اور فرشتوں کو بدبو سے نفرت ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کتا پالنا منع ہے، اس لیے کتا پالنے والے کو سزا کے طور پر اس کے گھر میں، رحمت کے فرشتوں کے دخول، اس کے حق میں ان کے دعا کرنے اور مغفرت طلبی، اس پر اور اس کے گھر میں ان کی برکت کی دعا اور اسے شیطان کی ایذا رسانیوں سے محفوظ رکھنے سے، محروم کر دیا جاتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. کتا پالنے کی ممانعت۔ ہاں مگر شکار، مویشی یا کھیتی باڑی کے لئے کتے پالنے کی اجازت ہے۔
٢. تصویر رکھنا ان برائیوں میں سے ایک ہے جن سے فرشتے نفرت کرتے ہیں۔ تصویروں کی مکان میں موجودگی رحمت سے محرومی کا باعث ہے۔ اسی طرح کتے کی موجودگی رحمت سے محرومی کا باعث ہے۔
٣. جو فرشتے کتے اور تصویر والے گھر میں داخل ہونے سے گریز کرتے ہیں، وہ رحمت کے

فرشتے ہیں۔ جہاں تک اعمال لکھنے پر مامور اور دوسری ذمے داریاں نبھانے والے فرشتوں کی بات ہے، جیسے موت کا فرشتہ وغیرہ، تو وہ ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں۔

۴. روح والی تصویر دیوار وغیرہ پر لٹکانا حرام ہے۔

۵. خطابی کہتے ہیں: فرشتے ایسے گھر میں داخل ہونے سے گریز کرتے ہیں، جس میں ایسا کتا ہو جسے پالنا حرام ہے اور ایسی تصویر ہو جسے بنانا اور رکھنا حرام ہو۔ جن کتوں کا پالنا حرام نہیں ہے، جیسے شکاری کتا اور کھیتی اور مویشی کی دیکھ بھال کرنے والا کتا اور جن تصویروں کا رکھنا حرام نہیں ہے، جیسے چٹائی اور تکیہ وغیرہ پر بنی ہوئی پامال تصویریں، تو وہ فرشتوں کے عدم دخول کا سبب نہیں بنتیں۔

(٨٩٥٠)

(٤١) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ وَلَا جَرَسٌ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۴۱)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس قافلے کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے جس میں کتا اور گھنٹی ہو"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں رہتے، جس کے ساتھ کتا ہو، یا گھنٹی ہو جسے جانوروں کے گلوں میں باندھا جاتا ہے اور جو ہلنے پر بجتی ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. کتا پالنے اور اسے ساتھ رکھنے کی ممانعت۔ لیکن شکاری کتا اور نگرانی کرنے والا کتا اس سے مستثنی ہے۔

۲. جو فرشتے ان کے ساتھ جانے سے گریز کرتے ہیں وہ رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں۔ البتہ اعمال لکھنے کے کام پر مامور فرشتے سفر اور حضر میں ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں۔ کبھی جدا نہیں ہوتے۔

۳. گھنٹی سے ممانعت۔ کیوں کہ گھنٹی شیطان کی بانسری اور نصاری کے ناقوس جیسی چیز ہے۔
۴. مسلمان کو ان تمام چیزون سے دور رہنے کا حریص ہونا چاہیے، جو فرشتوں کو اس سے دور کرنے کا کام کرتی ہیں۔

(٨٩٥١)

(٤٢) – عَن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ: مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتَّى يَقُولَ: مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَلْيَنْتَهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۴۲)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے: یہ کس نے پیدا کیا؟ وہ کس نے پیدا کیا؟ حتی کہ سوال کرنے لگتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ لہٰذا جب نوبت یہاں تک آ پہنچے تو اسے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا چاہیے اور اس شیطانی خیال کو ترک کر دینا چاہیے"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ان سوالات کا کارگر علاج بیان فرمایا ہے جن کے ذریعہ شیطان مؤمن کو وسوسہ میں مبتلا کرتا ہے۔ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ کس نے پیدا کیا؟ وہ کس نے پیدا کیا؟ آسمان کس نے بنایا؟ زمین کس نے تخلیق کی؟ ایسے میں مؤمن اپنے دین، فطرت اور عقل کی روشنی میں ان وسوسوں کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ان سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ لیکن شیطان انہی وسوسوں پر بس نہیں کرتا، بلکہ ایک کے بعد دوسرا سوال لاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سوال تک پہنچ جاتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ ایسی صورت میں مؤمن کو چاہیے کہ ان وسوسوں کا مقابلہ تین چیزوں کے ذریعے کرے:

اللہ پر ایمان کے ذریعے، شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کر کے اور وسوسوں کے پیچھے بھاگنے سے اپنے آپ کو روک کر۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. شیطانی وسوسوں سے اعراض کرنا چاہیے اور ان میں غور و فکر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اللہ تعالی کی طرف رجوع کر کے ان وسوسوں کو دور کرنا چاہیے۔

۲. شریعت کے خلاف جو بھی وسوسے انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں، وہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔

۳. اللہ کی ذات میں غور و فکر کرنے کی ممانعت آئی ہے اور اللہ کی مخلوقات اور اس کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(٦٥٠١٣)

(٤٣) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ المُؤْمِنِ، يَكْرَهُ المَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(۴۳)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے کہا: ”اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ میرا بندہ جن چیزوں سے مجھ سے قریب ہوتا ہے، ان میں سب سے محبوب وہ چیزیں ہیں، جو میں نے اس پر فرض قرار دی ہیں۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، تو پھر (اس کے نتیجے میں) مَیں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں، اگر وہ کسی چیز سے میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ ضرور دیتا ہوں اور کسی چیز کے کرنے میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا تردد مومن کی روح قبض کرنے پر ہوتا ہے، جو موت کو ناپسند کرتا ہے اور مجھے اسے کسی ناگوار خاطر چیز میں ڈالنا ناپسند ہوتا ہے“۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی میں بتایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: جس نے میرے اولیا میں سے کسی ولی کو اذیت دی، ناراض کیا اور بغض رکھا، اس کے ساتھ میری جانب سے اعلان عداوت ہے۔

ولی سے مراد تقوی شعار مومن ہے۔ جس کے دامن میں ایمان اور تقوی کا جس قدر حصہ ہوگا، اسے اللہ کی ولایت کا اتنا حصہ نصیب ہوگا۔ مسلمان اللہ کا تقرب جن چیزوں سے حاصل کرتا ہے، اللہ کے نزدیک ان میں سے سب سے محبوب چیزیں وہ ہیں، جو اللہ نے اس پر فرض کی ہیں۔ اس میں اطاعتوں پر عمل آوری اور محرمات سے اجتناب دونوں داخل ہیں۔ مسلمان فرائض کے ساتھ نوافل کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرتا جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے جب اسے اللہ کی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب اللہ اس سے محبت کرتا ہے تو اس کے درج ذیل چار اعضا کا صحیح رخ متعین کر دیتا ہے:

اس کے کان کے عمل کا صحیح رخ متعین کر دیتا ہے۔ لہذا وہ وہی سنتا ہے، جو اللہ کو پسند ہو۔
اس کی نگاہ کے عمل کا صحیح رخ متعین کر دیتا ہے۔ وہ وہی دیکھتا ہے، جسے دیکھنا اللہ کو پسند ہو۔
اس کے ہاتھ کے عمل کا صحیح رخ متعین کر دیتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے وہی کام کرتا ہے، جو اللہ کو پسند ہو۔
اس کے پیر کے عمل کا صحیح رخ متعین کر دیتا ہے۔ وہ اسی سمت میں چلتا ہے، جو اللہ کو پسند ہو اور وہی کام کرتا ہے، جس میں خیر ہو۔

ساتھ ہی اگر اللہ کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے، تو اللہ اس کی جھولی بھر دیتا ہے۔ اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر اللہ کی پناہ طلب کرتا ہے، تو اللہ اسے خوف سے نجات عطا کرتا ہے۔

اخیر میں اللہ تعالی نے فرمایا: مجھے کوئی کام کرتے ہوئے اتنا تردد نہیں ہوتا، جتنا تردد مومن کی جان قبض کرتے ہوئے اس کے اوپر رحم آنے کی وجہ سے۔ کیوں کہ موت کی الم ناکیوں کے پیش نظر اسے موت ناپسند ہوتی ہے اور اللہ ایسی چیزوں کو ناپسند کرتا ہے، جو مومن کے لیے باعث تکلیف ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. یہ حدیث ان حدیثوں میں سے ایک ہے، جنھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک رب سے روایت کیا ہے۔ اس طرح کی حدیث کو حدیث قدسی یا حدیث الہی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ حدیث ہے، جس کے لفظ اور معنی دونوں اللہ کے ہوں۔ البتہ اس کے اندر قرآن کی خصوصیات، جیسے اس کی تلاوت کا عبادت ہونا، اس کے لیے طہارت حاصل کرنا، اس کا معجزہ ہونا اور اس کے ساتھ چیلینج دیا جانا، وغیرہ، نہیں پائی جاتیں۔
٢. اللہ کے ولیوں کو اذیت دینے کی ممانعت، ان سے محبت رکھنے کی ترغیب اور ان کے فضل و شرف کا اعتراف۔

۳. اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنے کا حکم اور ان سے دوستی رکھنے کی حرمت۔

۴. جس نے اللہ کی شریعت کی اتباع کیے بغیر اس کے ولی ہونے کا دعوی کیا، وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے۔

۵. اللہ کی ولایت، واجبات پر عمل آوری اور محرمات سے گریز کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

۶. بندے کے لیے اللہ سے محبت اور اس کی دعا کی قبولیت کا ایک سبب یہ ہے کہ واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کے بعد نوافل پر کاربند رہا جائے۔

۷. اولیا کے فضل و شرف اور رفعت شان کا بیان۔

(٦٣٣٧)

(٤٤) – عن العِرْباضِ بن ساريةَ رضي الله عنه قال: قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم، فوَعَظَنا مَوعظةً بليغةً وَجِلتْ منها القلوبُ، وذَرَفتْ منها العيونُ، فقيل: يا رسول الله، وعظتَنَا موعظةَ مُودِّعٍ فاعهد إلينا بعهد. فقال: «عَلَيكُم بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِن عَبدًا حَبَشِيًّا، وَسَتَرَونَ مِنْ بَعْدِي اختِلَافًا شَدِيدًا، فَعَلَيكُم بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ المَهْدِيِّينَ، عَضُوا عَلَيهَا بِالنَّواجِذِ، وَإِيَّاكُم وَالأُمُورُ المُحْدَثَاتِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه وأحمد]

(۴۴)–عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ کھڑے ہوئے اور ایسا متاثر کرنے والا وعظ فرمایا کہ ہمارے دل دہل گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ لہذا کسی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسا وعظ فرمایا ہے، جو الوداعی وعظ معلوم ہوتا ہے۔ لہذا آپ ہمیں کچھ وصیت فرمائیں۔ چنانچہ فرمایا: "تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے حکمرانوں کا حکم سننا اور ماننا۔ خواہ حکمراں ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میرے بعد بہت زیادہ اختلاف دیکھو گے۔

لہٰذا تم میری سنت اور میرے نیک اور ہدایت یاب خلفاء کی سنت پر چلتے رہنا۔ اسے اپنے داڑھوں سے پکڑے رہنا۔ اور دیکھو، دین کے نام پر سامنے آنے والی نت نئی چیزوں سے دور رہنا۔ کیوں کہ ہر بدعت (دین کے نام پر سامنے آنے والی نئی چیز) گمراہی ہے۔" [صحیح][اسے ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

ایک دن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا۔ وعظ اتنا متاثر کرنے والا تھا کہ اس سے لوگوں کے دل دہل گئے اور آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ یہ منظر دیکھ کر صحابہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک الوداع کہنے والے کی جانب سے پیش کیا جانے والا خطاب ہے۔ کیوں کہ انھوں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کرتے وقت اپنا کلیجہ نکال کر رکھ دیا۔ لہذا انھوں نے آپ سے کچھ وصیت کرنے کو کہا، تا کہ آپ کے بعد اسے مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ چنانچہ آپ نے کہا: میں تم اللہ عز و جل کا خوف رکھنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہاں یہ یاد رہے کہ اللہ سے ڈرنے کا مطلب ہے واجبات کو ادا کرنا اور محرمات سے اجتناب کرنا۔ اسی طرح میں تم کو حکمرانوں کا حکم سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں۔ خواہ تمھارا حکمراں کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی ایک معمولی سے معمولی انسان بھی اگر تمھارا حکمراں بن جائے، تو تم اس سے بدک کر دور مت ہٹو۔ تم اس کی بات مانو، تا کہ فتنے سر نہ اٹھا سکیں۔ کیوں کہ تم میں سے جو لوگ زندہ رہیں گے، وہ بہت سارا اختلاف دیکھیں گے۔ پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم نے اپنے صحابہ کو اس اختلاف سے نکلنے کا راستہ بتایا۔ راستہ یہ ہے کہ آپ کی سنت اور آپ کے بعد مسند خلافت سنبھالنے والے نیک ہدایت یاب خلفا؛ ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم کی سنت کو مضبوطی سے تھام کر رکھا جائے۔ آپ نے اسے داڑھوں سے پکڑنے کا حکم دیا۔ یعنی ہر حال میں سنت کو لازم پکڑا جائے اور اس پر قائم رہا جائے۔ اس کے بعد آپ نے ان کو دین کے نام پر سامنے آنے والی نت نئی چیزوں یعنی بدعات و محدثات

سے خبر دار کیا۔ کیوں کہ دین کے نام پر سامنے آنے والی ہر نئی چیز گمراہی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنے اور اس کی اتباع کرنے کی اہمیت۔

۲. پند و موعظت اور دلوں کو نرم کرنے پر توجہ۔

۳. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسند خلافت پر فائز ہونے والے چاروں صالح اور ہدایت یاب خلفا یعنی ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کی اتباع کا حکم۔

۴. دین کے نام پر نئی چیزیں ایجاد کرنے کی ممانعت اور اس بات کا اعلان کہ دین کے نام پر سامنے آنے والی ہر نئی چیز بدعت ہے۔

۵. مسلمانوں کی زمام حکومت سنبھالنے والے لوگوں کی بات سننا اور ماننا ضروری ہے، جب تک کہ وہ کسی گناہ کے کام کا حکم نہ دیں۔

۶. ہر وقت اور ہر حال میں اللہ کا خوف رکھنے کی اہمیت۔

۷. اس امت میں اختلافات سامنے آتے رہیں گے اور اس طرح کے حالات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت کی جانب لوٹنا لازم ہوگا۔

(٦٥٠٥٧)

(٤٥) – عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: «مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ، وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً، وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ، يَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ، أَوْ يَدْعُو إِلَى عَصَبَةٍ، أَوْ يَنْصُرُ عَصَبَةً، فَقُتِلَ، فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ، وَمَنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي، يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا، وَلَا يَتَحَاشَى مِنْ مُؤْمِنِهَا، وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ، فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۴۵)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو (امیر کی

اطاعت سے نکل جائے اور (مسلمانوں کی) جماعت چھوڑ دے اور اسی حال میں اس کی موت ہو جائے، تو ایسی موت جاہلیت کی موت ہے۔ جو شخص ایسے جھنڈے تلے لڑائی لڑے، جس کا مقصد واضح نہ ہو، وہ عصبیت کی بنا پر غصے میں آتا ہو، یا عصبیت کی دعوت دیتا ہو یا عصبیت کا تعاون کرتا ہو، پھر اسی حالت میں مارا جائے، تو اس کی موت جاہلیت والی موت ہے۔ جو میری امت کے خلاف لڑائی کے لیے نکلے اس طور پر کہ امت کے نیک و برے لوگ سبھی کو مارے، نہ مؤمن کو چھوڑے نہ معاہد کے عہد کو نبھائے، ایسا شخص مجھ میں سے نہیں ہے اور میں اس میں سے نہیں ہوں۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جو شخص حکمرانوں کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکل گیا اور امام کی بیعت پر اتفاق رکھنے والی جماعت اسلام سے الگ ہو گیا، پھر اسی علاحدگی اور عدم اطاعت کی حالت میں مر گیا، تو وہ زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کی موت مرا، جو نہ کسی امیر کی اطاعت کرتے تھے اور نہ ایک جماعت سے جڑے ہوئے تھے۔ بلکہ الگ الگ ٹولیوں اور جتھوں میں بٹے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے۔

اسی طرح آپ نے بتایا کہ جس نے کسی ایسے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو کر جنگ کی، جس کے بارے میں یہ واضح نہ ہو کہ وہ حق کی بنیاد پر اٹھایا گیا ہے یا باطل کی بنیاد پر، پھر وہ اللہ کے دین کے لیے نہیں، بلکہ اپنی قوم یا اپنے قبیلے کے تعصب میں طیش میں آتا ہو اور علم و بصیرت سے خالی ہو کر محض تعصب کی بنیاد پر جنگ میں شریک ہوتا ہو اور اسی حالت میں مر جائے، تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

اسی طرح جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خلاف بغاوت کی، وہ اس کے نیک و بد سبھی لوگوں کی گردن ناپنے لگے، اپنی ان حرکتوں کی کوئی پرواہ نہ رکھے، ایمان والوں کے قتل کے انجام سے خوف نہ کھائے، معاہد غیر مسلموں اور حکمرانوں سے کیے گئے وعدے کو پورا نہ کرے، تو وہ اپنے ان

گناہوں کی وجہ سے، جو کبیرہ گناہوں کے ضمن میں آتے ہیں، اس شدید ترین وعید کا حق دار بن گیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. حکمرانوں کی اطاعت واجب ہے، جب تک وہ کسی ایسے کام کا حکم نہ دیں، جس سے اللہ تعالی کی نافرمانی لازم آتی ہو۔
٢. اس حدیث میں مسلم حکمراں کی اطاعت سے باہر نکل جانے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جانے سے پر زور انداز میں خبر دار کیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح کی حالت میں مر جاتا ہے، تو وہ دور جاہلیت کے لوگوں کی موت مر جاتا ہے۔
٣. اس حدیث میں عصبیت کی بنیاد پر جنگ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔
٤. ایفائے عہد واجب ہے۔
٥. امام (حکمراں) کی اطاعت اور جماعت سے لازمی وابستگی کے بہت سے فائدے ہیں۔ اس سے امن و سکون کی فضا بنتی ہے اور سارے احوال ٹھیک رہتے ہیں۔
٦. دور جاہلیت کے لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت۔
٧. مسلمانوں کی جماعت سے لازمی طور پر وابستہ رہنے کا حکم۔

(٥٨٢١٨)

(٤٦) – عن مَعقِلِ بن يَسار المُزَنِيّ رضي الله عنه قال: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٤٦)۔ معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو کہتے ہوئے سنا: ”جس بندے کو اللہ کسی رعایا کا نگران بناتا ہے اور مرنے کے دن وہ اس حالت میں

مرتا ہے کہ اپنی رعیت کے ساتھ دھوکا کررہاہوتا ہے، تو اللہ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے"۔ [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ ہر وہ شخص جسے اللہ نے لوگوں کا والی اور ذمے دار بنایا، ولایت چاہے عام ہو، جیسے امیر اور حاکم یا خاص ہو، جیسے ایک مرد یا ایک عورت پر عائد ہونے والی گھر کی ذمے داری، پھر اس نے اپنے ماتحت لوگوں کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کی، ان کو دھوکہ دیا، خیر خواہی سے کام نہیں لیا اور ان کے دینی و دنیوی حقوق کو ضائع کر دیا، وہ اس سخت سزا کا مستحق ہو گیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. یہ وعید حکمران وقت اور اس کے کارندوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر ہر وہ شخص داخل ہے، جس کے ماتحت کچھ لوگ ہوں۔
٢. مسلمانوں کی کوئی بھی عوامی ذمے داری قبول کرنے والے پر ان کی خیر خواہی کرنا، امانت ادا کرنے کی کوشش کرنا اور خیانت سے خوف کھانا واجب ہے۔
٣. کوئی بھی عام یا خاص، چھوٹی یا بڑی ذمے داری قبول کرنے کی اہمیت۔

(٥٣٣٥)

(٤٧) – عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ المُؤمنين رضي الله عنها: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «سَتَكُونُ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ عَرَفَ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ» قَالُوا: أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: «لَا، مَا صَلَّوْا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٤٧)- ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مستقبل میں ایسے حکمراں سامنے آئیں گے، جن کے کچھ کام تمہیں بھلے لگیں گے اور کچھ برے۔ ایسے میں جو ان (کے برے کاموں) کو برا جانے گا، وہ گناہ سے بری رہے گا اور جو ان کے برے کاموں کو برا کہے

گا، وہ سلامت رہے گا۔ لیکن جو (ان کے برے کاموں پر) مطمئن رہے گا اور ان کی پیروی کرے گا، (وہ ہلاکت میں پڑے گا۔)" لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: "نہیں، جب تک کہ وہ نماز پڑھتے رہیں۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ہماری حکمرانی کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے گی، جن کے کچھ کام شریعت کے مطابق ہونے کی وجہ سے ہمیں صحیح لگیں گے اور کچھ کام شریعت مخالف ہونے کی وجہ سے ہمیں غلط لگیں گے۔ اس طرح کے حالات میں جو شخص ان کے غلط کاموں کو اپنے دل سے برا جانے گا اور اس حیثیت میں نہیں ہو گا کہ ان کی تردید کر سکے، تو وہ گناہ اور نفاق سے بری مانا جائے گا۔ اس کے برخلاف جس کے پاس ہاتھ سے روکنے یا زبان سے تردید کرنے کی طاقت ہو گی اور وہ اپنی ذمے داری ادا کرے گا، تو وہ گناہ کرنے اور اس میں شریک ہونے سے محفوظ رہے گا۔ لیکن جو ان کے ان برے کاموں سے مطمئن رہے گا اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان گناہوں میں شریک ہو گا، وہ انھی کی طرح ہلاکت کا شکار ہو جائے گا۔

پھر صحابہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم اس طرح کے حکمرانوں سے جنگ نہ کریں، تو آپ نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ نہیں، ایسا اس وقت تک نہ کرنا، جب تک وہ تمھارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے نبی ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ آپ نے مستقبل میں سامنے آنے والی کچھ غیبی باتوں کی پیشین گوئی فرمائی اور وہ باتیں ہو بہو اسی طرح سامنے آبھی گئیں، جس طرح آپ نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔

۲. غلط کام سے نہ تو مطمئن ہونا جائز ہے اور نہ اس میں شریک ہونا۔ بلکہ اس کا انکار کرنا واجب ہے۔
۳. جب حکمران شریعت مخالف کام کرنے لگیں، تو ان کاموں میں ان کی اطاعت جائز نہیں ہے۔
۴. مسلم حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کے نتیجے میں فساد برپا ہو گا، خوں ریزی ہو گی اور امن و شانتی کا ماحول ختم ہو گا۔ لہذا نافرمان حکمرانوں کے غلط رویوں کو برداشت کرنا اور ان کی اذیتوں پر صبر کرنا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے۔
۵. نماز کی بڑی اہمیت ہے۔ نماز کفر اور اسلام کے درمیان امتیاز کرنے والی چیز ہے۔

(۳۴۸۱)

(٤٨) – عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَتَكُونُ أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «تُؤَدُّونَ الحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ، وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۴۸)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "آنے والے وقت میں ترجیح دیے جانے کے معاملے اور ایسی باتیں سامنے آئیں گی، جو تمھیں بری لگیں گی۔" صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: "تم اپنی ذمے داریاں ادا کرتے رہنا اور اپنا حق اللہ سے مانگنا۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ آنے والے دنوں میں مسلمانوں کے حکمران ایسے لوگ بن جائیں گے، جو مسلمانوں کے اموال وغیرہ کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ کریں گے اور مسلمانوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھیں گے۔ ان کی جانب سے دین سے متعلق کئی ایسی چیزیں سامنے آئیں گی، جو قابل نکیر ہوں گی۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ایسی حالت میں ان کو کیا

کرنا چاہیے؟ آپ نے بتایا کہ ان کا عام مسلمانوں کے اموال کو ہڑپ لینا تم کو اس بات پر نہ ابھارے کہ ان کی بات سننے اور ماننے کی جو ذمہ داری تمہارے اوپر عائد ہوتی ہے' اس کو ادا کرنے سے دست بردار ہو جاؤ۔ تم صبر سے کام لینا، ان کی بات سننا اور ماننا، ان سے الجھنے کی کوشش مت کرنا، اپنا حق اللہ سے مانگنا اور اس بات کی دعا کرنا کہ اللہ ان کی اصلاح فرمائے اور ان کے شر اور ظلم سے تم کو بچائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. یہ حدیث محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے نبی ہونے کی ایک اہم دلیل ہے، کیوں اس میں آپ نے اپنی امت کے اندر ایک بات پیش آنے کی بات کہی اور وہ بات بالکل اسی طرح پیش آ بھی گئی۔
۲. جس شخص پر کوئی مصیبت آنے والی ہو، اسے اس مصیبت کے بارے میں پہلے ہی بتا دینا جائز ہے، تاکہ وہ اس کے لیے تیار رہے اور جب مصیبت آئے تو صبر سے کام لے اور اسے ثواب کا ذریعہ سمجھے۔
۳. کتاب و سنت پر مضبوطی سے قائم رہنا فتنے و اختلاف سے نکلنے کا راستہ ہے۔
۴. حکمرانوں کی باتوں کو بھلے طریقے سے سننے اور ماننے اور ان کے خلاف بغاوت نہ کرنے کی ترغیب، اگرچہ ان کی جانب سے کچھ ظلم بھی ہو رہا ہو۔
۵. فتنوں کے وقت سنت کی اتباع کرنا اور حکمت سے کام لینا چاہیے۔
۶. انسان کو اپنے اوپر واجب حقوق کو ادا کرنا چاہیے، اگرچہ اس کے اوپر تھوڑا بہت ظلم ہی کیوں نہ ہو رہا ہو۔
۷. اس حدیث سے اس شرعی قاعدے کی دلیل ملتی ہے کہ جب دو برائیاں سامنے ہوں، تو ان میں سے زیادہ ہلکی برائی کا انتخاب کیا جائے گا۔ یا پھر جب دو نقصان دہ چیزیں سامنے ہوں، تو ان میں سے کم نقصان دہ چیز کا انتخاب کیا جائے گا۔

(۳۱۵۶)

(٤٩) – عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بنِ عُمرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۴۹)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: ”تم میں سے ہر آدمی ذمہ دار ہے اور ہر آدمی اپنے ماتحتوں کے بارے میں جواب دہ ہے؛ چنانچہ لوگوں کا امیر ذمہ دار ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا، مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی ذمہ دار ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا، غلام اپنے آقا کے مال کا ذمے دار ہے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس طرح تم میں سے ہر شخص ذمے دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ سماج میں رہنے والے ہر مسلمان کی کچھ ذمے داریاں ہیں، جو اسے اٹھانی ہی ہوں گی۔ امام اور امیر اپنے ماتحت لوگوں کا ذمے دار ہے۔ اس کا کام ان کے دین و شریعت کی حفاظت کرنا، ظالموں سے ان کی حفاظت کرنا، ان کے دشمنوں سے جہاد کرنا اور ان کے حقوق کو محفوظ رکھنا ہے۔ ہر شخص اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنے، ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے، ان کو تعلیم سے آراستہ کرنے اور ادب سکھانے کا مکلف ہے۔ ایک عورت پر ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کو اچھے سے سنبھالے اور بچوں کی بہتر تربیت کرے۔

خادم اور مزدور پر یہ ذمے دار عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے پاس موجود اپنے آقا کے مال کی حفاظت کرے اور اس کی خدمت کرے۔ اس طرح ہر شخص اپنے ماتحت موجود لوگوں اور چیزوں کا ذمے دار ہے اور اس سے ان کے بارے میں پرسش ہوگی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسلم سماج کے ہر فرد پر اس کی طاقت اور بساط کے مطابق ذمے داری عائد ہوتی ہے۔

٢. عورت کے سر پر بڑی ذمے داری ہے۔ اسے اپنے شوہر کا گھر بھی سنبھالنا ہے اور بچوں کے تیئں اپنی ذمے داریاں بھی ادا کرنی ہے۔

(٥٨١٩)

(٥٠) – عن عائشة رضي الله عنها قالت: سمعتُ من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في بيتي هذا: «اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٥٠)–عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا ہے: ”اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے، پھر وہ ان پر سختی کرے، تو تو بھی اس پر سختی فرما– اور جو میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے، پھر ان کے ساتھ نرمی کرے، تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما“۔ [صحیح]–[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس شخص کے لیے بد دعا کی ہے، جو مسلمانوں کی کوئی ذمے داری ہاتھ میں لے، وہ ذمے داری چھوٹی ہو یا بڑی، عام ہو یا خاص، پھر لوگوں کے ساتھ نرمی بھرا سلوک کرنے کی بجائے ان کو مشقت میں ڈالے۔ اس طرح کے آدمی کے حق میں آپ نے بد دعا یہ کی ہے کہ اللہ

اسے بھی مشقت میں ڈالے، تاکہ اسے اسی نوعیت کا بدلہ مل جائے، جس نوعیت کا اس کا عمل رہا ہے۔

جب کہ ذمے داری ملنے کے بعد لوگوں کے ساتھ نرمی بھرا سلوک کرنے والے اور ان کے ساتھ آسانی کرنے والے کے حق میں یہ دعا کی ہے کہ اللہ اس کے ساتھ نرمی بھرا سلوک کرے اور اس کا کام آسان کر دے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. مسلمانوں کی کوئی ذمے داری ہاتھ میں لینے والے پر جہاں تک ہو سکے نرمی بھرا سلوک کرنا واجب ہے۔

۲. اللہ بندے کو جزا اسی نوعیت کی دیتا ہے، جس نوعیت کا اس کا عمل رہا ہوتا ہے۔

۳. نرمی اور سختی کی کسوٹی قرآن اور حدیث ہے۔

(۵۳۳۰)

(٥١) – عن تميم الداري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «الدِّينُ النَّصِيحَةُ» قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: «لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۵۱)-تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: "دین خیر خواہی کا نام ہے"۔ ہم نے عرض کیا: کس کی خیر خواہی کا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلم حکمرانوں کی اور عام مسلمانوں کی۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا کہ دین اخلاص اور صدق کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اس کا پاس ولحاظ اسی طرح رکھنا چاہیے، جس طرح اللہ تعالی نے واجب کیا ہے۔ کامل طریقے سے' اس میں نہ کوتاہی ہو اور نہ

دھوکہ۔

چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ خیر خواہی کس کی ہونی چاہیے؟ تو آپ نے جواب دیا:

۱- اللہ سبحانہ و تعالی تعالی کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اسی کی خاطر عبادت کی جائے، کسی کو اس کا ساجھی نہ بنایا جائے، اس کی ربوبیت، الوہیت اور اس کے اسما و صفات پر ایمان رکھا جائے، اس کے حکم کی تعظیم کی جائے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی جائے۔

۲- اللہ کی کتاب یعنی قرآن پاک کے لیے خیر خواہی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا کلام مانا جائے، اسے اللہ تعالیٰ کی آخری اور پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی کتاب تسلیم کیا جائے، اس کی کما حقہ تعظیم اور تلاوت کی جائے، اس کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے، اس کی متشابہ آیتوں کو تسلیم کیا جائے، اس کی آیتوں کے غلط مطالب بیان کرنے والوں کی غلط بیانیوں کو سامنے لایا جائے، اس کی موعظتوں سے عبرت حاصل کی جائے، اس کے علوم کو پھیلایا جائے اور اس کی دعوت دی جائے۔

۳- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے آخری رسول ہونے پر یقین رکھا جائے، آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کی تصدیق کی جائے، آپ کے حکموں کی تعمیل کی جائے، آپ کی منع کی ہوئی چیزوں سے دور رہا جائے، آپ کے بتائے ہوئے طریقے ہی کے مطابق اللہ کی عبادت کی جائے، اس بات کو مانا جائے کہ ہمارے اوپر آپ کا بہت بڑا حق ہے، آپ کی عزت کی جائے، آپ کی دعوت کو عام کیا جائے، آپ کی لائی ہوئی شریعت کو پھیلایا جائے اور آپ پر لگائے جانے والے الزامات کو رد کیا جائے۔

۴- مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق پر ان کی مدد کی جائے، ان سے ٹکرانے سے اجتناب کیا جائے اور نیکی کے کاموں میں ان کی بات سنی اور مانی جائے۔

۵-عام مسلمانوں کی خیر خواہی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے، ان کو اچھے کاموں کی دعوت دی جائے، ان کو تکلیف دینے سے گریز کیا جائے، ان کا بھلا ہو اس بات سے محبت رکھی جائے اور نیکی اور تقوی کے کاموں میں ان کے ساتھ باہمی تعاون کا رشتہ رکھا جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. سبھوں کی خیر خواہی کا حکم۔
۲. دین میں خیر خواہی کا بڑا مقام ہے۔
۳. دین' اعتقادات، اقوال اور اعمال پر مشتمل ہے۔
۴. خیر خواہی کے اندر یہ بات بھی داخل ہے کہ جس کی خیر خواہی کرنی ہے، اس کے ساتھ کسی بھی طرح کے دھوکے سے نفس کو پاک رکھا جائے اور اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھا جائے۔
۵. اللہ کے نبی صلی اللہ کے تعلیم دینے کا ایک بہترین طریقہ یہ تھا کہ آپ پہلے چیزوں کو مجمل طور پر بیان کرتے تھے اور اس کے بعد ان کی تفصیل بیان کرتے تھے۔
٦. آغاز اہم ترین سے اہم کی طرف کی ترتیب کے ساتھ کرنا چاہیے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ وسلم نے سب سے پہلے اللہ کی خیر خواہی کا ذکر کیا اور اس کے بعد اللہ کی کتاب کی خیر خواہی، اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہی، اس کے بعد مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی اور اس کے بعد عام مسلمانوں کی خیر خواہی کا ذکر کیا۔

(۴۳۰۹)

(٥٢) – عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: تَلَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ: {هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ، وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ، وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ} [آل عمران: ٧]. قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَإِذَا رَأَيْتِ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللهُ، فَاحْذَرُوهُمْ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٥٢)– عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "وہی تو ہے جس نے تم پر یہ کتاب نازل کی، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور کچھ دوسری متشابہات۔ پھر جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور انہیں معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے حقیقی معنی اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ہاں جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ان پر ایمان ہے۔ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق تو صرف دانش مند ہی حاصل کرتے ہیں۔" [آل عمران: ۷]. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو قرآن کریم کی متشابہ آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، تو سمجھ لو کہ یہی وہ لوگ ہیں، جن کا نام اللہ تعالی نے اصحاب زیغ (کجی والے) رکھا ہے۔ ایسے لوگوں سے اجتناب کرو۔“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "وہی تو ہے جس نے تم پر یہ

کتاب نازل کی، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور کچھ دوسری متشابہات، یعنی ملتی جلتی ہیں۔ پھر جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور انہیں معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالاں کہ ان کے حقیقی معنی اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ہاں جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ان پر ایمان ہے۔ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق تو صرف دانش مند ہی حاصل کرتے ہیں۔" اس آیت میں اللہ پاک نے یہ بتایا ہے کہ اسی نے اپنے نبی پر قرآن نازل فرمایا، جس میں کچھ واضح طور پر دلالت کرنے والی آیتیں ہیں، جن کے احکام معروف و مشہور ہیں اور ان میں کوئی التباس نہیں ہے۔ یہ آیتیں ہی قرآن کی اصل اور مرجع ہیں۔ اختلاف کے وقت انہی آیتوں کی طرف لوٹنا چاہیے۔ جب کہ قرآن کی کچھ آیتیں ایسی بھی ہیں، جن میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال پایا جاتا ہے۔ بعض لوگوں پر ان کے معانی کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے یا وہ یہ گمان کر بیٹھتے ہیں ان آیتوں کا دوسری آیتوں سے تعارض و تصادم ہے۔ پھر اللہ تعالی نے ان آیتوں کے تئیں لوگوں کے تعامل کی وضاحت فرمائی۔ چنانچہ جن لوگوں کے دل حق سے پھرے ہوئے ہیں، وہ محکم آیتوں کو چھوڑ دیتے اور (ایک سے زائد معانی پر محتمل) متشابہ آیتوں کو لے لیتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد شبہات پھیلانا اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ ان متشابہ آیتوں کو سمجھتے ہیں اور انہیں محکم آیتوں کی طرف لوٹاتے ہیں، ان پر ایمان لاتے ہیں اور یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ پاک کی جانب سے ہیں، اس لیے ان کے درمیان تعارض اور التباس ناممکن ہے۔ لیکن اس سے نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل سلیم کے حامل ہیں۔ پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ اگر انہیں متشابہ آیتوں کی جستجو میں پڑے ہوئے لوگ نظر آئیں، تو جان لیں کہ یہی وہ لوگ ہیں، جن کا نام اللہ تعالی نے اس

آیت میں لیا ہے: "جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے"، اس لیے ان سے دور رہیں اور ان کی باتوں پر کان نہ دھریں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. قرآن مجید کی محکم آیتیں وہ ہیں، جن کی دلالت واضح اور جن کے معانی ظاہر ہیں اور متشابہ آیتیں وہ ہیں، جو ایک سے زائد معانی کا احتمال رکھتی ہوں اور (ان کو سمجھنے کے لیے) غور وفکر اور فہم وبصیرت کی ضرورت ہو۔

۲. گمراہ، بدعتی اور لوگوں کو گمراہی اور شک وشبہ میں مبتلا کرنے کی غرض سے شبہات پیدا کرنے والوں کی صحبت میں رہنے کی ممانعت۔

۳. آیت کا اختتام اللہ کے فرمان "کسی چیز سے صحیح سبق تو صرف دانش مند ہی حاصل کرتے ہیں" سے کر کے دراصل گمراہ لوگوں کی مذمت اور گہرے علم والے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہا گیا ہے کہ جس نے نصیحت حاصل نہیں کی اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا رہا، وہ عقل مندوں میں سے نہیں ہے۔

۴. متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑنا دل کی گمراہی کا سبب ہے۔

۵. جن متشابہ آیتوں کا معنی ومفہوم سمجھنے میں دشواری ہو، انہیں محکم آیتوں کی طرف لوٹانا واجب ہے۔

۶. اللہ پاک نے قرآن کی بعض آیتوں کو محکم اور بعض کو متشابہ بنایا ہے، تاکہ لوگوں کی آزمائش ہو سکے اور اہل ایمان اور اہل ضلالت میں فرق ہو سکے۔

۷. قرآن میں متشابہ آیتوں کے پیچھے یہ مصلحت کار فرما ہے کہ عام لوگوں کی مقابلہ میں علماء کی فضیلت آشکارا ہو سکے اور لوگوں کو اپنی عقل کی کوتاہی معلوم ہو سکے، تاکہ وہ اپنے رب

کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور اپنی عاجزی کا اعتراف کریں۔

8. علم میں پختگی کی فضیلت اور اس پر ثابت قدم رہنے کی ضرورت۔
9. {وما يعلم تأويله إلا الله والراسخون في العلم} اس آیت میں (اللہ) پر وقف کرنے سے متعلق مفسرین کے دو اقوال ہیں۔ جو (اللہ) پر وقف کے قائل ہیں، ان کے نزدیک تاویل سے مراد چیز کی حقیقت و کیفیت اور اس چیز کا علم ہے، جس کا حصول ناممکن ہے۔ جیسے روح اور قیامت جیسی چیزیں، جن کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ علم میں پختگی رکھنے والے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی حقیقت کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ اس طرح وہ (بے جا تاویل سے) بچ جاتے ہیں اور (دوسروں کو بھی گمراہی سے) بچا لیتے ہیں۔ البتہ جو وصل کے قائل ہیں اور (اللہ) پر وقف نہیں کرتے، ان کے نزدیک تاویل سے مراد تفسیر اور وضاحت ہے۔ ان کے نزدیک معنی یہ ہے کہ اللہ اسے جانتا ہے اور علم میں پختگی رکھنے والے بھی اسے جانتے ہیں۔ چناں چہ وہ ان پر ایمان رکھتے اور انہیں محکم آیتوں کی طرف لوٹاتے ہیں۔

(٦٥٠٦٢)

(٥٣) – عن أبي سعيد الخُدْرِيِّ رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٥٣)– ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "تم میں سے جو شخص منکر (غلط کام) دیکھے، وہ اسے اپنے ہاتھ (قوت) سے بدل دے۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اس کی نکیر کرے۔ اگر اس

کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل میں (اسے برا جانے اور اسے بدلنے کی مثبت تدبیر سوچے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں حسب استطاعت منکر کو بدلنے کا حکم دے رہے ہیں- منکر سے مراد ہر وہ عمل ہے، جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے- جو شخص کوئی منکر (غلط کام) دیکھے، تو اس پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ اگر اس کے پاس طاقت ہو تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر اس کے پاس اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اس پر نکیر کرے۔ یعنی غلط کام کرنے والے کو اسے کرنے سے منع کرے، اسے اس کا نقصان بتائے اور اس کی رہنمائی اس برے کام کی جگہ پر کسی اچھے کام کی جانب کرے۔ اگر اس سے بھی عاجز ہو، تو اس کے دل میں اس غلط کام کے خلاف رد عمل ہونا چاہیے۔ یعنی اس غلط کام کو برا جانے اور یہ عزم کرے کہ اگر اس کے پاس اس سے روکنے کی طاقت آ جائے تو ضرور روکے گا۔ دل کے اندر پیدا ہونے والا یہ رد عمل ایمان کا سب سے کمزور مرتبہ ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

1. یہ حدیث منکر کو تبدیل کرنے کے مراتب بیان کرنے کے سلسلے میں بنیاد اور مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔
2. منکر سے روکنے کے سلسلے میں درجہ بندی کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہر انسان اپنی استطاعت وقدرت کے حساب سے اس کام کو انجام دے۔
3. منکر سے روکنا ایک بہت بڑی دینی ذمے داری ہے، جو کسی سے بھی ساقط نہیں ہوتی ہے۔ ہر شخص کو اپنی طاقت کے مطابق اس ذمے داری کو ادا کرنا ہے۔
4. بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایمان کی ایک خصلت ہے اور ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے۔

۵. منکر سے روکنے کے لیے شرط ہے کہ اس عمل کے منکر ہونے کا علم ہو۔
٦. منکر کو بدلنے کے لیے شرط ہے کہ اس کے نتیجے میں اس سے بڑا کوئی منکر وجود میں نہ آئے۔
۷. منکر سے روکنے کے کچھ آداب اور شروط ہیں جن سے مسلمان کو آگاہ اور واقف ہونا چاہیے۔
۸. منکر کی نکیر کرنے کے لیے شریعت کے اسرار و رموز سے واقفیت اور علم و بصیرت ضروری ہے۔
۹. دل سے منکر کی نکیر نہ کرنا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔

(٦٥٠٠١)

(٥٤) – عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَثَلُ القَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللَّهِ وَالوَاقِعِ فِيهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلاَهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ المَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا، وَنَجَوْا جَمِيعًا». [صحيح] - [رواه البخاري]

(۵۴)–نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے حدود پر قائم رہنے والوں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنھوں نے ایک کشتی میں جگہ کی تعیین کے لیے قرعہ اندازی کی، جس کے نتیجہ میں کچھ لوگوں نے کشتی کے اوپر والے حصے میں اور کچھ لوگوں نے نیچے والے حصے میں جگہ حاصل کی۔ جو لوگ نیچے والے حصے میں تھے، انھیں پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ لہٰذا انھوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کر لیں، تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے، تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں

گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں گے (اور انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے) تو یہ خود بھی بچ جائیں گے اور باقی لوگ بھی بچ جائیں گے"۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حدود پر قائم رہنے والوں، اس کے احکامات کی تعمیل کرنے والوں، بھلائی کا حکم دینے والوں اور برائی سے روکنے والوں کی ایک عمدہ مثال پیش کی ہے۔ اور اللہ کی حدود کی خلاف ورزی کرنے والوں، بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے گریز کرنے والوں اور غلط کام کرنے والوں اور سماج کی نجات پر مرتب ہونے والے اس کے اثرات کی مثال ایک ایسی قوم سے پیش کی جو کشتی پر سوار ہوئے اور اس بات کے لیے قرعہ اندازی کی کہ کون کشتی کے بالائی حصے میں سوار ہوگا اور کون زیریں حصے میں۔ چنانچہ کچھ لوگوں کے حصے میں بالائی حصہ آیا اور کچھ لوگوں کے حصے میں زیریں حصہ۔ (چوں کہ پانی کا انتظام بالائی حصے میں تھا، اس لیے) زیریں حصے والوں کو پانی حاصل کرنے کے لیے بالائی حصے والوں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔ ایسے میں زیریں حصے والوں نے سوچا کہ اگر پانی حاصل کرنے کے لیے زیریں حصے میں ایک سوراخ کر لیں، تو بہتر ہو۔ اس طرح ہم بالائی حصے والوں کو تکلیف میں ڈالنے سے بچ سکتے ہیں۔ اس طرح کے حالات میں بالائی حصے والوں نے اگر زیریں حصے والوں کا ہاتھ نہ پکڑا اور ان کو سوراخ کرنے سے نہ روکا، تو کشتی ڈوب جائے گی اور سارے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ جب کہ اگر ان کا ہاتھ پکڑ لیا، تو سارے لوگ بچ جائیں گے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. سماج کی حفاظت اور نجات میں بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی اہمیت۔
٢. تعلیم دینے کا ایک طریقہ مثال پیش کرنا ہے۔ اس سے غیر محسوس چیزوں کو محسوس چیزوں کے لباس میں پیش کیا جا سکتا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

۳. غلط کام ہوتے ہوئے دیکھنا اور اس کا انکار نہ کرنا ایسی برائی ہے، جس کا نقصان پورے سماج کو ہوتا ہے۔
۴. غلط کام کرنے والوں کو زمین میں فساد پھیلانے کی چھوٹ دینا سماج کو ہلاکت کی جانب لے جاتا ہے۔
۵. غلط کام اچھی نیت سے کرنے سے وہ کام صحیح نہیں ہو جاتا۔
۶. مسلم سماج کی اصلاح کی ذمے داری تمام لوگوں پر عائد ہوتی ہے، کسی ایک شخص پر نہیں۔
۷. مخصوص لوگوں کے گناہ کا عذاب عام لوگوں کو بھی جھیلنا پڑ سکتا ہے، اگر ان کو گناہ سے روکا نہ جائے۔
۸. غلط کام کرنے والے ایسا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے غلط کام سماج کے لیے بہتر ہیں۔ ایسا منافق بھی کرتے ہیں۔

(۳۳۴۱)

(۵۵) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۵۵)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی ہدایت کی طرف بُلایا، اسے اس کی پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا اور اس سے پیروی کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی طرف بلایا اُس کے اوپر اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ (کا بوجھ) ہوگا اور اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔" [صحیح] - [اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جس نے اپنے قول و عمل کے ذریعے لوگوں کو حق اور خیر کا راستہ دکھایا، اسے اس کے بعد اس راستے پر چلنے والے تمام لوگوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا اور اس سے بعد میں چلنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کٹوتی بھی نہیں ہوگی۔ اس کے برخلاف جس نے اپنے قول و عمل کے ذریعے لوگوں کو کسی برائی، گناہ یا کسی حرام کام کا راستہ دکھایا، اسے بعد میں اس راستے پر چلنے والے تمام لوگوں کے برابر گناہ ہوگا اور اس سے بعد کے لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ہدایت کی دعوت دینے کی فضیلت۔ کم ہو یا زیادہ۔ دعوت دینے والے کو عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ یہ دراصل اللہ کا بہت بڑا فضل و کرم ہے۔

٢. گمراہی کی دعوت دینے کا نقصان۔ گمراہی کم ہو یا زیادہ۔ گمراہی کی دعوت دینے والے کو اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

٣. انسان کو اجر و ثواب اسی نوعیت کا ملتا ہے، جس نوعیت کا اس کا عمل ہوتا ہے۔ لہذا جو کسی اچھے کام کی دعوت دے گا، اسے اچھا کام کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا اور جو کسی برے کام کی دعوت دے گا، اسے برا کام کرنے والے کے برابر گناہ ہوگا۔

٤. ایک مسلمان کو اس بات سے خبردار رہنا چاہیے کہ لوگوں کے سامنے اس کے کھلے عام گناہ کرنے کی وجہ سے کہیں دوسرے لوگ اسے دیکھ کر وہ گناہ نہ کرنے لگیں۔ کیوں کہ اسے دیکھ کر وہ برا کام کرنے والے دوسرے لوگوں کے گناہ کا بوجھ بھی اسے اٹھانا پڑے گا، چاہے اس نے ان کو ترغیب دی ہو یا نہ دی ہو۔

(٣٣٧٣)

(٥٦) – عن أبي مسعود الأنصاري رضي الله عنه قال: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي، فَقَالَ: «مَا عِنْدِي»، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَا أَدُلُّهُ عَلَى مَنْ يَحْمِلُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۵۶)–ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ایک شخص اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری سواری کا جانور ہلاک ہو چکا ہے۔ لہٰذا مجھے سواری کے لیے ایک جانور عطا کیجیے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "میرے پاس جانور نہیں ہے۔" اتنے میں ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اسے ایک شخص کے بارے میں بتا سکتا ہوں، جو اسے سواری کے لیے جانور دے دے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "جس نے نیکی کی طرف رہنمائی کی تو اس کو اس نیکی کا کام کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

ایک شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری سواری کا جانور ہلاک ہو گیا ہے، لہٰذا مجھے سواری کے لیے ایک جانور عطا کیجیے، تاکہ میں اپنا سفر پورا کر سکوں۔ لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ تمھیں دینے کے لیے میرے پاس جانور نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر وہاں موجود ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں اسے ایک شخص کا پتہ بتا سکتا ہوں، جو اسے سواری کے لیے جانور دے دے گا۔ اسی پس منظر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ بھی اجر و ثواب میں صدقہ کرنے والے کا شریک ہے۔ کیوں کہ اس نے ضرورت مند کو ضرورت پوری کرنے کا راستہ بتایا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اچھے کام کا راستہ دکھانے کی ترغیب۔
٢. اچھے کام کی ترغیب سے مسلم معاشرے میں باہمی تعاون وہمدردی اور آپسی اخوت و محبت کی فضا استوار ہوتی ہے۔
٣. اللہ کا فضل وکرم بڑا وسیع ہے۔
٤. یہ حدیث ایک عام قاعدے کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے اندر نیکی کے سارے کام داخل ہیں۔
٥. انسان جب مانگنے والے کی ضرورت پوری نہ کر سکے، تو اس کی مناسب رہ نمائی کر دے۔

(٥٣٥٤)

(٥٧) – عَنْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: «لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ»، قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: «أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟» فَقِيلَ: هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، قَالَ: «فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ»، فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: «انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۵۷)- سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں یہ جھنڈا کل ایسے آدمی کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالی فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔“ چنانچہ لوگوں نے رات یہ بحث کرتے ہوئے گزاری کہ کون وہ (خوش نصیب) ہو گا، جسے ان میں سے جھنڈا دیا جائے گا۔ جب لوگوں نے صبح کی تو اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے۔ سب کے سب امید رکھتے تھے کہ انھیں جھنڈا دیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟“ اللہ کے رسول کو بتلایا گیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان کو بلا بھیجو۔“ چنانچہ وہ لائے گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ تو وہ اس طرح ٹھیک ہو گئے، جیسے انھیں کوئی درد تھا ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے انھیں جھنڈا عطا فرمایا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ان سے لڑوں یہاں تک کہ وہ ہم جیسے (مسلمان) ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(نہیں بلکہ) آرام و سکون کے ساتھ چلو، یہاں تک کہ تم ان کے میدان میں پڑاؤ ڈالو، پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور انھیں بتلاؤ کہ تم پر اللہ کے یہ یہ حق ہیں۔ اللہ کی قسم! تمھارے ذریعے سے کسی ایک آدمی کا ہدایت یافتہ ہو جانا تمھارے لیے (بیش قیمت) سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بتایا کہ آئندہ کل مسلمانوں کو خیبر کے یہودیوں پر فتح نصیب ہو جائے گی۔ فتح ایسے شخص کے ہاتھوں نصیب ہو گی، جسے آپ جھنڈا عطا کریں گے۔ یہاں آئے ہوئے عربی لفظ "الراية" کے معنی اس جھنڈے کے ہیں، جسے فوج نشان کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ جھنڈا حاصل کرنے والے اس شخص کے اوصاف بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ چنانچہ

صحابہ نے رات اس بات پر چرچا کرتے ہوئے گزاری کہ صبح جھنڈا کسے ملے گا؟ ہر شخص کی خواہش تھی کہ یہ عظیم شرف اسے ملے۔ صبح ہوئی، تو سب لوگ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سب کے دل میں آرزو تھی کہ جھنڈا اٹھانے کی سعادت حاصل ہو جائے۔

لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا: عرض کیا گیا کہ وہ بیمار ہیں اور ان کی آنکھوں میں پریشانی ہے۔

آپ نے ان کو بلا بھیجا۔ وہ لائے گئے، تو ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگا دیا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ چنانچہ ایسے ٹھیک ہو گئے، جیسے کوئی پریشانی تھی ہی نہیں۔ اب ان کو جھنڈا اعطا فرمایا اور حکم دیا کہ آرام سے چلتے رہیں۔ دشمنوں کے قلعے کے قریب پہنچ جائیں، تو ان کو اسلام قبول کرنے کی پیش کش کریں اور قبول کر لیں تو ان کو اسلام کے فرائض سکھائیں۔

اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دعوت الی اللہ کی فضیلت سمجھائی اور بتایا کہ کسی داعی کے ہاتھ پر ایک شخص بھی ہدایت یاب ہو جائے، تو یہ اس کے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، جن کا مالک بننے کے بعد وہ چاہے تو انہیں پاس رکھے اور چاہے تو صدقہ کر دے۔ واضح رہے کہ عربوں کے یہاں سرخ اونٹ نفیس اور بیش قیمت اموال میں شمار ہوتے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کے حق میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گواہی کہ اللہ اور اس کے رسول کو ان سے محبت ہے اور ان کو اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے۔

٢. صحابہ خیر کے حریص تھے اور اسے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔

٣. جنگ و قتال کے وقت بھی ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا اور بغیر ضرورت کے تکلیف دہ آوازیں نکالنے اور طیش میں آنے سے گریز کرنا مشروع ہے۔

٤. یہ بھی آپ کے برحق نبی ہونے کی دلیل ہے کہ آپ نے یہودیوں پر فتح یاب ہونے کی اطلاع پہلے ہی دے دی اور آپ کے ہاتھوں پر اللہ کے حکم سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

٥. جہاد کا سب سے بڑا مقصد ہے، لوگوں کا مذہب اسلام میں داخل ہونا۔

٦. دعوت تدریجی طور پر دی جائے گی۔ چنانچہ پہلے کافر سے کہا جائے گا کہ وہ شہادتین کا اقرار کر کے اسلام میں داخل ہو جائے اور اس کے بعد اسے اسلامی فرائض کا حکم دیا جائے گا۔

٧. اسلام کی دعوت دینے کی فضیلت اور یہ کہ اس میں داعی اور مدعو دونوں کے لیے خیر و بھلائی مضمر ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ مدعو کو ہدایت مل جائے اور داعی اجر عظیم سے بہرہ ور ہو۔

(٣٤٠٩)

(٥٨) – عن ابنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قال: قال رسولُ الله صلَّى الله عليه وسلم: «مَن تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ». [حسن] - [رواه أبو داود وأحمد]

(٥٨)–عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے“۔ [حَسَنْ] [اسے ابوداود اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جس نے کسی کافر، فاسق یا صالح قوم کی مشابہت اپنائی، مثلا عقائد، عبادتوں یا عادتوں سے جڑا ہوا کوئی ایسا کام کیا، جو ان کی خصوصیت کے طور پر جانا

جاتا ہے، تو اس کا شمار انہی لوگوں میں ہو گا۔ کیوں کہ ظاہری امور میں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے باطنی مشابہت کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ کسی قوم سے مشابہت اس سے مرعوبیت کا نتیجہ ہوتا ہے، جو کبھی کبھی اس سے محبت، اس کی تعظیم اور اس کی جانب میلان کا سبب بن جاتی ہے اور بسا اوقات اس کا نتیجہ اس سے باطنی اور عبادت تک میں مشابہت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اللہ کی پناہ۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس حدیث میں کافروں اور فاسقوں سے مشابہت اختیار کرنے سے خبردار کیا گیا ہے۔
٢. اس حدیث میں نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب دی گئی ہے۔
٣. ظاہری مشابہت باطنی مشابہت کا سبب بنتی ہے۔
٤. انسان مشابہت اور اس کی نوعیت کے مطابق وعید اور گناہ کا حق دار بنتا ہے۔
٥. دین اور خاص عادتوں کے معاملے میں کافروں کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت۔ لیکن دیگر باتوں میں جیسے علم وہنر وغیرہ سیکھنے میں مشابہت اختیار کرنا اس وعید کے دائرے میں نہیں آئے گا۔

(٥٣٥٣)

(٥٩) – عن أبي هريرة رضي الله عنه أَن النبيَّ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّم قَالَ: «الرّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُر أَحَدُكُم مَنْ يُخَالِل». [حسن] - [رواه أبو داود والترمذي وأحمد]

(٥٩)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔" [حَسَنٌ]-[اسے ابوداود ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ ایک انسان کی سیرت اور اخلاق ویسے ہی ہوا کرتے ہیں، جیسے اس کے ساتھی اور دوست کے ہوا کرتے ہیں۔ دوستی کا اثر اخلاق، کردار اور معاملات پر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اچھے دوست کا انتخاب کرنے کی ہدایت دی ہے۔ کیوں کہ اچھا دوست ایمان، ہدایت اور خیر کی راہ دکھاتا ہے اور بھلائی کے کاموں میں اپنے دوست کا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اچھے لوگوں کا انتخاب کرنے اور ان کے ساتھ رہنے کا حکم اور برے لوگوں کے ساتھ رہنے کی ممانعت۔
٢. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں دوست کا ذکر کیا ہے، رشتے دار کا نہیں، کیوں کہ دوست کا انتخاب انسان کرتا ہے اور رشتے داروں کے انتخاب میں اس کا ہاتھ نہیں ہوتا۔
٣. کسی سے دوستی سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے۔
٤. انسان ایمان والوں کی صحبت سے اپنے دین کو مضبوط کرتا ہے اور فساق کی صحبت سے اسے کمزور کرتا ہے۔

(٣١٢٢)

(٦٠) – عن تَميم الداري رضي الله عنه، قال: سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «لَيَبْلُغَنَّ هَذَا الأَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَلَا يَتْرُكُ اللهُ بَيْتَ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ هَذَا الدِّينَ، بِعِزِّ عَزِيزٍ أَوْ بِذُلِّ ذَلِيلٍ، عِزًّا يُعِزُّ اللهُ بِهِ الإِسْلَامَ، وَذُلًّا يُذِلُّ اللهُ بِهِ الكُفْرَ» وَكَانَ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ يَقُولُ: قَدْ عَرَفْتُ ذَلِكَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، لَقَدْ أَصَابَ مَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمُ الْخَيْرُ وَالشَّرَفُ وَالْعِزُّ، وَلَقَدْ أَصَابَ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ كَافِرًا الذُّلُّ وَالصَّغَارُ وَالْجِزْيَةُ. [صحيح] - [رواه أحمد]

(٦٠)- تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: "یہ دین ہر اس جگہ تک پہنچ کر رہے گا جہاں دن اور رات کا چکر چلتا ہے اور اللہ کوئی کچا پکا گھر ایسا نہیں چھوڑے گا جہاں اس دین کو داخل نہ کر دے، خواہ اسے عزت کے ساتھ قبول کر لیا جائے یا اسے رد کر کے (دنیا و آخرت کی) ذلت قبول کر لی جائے؛ ایسی عزت جو اللہ اسلام کے ذریعے عطا کرے گا اور ایسی ذلت جس سے اللہ کفر کی وجہ سے دوچار کرے گا۔" تمیم داری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اس فرمان رسول ﷺ کی صداقت میں نے اپنے خاندان میں دیکھی ہے کہ ان میں سے جو مسلمان ہو گیا، اسے خیر، شرافت اور عزت نصیب ہوئی اور جو کافر رہا، اسے ذلت، رسوائی اور جزیہ کا سامنا کرنا پڑا۔ [صحیح]-[اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عن قریب یہ دین روئے زمین کے تمام گوشوں میں پھیل جائے گا۔ جہاں بھی رات اور دن کا سلسلہ ہے، وہاں یہ دین پہنچ جائے گا۔ شہر و بستی اور دیہات و صحرا کا ایسا کوئی گھر باقی نہیں رہے گا، جہاں یہ دین پہنچ نہ جائے۔ لہذا جو اس دین کو قبول کرے گا اور اس پر ایمان رکھے گا، وہ اسلام کی طاقت کی برکت سے طاقت ور ہو جائے گا۔ اس کے

برخلاف جو اسے ٹھکرادے گا، وہ رسوا اور ذلیل ہو گا۔

پھر صحابی تمیم داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی اس بات کا تجربہ انھیں خود اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہوا۔ جو مسلمان ہو گئے، ان کو عزت ملی اور جنھوں نے کفر کیا، انھیں ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ انھیں مسلمانوں کو جو مال دینا پڑتا ہے وہ اس پر سوا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسلمانوں کے لیے یہ خوش خبری ہے کہ ان کا دین روئے زمین کے تمام گوشوں میں پھیل کر رہے گا۔

٢. عزت و سرخ روئی اسلام اور مسلمانوں کے لیے ہے اور ذلت و خواری کفر اور کافروں کے لیے مقدر کر دی گئی ہے۔

٣. اس حدیث میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی ایک بہت بڑی نشانی موجود ہے کہ آپ نے جو کچھ بتایا وہ صدفی صد درست ثابت ہوا۔

(١١٢٢٠)

(٦١) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم أنه قال: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٦١)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت کا کوئی بھی انسان جو میرے بارے میں سنے، وہ یہودی ہو یا نصرانی اور وہ اس شریعت پر ایمان نہ لائے، جسے دے کر میں بھیجا گیا ہوں اور اسی حالت میں اس کی موت ہو جائے، تو وہ جہنمی ہو گا"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم کھا کر بتا رہے ہیں کہ اس امت کا جو بھی شخص آپ کے بارے میں سنے گا، خواہ یہودی ہو، عیسائی ہو یا کوئی اور، پھر وہ آپ پر ایمان لائے بغیر ہی مر جائے گا، تو وہ جہنمی ہو گا اور اس میں ہمیشہ رہے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سارے عالم کے لیے عام ہے، آپ کی اتباع واجب ہے اور آپ کی شریعت کے ذریعے پچھلی ساری شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔

۲. جس نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا، اسے دیگر نبیوں پر ایمان رکھنے کا دعوی کچھ فائدہ نہ دے گا۔

۳. جس نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہیں سنا اور اس کے پاس آپ کی دعوت نہیں پہنچی، وہ معذور ہے اور آخرت میں اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہو گا۔

۴. انسان کو اسلام قبول کرنے کا فائدہ ملے گا، چاہے سخت بیماری میں اور موت سے کچھ دیر پہلے ہی کیوں نہ اسلام قبول کرے، جب کہ روح حلق تک نہ پہنچ جائے۔

۵. کافروں -جن میں یہود ونصاری بھی شامل ہیں- کے دین کو صحیح قرار دینا کفر ہے۔

۶. اس حدیث میں یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر ان کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے بارے میں تنبیہ کرنے کے لیے ہوا ہے۔ کیوں کہ ان دونوں قوموں کے پاس کتابیں موجود تھیں اور اس کے باوجود ان کا یہ حال ہے، تو دیگر ان قوموں کا حال کیا ہو گا، جن کے پاس کتاب نہیں ہے؟ سچائی یہ ہے کہ دنیا کی ساری قوموں پر آپ کے دین کو قبول کرنا اور آپ کی اتباع کرنا واجب ہے۔

(۳۲۷۲)

(٦٢) – عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ الْعَقَبَةِ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ: «الْقُطْ لِي حَصًى» فَلَقَطْتُ لَهُ سَبْعَ حَصَيَاتٍ، هُنَّ حَصَى الْخَذْفِ، فَجَعَلَ يَنْفُضُهُنَّ فِي كَفِّهِ وَيَقُولُ: «أَمْثَالَ هَؤُلَاءِ فَارْمُوا» ثُمَّ قَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ، إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّما أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ». [صحيح] - [رواه ابن ماجه والنسائي وأحمد]

(٦٢)–ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے عَقَبَہ کی صبح، جب کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، فرمایا: "میرے لیے کچھ کنکر چن کر لاؤ۔" چنانچہ میں نے سات کنکر چن کر پیش کیے، جو چنے کے دانے کے برابر تھے۔ آپ انھیں اپنی ہتھیلی میں رکھ کر جھاڑنے لگے اور کہنے لگے: "اسی طرح کے کنکر مارا کرو"۔ پھر فرمایا: "لوگو، دین میں غلو سے بچو۔ کیوں کہ دین میں غلو نے ہی تم سے پہلے کے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔" [صحیح]–[اسے ابن ماجہ ' نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بتا رہے ہیں کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر، قربانی کے دن، جمرہ عقبہ میں کنکر مارنے کی صبح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ تھے۔ اسی دوران آپ نے ان کو کچھ کنکر چن کر لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھوں نے سات کنکر چن کر پیش کیے۔ ہر کنکر چنے کے دانے کے برابر تھا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کنکروں کو اپنی ہتھیلی میں رکھ کر ہلایا اور فرمایا: اسی سائز کے پتھر مارا کرو۔ اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم دینی معاملوں میں غلو و تشدد سے کام لینے اور حد سے آگے بڑھنے سے منع فرمایا۔ کیوں کہ دینی معاملوں میں یہی غلو، حد سے تجاوز، افراط اور انتہا پسندی نے پچھلی امتوں کو ہلاک کیا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. دین میں غلو سے ممانعت، اس کے برے انجام اور اس بات کا بیان کہ دین میں غلو ہلاکت کا سبب ہے۔
۲. پچھلی امتوں سے سرزد ہونے والی غلطیوں سے بچنے کے لیے ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔
۳. سنت کی پیروی کرنے کی ترغیب۔

(٣٣٩٥)

(٦٣) – عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ» قالها ثلاثًا. [صحيح] - [رواه مسلم]

(٦٣)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے۔" یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔[صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم - آسمانی ہدایت اور دلیل کے بغیر - اپنے دین و دنیا اور اپنے اقوال و افعال میں بال کی کھال نکالنے والوں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی بیان کردہ شرعی حد سے آگے بڑھنے والوں کی ناکامی اور خسارے کی نشان دہی کی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. کسی بھی کام میں تشدد اور تکلف کا شکار ہونا حرام ہے اور اس سے اجتناب کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ خاص طور سے عبادتوں اور نیک لوگوں کی تعظیم کے مسئلے میں۔
۲. عبادت وغیرہ میں زیادہ کامل صورت کی تلاش ایک قابل تعریف بات ہے اور یہ شریعت کی پیروی سے حاصل ہوتی ہے۔

۳. اہمیت کی حامل بات کی تاکید مستحب ہے، کیوں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملے کو تین بار دوہرایا ہے۔
۴. مذہب اسلام میں موجود نرمی اور آسانی کا بیان۔

(۳۴۲۰)

(٦٤) - عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْيَهُودُ مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ، وَالنَّصَارَى ضُلَّالٌ». [صحيح] - [رواه الترمذي]

(٦٤)-عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہودی وہ لوگ ہیں، جو اللہ کے غضب کے شکار ہوئے اور نصاری وہ لوگ ہیں، جو گمراہی میں پڑ گئے۔" [صحیح]-[اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہودی ایک ایسی قوم ہے، جو اللہ کے غضب کی شکار ہوئی، کیوں کہ اس نے حق کو جاننے کے باجود اس پر عمل نہیں کیا۔ جب کہ نصاری ایک گمراہ قوم ہے، کیوں کہ ان کا عمل علم کی روشنی سے محروم تھا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. علم اور عمل دونوں کا ایک ساتھ جمع ہو جانا غضب کے شکار ہونے والے اور گمراہ لوگوں کے راستے سے نجات کا باعث ہے۔
۲. اس حدیث میں یہود و نصاری کے راستے پر چلنے سے خبر دار کیا گیا ہے اور سیدھے راستے یعنی اسلام پر گامزن رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

۳. ویسے تو یہود و نصاری دونوں گمراہ اور اللہ کے غضب کی شکار قومیں ہیں، لیکن یہودیوں کا سب سے خاص وصف اللہ کے غضب کا شکار ہونا اور عیسائیوں کا سب سے خاص وصف گمراہی ہے۔

(٦٥٠٦١)

(٦٥) – عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضي الله عنهما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كَتَبَ اللهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٦٥)–عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیریں تحریر فرمادیں تھیں"۔ فرمایا: اوراس وقت اس کا عرش پانی پر تھا"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل تمام مخلوقات کی تقدیریں، مثلا موت و حیات اور روزی وغیرہ کو تفصیل کے ساتھ لوح محفوظ میں تحریر کر دی تھیں۔ یہ تمام باتیں اللہ عز و جل کی قضاو قدر کے مطابق واقع ہو کر رہیں گی۔ چناں چہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، وہ اللہ تعالی کی قضاو قدر کے مطابق ہو رہا ہے۔ چنانچہ بندے کو جو کچھ حاصل ہوا وہ اس سے چوکنے والا نہیں تھا اور جو اس سے چوک گیا وہ اسے حاصل ہونے والا نہیں تھا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. قضاو قدر پر ایمان لانا واجب ہے۔

٢. تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی تمام چیزوں سے واقف ہے، اس نے ان چیزوں کو لوح محفوظ میں

لکھ رکھا ہے، دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی مشیئت سے ہو رہا ہے اور وہی ان کو پیدا بھی کرتا ہے۔

۳۔ اس بات پر ایمان کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے ہی تقدیریں لکھی جا چکی ہیں، انسان کے اندر رضا اور تسلیم کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

۴۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل رحمن کا عرش پانی پر تھا۔

(٦٥٠٣٨)

(٦٦) – عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ المَصْدُوقُ: «أَنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَأَرْبَعِينَ لَيْلَةً، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَهُ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَهُ، ثُمَّ يُبْعَثُ إِلَيْهِ المَلَكُ، فَيُؤْذَنُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، فَيَكْتُبُ: رِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَعَمَلَهُ وَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ حَتَّى لاَ يَكُونُ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُ النَّارَ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابُ، فَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا». [صحيح] - [متفق عليه]

(٦٦)—عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ، جو صادق اور مصدوق ہیں، نے بیان فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی بنیاد اس کی ماں کے پیٹ میں (نطفہ امتزاج کی شکل میں) چالیس دن اور چالیس رات تک رہتی ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک گاڑھے اور جامد خون کی صورت میں رہتی ہے۔ اس کے بعد اتنے ہی دنوں تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے۔ وہ اس کی روزی، اس کی موت، اس کا عمل و کردار، اور اس کا نیک بخت یا بد بخت ہونا لکھتا ہے۔ اس کے بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ کوئی شخص زندگی بھر اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور جب اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو لکھی ہوئی تقدیر اس کے

آگے آجاتی ہے اور وہ اہل جہنم کے عمل کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص زندگی بھر اہل جہنم کے عمل کرتا ہے اور جب اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو لکھی ہوئی تقدیر اس کے آگے آجاتی ہے اور وہ اہل جنت کے عمل کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا، جو کہ اپنے قول میں سچے ہیں اور مصدوق بھی ہیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو صادق قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی بنیاد اس کی ماں کے پیٹ میں (نطفہ امتزاج کی شکل میں) جمع کی جاتی ہے، بایں طور کہ انسان جب اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے تو اس کی بکھری ہوئی منی عورت کے شکم میں چالیس دن تک نطفے کی شکل میں جمع کی جاتی ہے۔ پھر وہ نطفہ علقہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یعنی گاڑھے اور جامد خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ دوسری چالیسویں دن تک یہی شکل رہتی ہے۔ پھر وہ مضغہ بن جاتا ہے۔ یعنی گوشت کے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ گوشت کا اتنا بڑا ٹکڑا، جسے ایک بار میں چبایا جا سکے۔ تیسرے چالیس دنوں میں یہی شکل رہتی ہے۔ پھر اس کے پاس اللہ تعالی فرشتہ بھیجتا ہے، جو تیسرے چالیسویں دن ختم ہونے کے بعد اس میں روح پھونکتا ہے۔ اس فرشتہ کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ چار چیزیں لکھ دے۔ اس کا رزق یعنی وہ اپنی عمر میں کس قدر نعمتیں حاصل کرنے والا ہے، لکھا جاتا ہے۔ اس کی موت لکھی جاتی ہے۔ یعنی دنیا میں وہ کتنی مدت تک رہنے والا ہے۔ اس کا عمل لکھا جاتا ہے کہ وہ کیا عمل کرے گا اور یہ کہ وہ بدبخت ہو گا یا خوش بخت؟ پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر بتایا کہ انسان بظاہر لوگوں کی نظر میں جنتیوں کا عمل کرتا رہتا ہے اور نیک عمل میں منہمک رہتا ہے، وہ اسی حال میں رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ یعنی جنت تک پہنچنے میں صرف اتنی ہی مسافت رہ جاتی ہے جتنی ایک ہاتھ زمین کی ہوتی ہے کہ اچانک لکھی ہوئی تقدیر اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ جہنمیوں کا عمل کرنے لگتا ہے اور اس کا خاتمہ اسی عمل

پر ہوتا ہے۔ چناں چہ وہ جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ عمل کی قبولیت کے لیے شرط ہے کہ انسان اس پر ثابت قدم رہے اور بدلے نہیں۔ جب کہ دوسرا انسان وہ ہے جو جہنمیوں کا عمل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جہنم میں داخل ہونے کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ گویا اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ زمین کا فاصلہ رہ گیا ہو۔ پھر اس پر لکھی ہوئی تقدیر غالب آ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ جنتیوں کا عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. تمام معاملات کا آخری انجام اللہ کی طے کی ہوئی قضا و قدر کے مطابق ہوتا ہے۔
٢. اعمال کی ظاہری شکل و صورت دیکھ کر دھوکا کھانے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ تمام اعمال کا اعتبار ان کے خاتمے سے ہوتا ہے۔

(٦٥٠٣٧)

(٦٧) – عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: «الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذَلِكَ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(٦٧)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے اور اسی طرح دوزخ بھی۔"

[صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جنت اور جہنم انسان سے اسی طرح قریب ہیں، جس طرح قدم کے اوپری حصے میں موجود جوتے کا تسمہ انسان کے قریب ہوتا ہے۔ کیوں کہ انسان اللہ کو راضی کرنے والا کوئی نیک کام کرتا ہے اور اس کی بنا پر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کو ناراض کرنے والا گناہ کا کوئی کام کرتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

ا. نیک کام کی ترغیب، چاہے کم ہی کیوں نہ ہو۔ گناہ کے کام سے ترہیب، اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

۲. ایک مسلمان کو اپنی زندگی میں امید اور خوف دونوں رکھنا چاہیے اور ہمیشہ اللہ سے حق پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرنی چاہیے، تاکہ اپنے حال سے دھوکہ کھانے سے محفوظ رہے۔

(۳۵۸۱)

(٦٨) – عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(٦٨)–ابو هریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ”جہنم کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو ناگوار چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے“۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ دوزخ کو ایسی چیزوں سے گھیر دیا گیا ہے، جو نفس کو للچاتی ہیں، جیسے حرام کاموں کا ارتکاب اور واجبات میں کوتاہی۔ ایسے میں جس نے اپنے نفس کو اپنی خواہشات کے پیچھے لگا دیا، وہ جہنم کا حق دار بن گیا۔ جب کہ جنت کو ایسی چیزوں سے گھیر دیا گیا ہے، جو نفس کو ناپسند ہیں۔ جیسے اللہ کے احکام کو پابندی کے ساتھ ادا کرنا، حرام کاموں سے اجتناب کرنا اور اس راہ میں آنے والی پریشانیوں کو برداشت کرنا وغیرہ۔ جب انسان ان معاملوں میں اپنے نفس سے لڑتا ہے، تو جنت میں داخل ہونے کے اسباب کو پالیتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

ا. خواہشات میں پڑنے کا ایک سبب یہ ہے کہ شیطان غلط اور بری چیز کو خوب صورت بنا کر پیش کرتا ہے، جس کی وجہ سے انسان کا نفس اسے اچھا سمجھ کر اس کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔

٢. حرام خواہشات سے دور رہنے کا حکم، کیوں کہ خواہشات کی پیروی انسان کو جہنم کی جانب لے جاتی ہے۔ جب کہ ناپسندیدہ چیزوں کو برداشت کرنے کا حکم۔ کیوں کہ ناپسندیدہ چیزوں کو برداشت کرنا جنت کی جانب لے جاتا ہے۔

٣. اپنے نفس سے لڑنے، خوب عبادت کرنے، ناپسندیدہ چیزوں کو برداشت کرنے اور ان پریشانیوں کا سامنا کرنے کی فضیلت، جو اطاعت کے کاموں کو کرتے وقت سامنے آتی ہیں۔

(٣٧٠٢)

(٦٩) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْجَنَّةِ، فَقَالَ: انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا. فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَرَجَعَ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا. فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ: اذْهَبْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا. فَنَظَرَ إِلَيْهَا، فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ. قَالَ: اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَى النَّارِ وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا. فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَرَجَعَ فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَا يَدْخُلُهَا أَحَدٌ. فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ: ارْجِعْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا. فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَرَجَعَ وَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا». [حسن] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي]

(٦٩)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب

اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا کیا، تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: جاؤ، جنت اور اس میں جنتیوں کے لیے بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھو۔ انہوں نے جاکر دیکھا، پھر واپس آئے اور کہنے لگے: تیری عزت کی قسم! جو شخص بھی جنت کے بارے میں سنے گا، ضرور اس میں داخل ہو گا۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، تو جنت کو ناگوار چیزوں سے گھیر دیا گیا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب پھر جاؤ، جنت اور اس میں جنتیوں کے لیے بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھو۔ انہوں نے جاکر دیکھا تو پایا کہ جنت کو ناگوار چیزوں سے گھیر دیا گیا ہے۔ چناں چہ واپس آکر کہا: تیری عزت کی قسم! مجھے خطرہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جاؤ جہنم اور اس کے اندر میں نے اہل جہنم کے لیے جو کچھ تیار کیا ہے، اسے دیکھو۔ انہوں نے جاکر دیکھا تو آگ کے شعلے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ چناں چہ واپس آکر کہنے لگے: تیری عزت کی قسم! کوئی اس میں داخل نہیں ہو گا۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، تو اسے خواہشات سے گھیر دیا گیا۔ پھر فرمایا: اب جاکر دیکھو۔ انہوں نے جاکر دیکھا تو پایا کہ اسے خواہشات سے گھیر دیا گیا ہے۔ لہذا واپس آکر کہنے لگے: تیری عزت کی قسم! مجھے خطرہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس سے بچ نہیں سکے گا۔ ہر شخص اس میں داخل ہو گا"۔ [حَسَنٌ] [اسے ابو داود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اللہ تعالی نے جب جنت و جہنم کو پیدا کیا تو جبریل علیہ السلام سے فرمایا: جاؤ جنت کو دیکھو۔ چنانچہ وہ گئے اور دیکھ کر واپس آئے۔ جبریل نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! تیری عزت کی قسم! جو شخص بھی جنت کے بارے میں اور اس میں موجود نعمتوں اور آسائشوں کے بارے میں سنے گا، ضرور اس میں داخل ہونا چاہے گا اور اس کی خاطر عمل کرے گا۔

چنانچہ اللہ تعالی نے جنت کو ناگوار اور مشکل چیزوں سے گھیر دیا۔ یعنی جنت کے ارد گرد اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب کا حصار لگا دیا۔ چنانچہ جو شخص اس میں داخل ہونا چاہتا ہو، اس کے لیے ضروری کر دیا کہ وہ ان ناگواریوں سے گزر کر آئے۔ پھر اللہ عز و جل نے فرمایا: اے جبریل! اب جاؤ اور جنت کو دیکھو۔ چنانچہ حضرت جبریل گئے اور جنت کو دیکھا اور آکر عرض کیا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! مجھے خوف ہے کہ جنت کی راہ میں جو صعوبتیں اور مشقتیں ہیں، ان کی وجہ سے کوئی اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اسی طرح جب اللہ نے جہنم کو پیدا کیا تو فرمایا: اے جبریل! جاؤ جہنم کو دیکھ کر آؤ۔ چنانچہ وہ گئے اور جہنم کا معاینہ کیا، پھر لوٹ کر آئے اور عرض کیا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! اس میں جو عذاب، پریشانیاں اور مشقتیں ہیں، ان کے بارے میں جو بھی سنے گا، وہ اس میں جانا ناپسند کرے گا اور اس کے اسباب سے بھی دور رہے گا۔ چنانچہ اللہ عز و جل نے جہنم کو مرغوب اور لذت آمیز چیزوں سے گھیر دیا اور پھر فرمایا: اے جبریل! جاؤ اور جہنم کو دیکھ کر آؤ۔ چناں چہ حضرت جبریل گئے اور دیکھ کر واپس آئے، تو عرض کیا: اے میرے پروردگار! تیری عزت کی قسم، مجھے خدشہ ہے کہ اس سے شاید ہی کوئی شخص بچ پائے گا، کیوں کہ اس کے ارد گرد مرغوب اور لذت آمیز چیزوں کا حصار لگا ہوا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اس بات پر ایمان کہ جنت و جہنم موجود ہیں۔
۲. غیب پر اور ہر اس چیز پر ایمان لانا واجب ہے، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہمیں پہنچی ہے۔
۳. ناگوار چیزوں پر صبر کرنے کی اہمیت، کیوں کہ یہ چیزیں جنت تک لے جاتی ہیں۔
۴. محرمات سے بچنے کی اہمیت، کیوں کہ یہ چیزیں جہنم تک لے جاتی ہیں۔
۵. جنت ناگوار چیزوں سے اور جہنم مرغوب و دل پسند چیزوں سے گھری ہوئی ہے۔ دنیوی

زندگی میں ابتلاو آزمائش کو اسی نظریے سے دیکھنا چاہیے۔

٦. جنت کی راہ مشقت اور دشواریوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس راہ کو طے کرنے کے لیے ایمان کے ساتھ صبر اور برداشت نہایت ضروری ہے۔ جب کہ جہنم کا راستہ دنیا کی لذتوں اور شہوتوں سے بھرا ہوا ہے۔

(٦٥٠٣٤)

(٤٠) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ»، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً. قَالَ: «فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا». [صحيح] - [متفق عليه]

(٤٠)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمھاری دنیا کی آگ، جہنم کی آگ کا سترواں (٧٠) حصہ ہے۔“ عرض کیا گیا: اللہ کے رسول اللہ ﷺ! یہ دنیا کی آگ ہی کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: ”وہ آگ اس پر انہتر (٦٩) حصے زیادہ کر دی گئی ہے اور اس کا ہر حصہ دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصے میں سے صرف ایک حصہ ہے۔ آخرت کی آگ کے اندر جو قوت حرارت ہوگی، وہ دنیا کی آگ کی حرارت سے انہتر حصہ زیادہ ہوگی۔ ان میں سے ہر حصہ حرارت میں دنیا کی آگ کی طرح ہوگا۔ دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول! دنیا کی آگ ہی اس میں جانے والوں کو عذاب دینے کے لیے کافی تھی! آپ نے فرمایا: جہنم کی آگ دنیا کی آگ پر انہتر حصے زیادہ کر دی گئی ہے. ان میں سے ہر حصہ دنیاوی آگ کی طرح شدید حرارت والا ہوگا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. جہنم سے ڈرایا گیا ہے، تاکہ لوگ جہنم میں لے جانے والے اعمال سے دور رہیں۔
٢. جہنم کی آگ بہت شدید، اس کا عذاب بہت سخت اور اس کی حرارت بہت زیادہ ہو گی۔

(٦٥٠٣٦)

(٨١) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «يَقْبِضُ اللَّهُ الأَرْضَ، وَيَطْوِي السَّمَوَاتِ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا المَلِكُ، أَيْنَ مُلُوكُ الأَرْضِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٨١)—ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مُٹھی میں لے گا اور آسمان کو داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور اس کے بعد کہے گا: میں بادشاہ ہوں؛ زمین کے بادشاہ کہاں گئے؟" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ قیامت کے دن اللہ زمین کو سمیٹ کر اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور اسے ختم اور فنا کر دے گا اور پھر کہے گا: میں ہی بادشاہ ہوں! زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس بات کی یاددہانی کہ اللہ کی بادشاہت باقی رہے گی اور دوسروں کی بادشاہت ختم ہو جائے گی۔
٢. اللہ کا جلال، عظیم طاقت، دبدبہ اور مکمل بادشاہت۔

(٦٥٠٢٨)

(٤٢) – عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ المُؤمنينَ رضي الله عنها قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَآهُ هَتَكَهُ وَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ وَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ، أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللهِ» قَالَتْ عَائِشَةُ: «فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٤٢)-امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم میرے یہاں آئے تو دیکھا کہ میں نے اپنے ایک طاق پر ایک کپڑا ڈال رکھا ہے، جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اس پر نظر پڑتے ہی آپ نے اسے کھینچ کر ہٹا ڈالا، آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: "اے عائشہ! قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا، جو عمل تخلیق میں اللہ کے مشابہ ہونا چاہتے ہیں۔" عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: لہٰذا ہم نے اسے پھاڑ کر اس سے ایک یا دو تکیے بنا لیے۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم اپنے گھر میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ انھوں نے ایک طاق پر ایک پردہ لگا رکھا ہے، جس پر جان دار چیزوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ یہ دیکھ کر غصے سے آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے اسے کھینچ کر ہٹا دیا اور فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا، جو اپنی تصویروں کے ذریعے عمل تخلیق میں اللہ کے مشابہ ہونا چاہتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: چنانچہ ہم نے اسے پھاڑ کر ایک یا دو تکیے بنا لیے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. غلط کام دیکھتے ہی بلا تاخیر اس کی تردید ہو جانی چاہیے، جب تک کہ اس کی تردید اس سے زیادہ بڑی برائی کی وجہ نہ بنے۔

۲. قیامت کے دن گناہ کے مطابق عذاب میں بھی تفاوت ہو گا۔
۳. جان دار چیزوں کی تصویر بنانا کبیرہ گناہ ہے۔
۴. تصویر بنانے کی حرمت کے پیچھے کار فرما ایک حکمت یہ ہے کہ یہ عمل تخلیق میں خود کو اللہ کے مشابہ بتانا ہے۔ چاہے تصویر بنانے والے کے دل میں یہ بات ہو یا نہ ہو۔
۵. شریعت کی کوشش ہے کہ اموال کے ناجائز پہلوؤں سے بچتے ہوئے ان سے استفادہ کیا جائے اور اس طرح ان کی حفاظت کی جائے۔
۶. جان دار چیزوں کی تصویر بنانا ممنوع ہے۔ چاہے اس کی شکل جو بھی ہو۔ خواہ حقیر سی شے ہی کیوں نہ ہو۔

(۵۹۳۱)

(۴۳) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ المَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۴۳)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ وقت بہت ہی نزدیک ہے، جب تمھارے درمیان مریم کا بیٹا اترے گا۔ اس وقت وہ منصف حاکم ہو گا۔ صلیب توڑ دے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا۔ جزیہ ختم کر دے گا۔ مال کی اس قدر بہتات ہو گی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم قسم کھا کر بتا رہے ہیں کہ عیسی علیہ السلام کے اترنے کا وقت بہت

نزدیک ہے۔ وہ لوگوں کے درمیان شریعت محمدی کے مطابق انصاف کے ساتھ حکومت چلائیں گے۔ وہ صلیب توڑ دیں گے، جس کی نصاری تعظیم کرتے ہیں، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور سارے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کریں گے۔ اس وقت مال و دولت کی اتنی بہتات ہوگی، ہر آدمی کے پاس اتنا پیسہ ہوگا اور اتنی برکتیں اتریں گی کہ کوئی مال قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس بات کا ثبوت کہ آخری زمانے میں عیسی علیہ السلام اتریں گے اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوگی۔
٢. اللہ کے نبی ﷺ کی شریعت کسی بھی شریعت سے منسوخ نہیں ہوگی۔
٣. آخری زمانے میں برکتیں اتریں گی اور مال سے لوگوں کی دلچسپی ختم ہو جائے گی۔
٤. یہ خوش خبری ہے کہ دین اسلام باقی رہے گا اور آخری زمانے میں عیسی علیہ السلام اسی کے مطابق حکومت کریں گے۔

(٦٥٠٢٥)

(٧٤) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ: «قُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، قَالَ: لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ، يَقُولُونَ: إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ الْجَزَعُ لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ. فَأَنْزَلَ اللهُ: {إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ} [القصص: ٥٦]. [صحيح] - [رواه مسلم]

(٧٤)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہہ دیجیے، میں قیامت کے دن آپ کے لیے اس کے بارے میں گواہ بن جاؤں گا۔" انہوں نے (جواب میں) کہا: اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ قریش مجھے عار دلائیں گے، کہیں گے کہ اسے

(موت کی) گھبراہٹ نے اس بات پر آمادہ کیا ہے، تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "آپ جسے چاہتے ہوں اسے راہ راست پر نہیں لا سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے راہ راست پر لے آتا ہے۔" [القصص:٥٦]. [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے، جب کہ وہ مرض الموت میں تھے، یہ مطالبہ کیا کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں، تاکہ آپ اس کی بدولت قیامت کے دن ان کے حق میں سفارش کر سکیں اور ان کے اسلام لانے کی گواہی دے سکیں، لیکن انہوں نے اس خوف سے کلمۂ شہادت پڑھنے سے انکار کر دیا کہ قریش کے لوگ انہیں سب وشتم کریں گے اور کہیں گے کہ انہوں نے موت کے خوف سے کمزور پڑ کر اسلام قبول کر لیا! انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر ایسی بات نہ ہوتی، تو وہ کلمۂ شہادت پڑھ کر آپ کے دل کو خوش کر دیتے اور آپ کی آرزو پوری کر دیتے۔ اسی موقع پر اللہ نے وہ آیت نازل فرمائی، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر قادر نہیں کہ اسلام قبول کرنے کی ہدایت دے سکیں، بلکہ صرف اللہ عزوجل ہی جسے چاہتا ہے اس کی توفیق دیتا ہے، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی رہنمائی کرتے، ان کے سامنے حق بیان کرتے اور انہیں راہ مستقیم کی دعوت دیتے ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. لوگوں کے تبصرے کے خوف سے حق کو چھوڑنا درست نہیں۔
٢. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس بات پر قادر تھے کہ لوگوں کی رہنمائی کر سکیں، ہدایت قبول کرنے کی توفیق دینا اللہ کا کام ہے۔
٣. اسلام کی دعوت دینے کے لیے کافر کی زیارت کرنا مشروع ہے۔

۴. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالی کی طرف دعوت دینے کا خوب سے خوب اہتمام کرتے تھے۔

(٦٥٠٦٩)

(٧٥) - عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنهما قَالَ: قالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ، مَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ، وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ المِسْكِ، وَكِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا». [صحيح] - [متفق عليه]

(٧٥)- عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "”میرے حوض کا پھیلاؤ ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہو گا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوش بو کستوری سے زیادہ عمدہ ہو گی۔ اس کے آب خورے آسمان کے ستاروں کی طرح ہوں گے۔ جو شخص اس حوض کا پانی پی لے گا، وہ کبھی پیاسا نہیں ہو گا۔“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ قیامت کے دن آپ کے پاس ایک حوض ہو گا، جس کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہو گی اور اس کی چوڑائی بھی اسی قدر ہو گی۔ اس کا پانی دودھ سے بھی زیادہ سفید ہو گا، اس کی خوشبو شان دار اور مشک سے بھی زیادہ عمدہ ہو گی، اس کے آب خورے اتنی بڑی تعداد میں ہوں گے جتنی بڑی تعداد میں آسمان میں ستارے ہیں۔ جو شخص اس حوض کا پانی ان پیالوں سے پی لے گا، اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض دراصل پانی کا ایک بہت ذخیرہ ہو گا، جس سے قیامت کے دن آپ کی امت کے مؤمن بندے فیض یاب ہوں گے۔

۲. جو شخص اس حوض سے سیراب ہو جائے گا، وہ بڑی نعمت سے فیض یاب ہو گا۔ چنانچہ پھر کبھی اسے پیاس نہیں لگے گی۔

(٦٥٠٣٠)

(٧٦) – عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ، فَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا أَهْلَ الجَنَّةِ، فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ، فَيَقُولُ: هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، هَذَا المَوْتُ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ، ثُمَّ يُنَادِي: يَا أَهْلَ النَّارِ، فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ، فَيَقُولُ: وهَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، هَذَا المَوْتُ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ، فَيُذْبَحُ ثُمَّ يَقُولُ: يَا أَهْلَ الجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، ثُمَّ قَرَأَ: {وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ} [مريم: ٣٩]، وَهَؤُلَاءِ فِي غَفْلَةٍ أَهْلُ الدُّنْيَا {وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ} [مريم: ٣٩]». [صحيح] - [متفق عليه]

(٧٦)–ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”موت کو ایک سفید و سیاہ رنگ کے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا: اے اہل جنت! وہ گردنیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے۔ وہ کہے گا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ جواب دیں گے: جی ہاں! یہ موت ہے۔ ان میں سے ہر شخص اسے دیکھ چکا ہو گا۔ پھر وہ منادی کرنے والا آواز دے گا: اے اہل جہنم! وہ گردنیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے۔ وہ کہے گا: تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ اس کو پہچانتے ہوئے جواب دیں گے: جی ہاں، یہ موت ہے۔ ان میں سے ہر شخص اسے دیکھ چکا ہو گا۔ پھر اس مینڈھے کو ذبح کیا جائے گا اور اعلان کرنے والا آواز دے گا: اے اہل جنت! ہمیشہ جنت میں رہو، تمھیں موت نہیں آنی ہے۔ اور اے اہل

دوزخ! تم ہمیشہ دوزخ میں رہو، اب تمھیں موت نہیں آنی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:{وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ ٱلْحَسْرَةِ إِذْ قُضِىَ ٱلْأَمْرُ وَهُمْ فِى غَفْلَةٍ}[سورۃ مریم:٣٩]یعنی یہ دنیادار غفلت میں پڑے ہیں اور یہ ایمان نہیں لا رہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ موت کو قیامت کے دن نر مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، جس کا رنگ سفید و سیاہ ہو گا۔ پھر ندا لگائی جائے گی: اے جنت والو! چنانچہ وہ آواز سن کر اپنی گردن اور سر اٹھا کر دیکھنے لگیں گے۔ منادی ان سے پوچھے گا: کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں، یہ موت ہے۔ دراصل وہ سب اسے دیکھ چکے ہوں گے اور پہچان رہے ہوں گے۔ پھر ندا لگانے والا ندا لگائے گا: اے جہنمیو! یہ سن کر وہ اپنی گردن اور سر اٹھا کر دیکھنے لگیں گے۔ منادی کہے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں، یہ موت ہے۔ دراصل وہ سب اسے دیکھ چکے ہوں گے۔ پھر اس مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا اور منادی کہے گا: اے جنتیو! تم ہمیشہ ہمیش کے لیے جنت میں رہو۔ اب تمھیں موت نہیں آنے والی۔ اے جہنمیو! ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہو۔ اب تمھیں موت نہیں آنے والی۔ یہ اعلان اس لیے کیا جائے گا کہ ایمان والے نعمتوں کا لطف لے سکیں اور کافروں کے عذاب میں سختی پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: {تو انہیں اس رنج وافسوس کے دن کا ڈر سنا دے، جب کہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا اور یہ لوگ غفلت اور بے ایمانی میں ہی رہ جائیں گے.} معلوم ہوا کہ قیامت کے دن جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے کو پہنچ جائے گا اور وہاں ہمیشگی کی زندگی گزارے گا۔ اس دن بدکار کو حسرت وندامت ہو گی کہ اس نے نیکی نہیں کی

اور کوتاہی کرنے والے کو حسرت وپشیمانی ہوگی کہ اس نے خیر کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہیں لیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. آخرت میں انسان کا آخری ٹھکانہ یا تو ہمیشہ کے لیے جنت ہوگا یا ہمیشہ کے لیے جہنم۔

٢. قیامت کے ہولناکی سے بہت زیادہ ڈرایا گیا ہے اور یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ حسرت وندامت کا دن ہوگا۔

٣. یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اہل جنت ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے اور اہل جہنم ہمیشہ حزن و ملال میں رہیں گے۔

(٦٥٠٣٥)

(٧٧) – عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: إنه سمع نبي الله صلى الله عليه وسلم يقول: «لَو أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ، لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا». [صحيح] - [رواه الترمذي وابن ماجه وأحمد]

(٧٧)-عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: ”اگر تم اللہ پر ویسے بھروسہ کرو، جیسا کہ بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو تمھیں ایسے رزق دیا جائے، جیسے پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو آسودہ حال واپس آتے ہیں“۔ [صحیح]-[اسے ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس بات کی ترغیب دے رہے ہیں کہ ہم دنیا اور دین سے متعلق تمام کاموں میں نفع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے معاملے میں اللہ پر بھروسہ

کریں۔ کیوں کہ عطا کرنے والا اور محروم کرنے والا، فائدہ پہنچانے والا اور نقصان کرنے والا بس اللہ ہی ہے۔ اسی طرح ہم اللہ پر بھروسہ کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے اسباب اختیار کریں، جن سے منفعتیں حاصل ہوں اور مضرتوں سے بچا جا سکے۔ جب ہم ایسا کریں گے، اللہ ہمیں اسی طرح روزی دے گا، جس طرح پرندوں کو روزی دیتا ہے، جو صبح بھوکے پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس ہوتے ہیں۔ دراصل پرندوں کا صبح کے وقت نکلنا طلب رزق کی سعی کی ایک شکل ہی ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ وہ اللہ پر بھروسہ کرکے بیٹھ جائیں یا سستی سے کام لیں اور ان کو روزی مل جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ پر بھروسہ کرنے کی فضیلت اور یہ کہ اللہ پر بھروسہ روزی حاصل کرنے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔
٢. اللہ پر بھروسہ اسباب اختیار کرنے کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ آپ نے بتایا ہے کہ روزی کی تلاش میں صبح اور شام نکلنا اللہ پر حقیقی توکل کے منافی نہیں ہے۔
٣. شریعت نے دلوں کے اعمال پر بھی توجہ دی ہے، کیوں کہ اللہ پر بھروسہ دل کا عمل ہے۔
٤. اسباب سے دل لگانے کا مطلب ہے کہ انسان کی دینداری میں کمی ہے، جب کہ اسباب ترک کر دینے کا مطلب ہے کہ انسان کی عقل مندی میں کمی ہے۔

(٤٧٢١)

(٧٨) – عَن أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى المَاشِي، وَالمَاشِي عَلَى القَاعِدِ، وَالقَلِيلُ عَلَى الكَثِيرِ».

وَلِلبُخَارِي: «يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الكَبِيرِ، وَالمَارُّ عَلَى القَاعِدِ، وَالقَلِيلُ عَلَى الكَثِيرِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٧٨)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:"سوار پیدل چلنے والے کو، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک دوسرے کو سلام کرنے کے آداب سکھائے ہیں۔ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" آپ نے بتایا ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے، سوار پیدل کو سلام کرے، پیدل بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور کم تعداد زیادہ تعداد کو سلام کرے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس حدیث میں بتائے گئے طریقے کے مطابق ہی سلام کرنا مستحب ہے۔ لیکن معاملہ اگر بر عکس ہو جائے، یعنی پیدل سوار کو سلام کر دے، تو جائز ہے۔ لیکن یہ خلاف اولی و افضل ہے۔
٢. اس حدیث میں بتائے گئے طریقے کے مطابق سلام کرنا باہمی الفت و محبت کا سبب ہے۔
٣. جب لوگ اس حدیث میں دی گئی رہنمائیوں کے مطابق برابر ہوں، تو سلام کرنے میں پہل کرنے والا شخص بہتر شخص ہو گا۔
٤. اس شریعت کا کمال ہے کہ اس نے لوگوں کی ضرورت کی تمام چیزیں بیان کر دی ہیں۔
٥. سلام کے آداب سکھلانا اور ہر حق والے کو اس کا حق دینا۔

(٣٢٢٣)

(٧٩) – عن أبي ذر رضي الله عنه: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا رَوَى عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ: «يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُه، فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ، فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي، وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٧٩)–ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، سوائے اس کے جسے میں ہدایت سے نواز دوں۔ لہذا تم مجھ سے ہدایت مانگو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، سوائے اس کے جسے میں

کھلاؤں۔ لہذا تم مجھ سے کھانا مانگو، میں تمہیں کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو، سوائے اس کے جسے میں لباس پہناؤں۔ لہذا تم مجھ سے لباس مانگو، میں تمہیں لباس دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہوں کو بخش دیتا ہوں۔ لہذا تم مجھ سے بخشش مانگو۔ میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب کی رسائی مجھے نقصان پہنچانے تک نہیں ہو سکتی کہ تم مجھے نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہاری رسائی مجھے نفع پہنچانے تک ہو سکتی ہے کہ تم مجھے نفع پہنچاؤ۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے کے لوگ اور تمھارے بعد کے لوگ اور تمھارے انسان اور تمھارے جنّات تم میں سب سے زیادہ متقی شخص کے دل جیسے ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہو گا۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے کے لوگ اور تمھارے بعد کے لوگ اور تمھارے انسان اور تمھارے جنّات, تم میں سب سے زیادہ فاجر شخص کے دل جیسے ہو جائیں، تو اس سے میری سلطنت میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے کے لوگ اور تمھارے بعد کے لوگ، تمھارے انسان اور تمھارے جنّات ایک کھلے میدان میں کھڑے ہو جائیں اور سب مجھ سے مانگیں اور میں ہر انسان کو اس کی طلب کردہ چیز دے دوں، تو اس سے میرے خزانوں میں اس سے زیادہ کمی نہیں ہو گی، جتنی کمی ایک سوئی کو سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں کہ جنہیں میں شمار کر رہا ہوں اور پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ لہذا جو شخص بھلائی پائے، وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو اس کے علاوہ پائے، وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔" [صحیح]-

[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اس نے اپنے اوپر ظلم کو

حرام کر لیا ہے اور اسے اپنی مخلوق کے بیچ بھی حرام قرار دیا ہے، لہذا کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ سارے انسان حق کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں، سوائے اس کے جسے اللہ حق کا راستہ دکھائے اور حق کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ جو اللہ سے حق کے راستے پر چلنے کی توفیق مانگتا ہے، اسے اللہ یہ توفیق عطا کرتا ہے۔ سارے انسان اپنی تمام ضرورتوں کے لیے اللہ کے محتاج ہیں اور جو اللہ سے ضرورتیں پوری کرنے کی دعا کرتا ہے، اللہ اس کی ضرورتیں پوری کر دیتا ہے۔ سارے انسان رات دن گناہ کرتے ہیں اور اللہ ان کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے اور بخشش مانگنے پر بخش دیتا ہے۔ انسان نہ تو اللہ کو ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اگر سارے انسان ایک متقی شخص کی طرح ہو جائیں، تو ان کے اس تقوے سے اللہ کی بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر سارے انسان کسی گنہگار ترین شخص کے جیسے ہو جائیں، تو ان کے اس گناہ میں ملوث ہو جانے سے اللہ کی بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ کیوں کہ انسان کمزور اور ہر حال اور ہر زمان و مکان میں اللہ کے محتاج ہیں، جب کہ اللہ غنی اور بے نیاز ہے۔ اگر سارے انسان اور جن، پہلے اور بعد کے لوگ کسی ایک مقام پر کھڑے ہو کر اللہ سے اپنی اپنی مرادیں مانگنے لگیں اور اللہ سب کی جھولیاں بھر دے، تو اس سے اللہ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ بالکل اسی طرح، جس طرح سمندر میں ایک سوئی ڈال کر نکال لینے سے سمندر کا پانی گھٹتا نہیں ہے۔ ایسا اس لیے کہ اللہ بڑا ہی غنی ہے۔

اللہ بندوں کے اعمال کی حفاظت کرتا ہے، انھیں ان کے لئے اعمال کو شمار کرتا ہے اور قیامت کے دن انھیں ان کا پورا پورا بدلہ بھی دے گا۔ ایسے میں جو اپنے اعمال کا بدلہ اچھا پائے، وہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے نیک کام کرنے کی توفیق عطا کی اور جو اپنے اعمال کا بدلہ اس سے الگ پائے، وہ صرف اور صرف اپنے نفس کو کوسے، جو اسے برائی کا حکم دیتا تھا اور جس نے اسے ناکامی اور نامرادی سے دوچار کیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

1. یہ حدیث ان حدیثوں میں سے ایک ہے، جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک پروردگار سے روایت کیا ہے۔ اس طرح کی حدیث کو حدیث قدسی یا حدیث الٰہی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ حدیث ہے، جس کے لفظ اور معنی دونوں اللہ کے ہوں۔ البتہ اس کے اندر قرآن کی خصوصیات، جیسے اس کی تلاوت کا عبادت ہونا، اس کے لیے طہارت حاصل کرنا اور اس کا معجزہ ہونا وغیرہ نہیں پائی جاتیں۔
2. انسان کو جو بھی علم اور رہنمائی ملتی ہے، وہ اللہ کی جانب سے ملتی ہے۔
3. انسان کو جو بھلائی ملتی ہے، وہ اللہ کے فضل وکرم سے ملتی ہے اور جو برائی ملتی ہے، وہ اس کے نفس کی جانب سے ہوتی ہے۔
4. جس نے اچھا کام کیا، اس نے اللہ کی توفیق سے کیا اور اس کی جزا درا صل اللہ کا فضل وکرم ہے، اس لیے ساری تعریف اللہ کے لیے ہے۔ اس کے برخلاف جس نے برا کام کیا، وہ صرف اپنے نفس کو کوسے۔

(٣٨١٠)

(٨٠) – عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٨٠)– جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ظلم سے بچو، کیوں کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں لائے گا۔ بخل و حرص سے بچو، اس لیے کہ

اسی بخل و حرص نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اسی بخل و حرص نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپس میں خون خرابہ کریں اور حرام کردہ چیزوں کو حلال کر لیں۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم سے خبردار کیا ہے، جیسے کہ لوگوں پر ظلم، نفس پر ظلم اور اللہ کے حق میں ظلم۔ ظلم نام ہے حق دار کو اس کا حق نہ دینے کا۔ ظلم قیامت کے دن ظلم کرنے والوں پر تاریکیاں بنے گا۔ یعنی اس کی وجہ سے مشکل حالات اور خوف ناکیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ نے 'شح' سے بھی منع فرمایا ہے، جو کہ حرص کے ساتھ شدید بخل کا نام ہے۔ اس میں مالی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی اور دنیا کی شدید حرص بھی داخل ہے۔ ظلم کی اس قسم نے ہم سے پہلے کی امتوں کو ہلاک کر دیا، کیوں کہ اس نے انھیں ایک دوسرے کی جان لینے پر اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر لینے پر ابھارا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مال خرچ کرنا اور غم گساری کرنا آپسی محبت اور ملنساری کا سبب ہے۔
٢. بخل اور لالچ معصیتوں، گناہوں اور بے حیائیوں کی جانب لے جاتی ہے۔
٣. ہمیں سابقہ امتوں کے احوال سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔

(٥٧٨٧)

(٨١) – عن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ، حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ» قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ: «{وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ}[هود: ١٠٢]»

[صحيح] - [متفق عليه]

(٨١)–ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے ہوئے سنا: "ویسے تو اللہ تعالی ظالم کو مہلت دیتا ہے، لیکن جب اسے پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔" پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: {وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ} (تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے، جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے۔ بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے)۔ [سورہ ہود: ۱۰۲] [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم گناہ، شرک اور لوگوں کا حق مار کر ظلم کے راستے پر آگے بڑھتے جانے سے خبر دار کر رہے ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالی ظالم کو فورا سزا دینے کی بجائے اسے مہلت اور ڈھیل دیتا ہے اور اس کی عمر اور دھن دولت کو بڑھاتا جاتا ہے۔ ایسے میں اگر وہ توبہ نہیں کرتا، تو اس کا ظلم بڑھ جانے کی وجہ سے اسے پکڑلیتا ہے اور پھر چھوڑتا نہیں ہے۔

پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: {وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ} (تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے، جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے۔ بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے)۔ [سورہ ہود: ۱۰۲]

حدیث کے کچھ فوائد:

١. عقل مند انسان کو چاہیے کہ فورا توبہ کرلے اور اگر ظلم سے باز نہیں آتا، تو اللہ کے مکر سے مامون نہ رہے۔
٢. اللہ تعالی ظالموں کو سزا دینے کی بجائے مہلت دیتا ہے، تاکہ ان کو توبہ کرنے کا موقع مل سکے اور توبہ نہ کرنے کی حالت میں ان کے عذاب کو بڑھا دیا جائے۔
٣. ظلم قوموں پر اللہ کی سزا کے نازل ہونے کا ایک سبب ہے۔
٤. جب اللہ کسی بستی کو ہلاک کرتا ہے، تو اس میں کچھ نیک لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسے نیک

لوگ قیامت کے دن اپنی نیکی کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اور اس بات سے ان کو کوئی نقصان نہ ہوگا کہ دنیا میں سب کے ساتھ ان کو عذاب کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

(٥٨١١)

(٨٢) – عن ابن عباس رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: قَالَ: «إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً». [صحيح] - [متفق عليه]

(٨٢)–عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور آپ اپنے رب پاک سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دی ہیں اور انھیں صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا، لیکن اس پر عمل نہ کر سکا، تو اس کے کھاتے میں اللہ تعالی اپنے ہاں ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر اس نے ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کر لیا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے یہاں دس نیکیوں سے سات سو گنا تک، بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اس کے بر خلاف جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا، لیکن اس پر عمل نہ کیا، تو اللہ تعالی اپنے یہاں اسے ایک پوری نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر ارادہ کرنے کے بعد اس نے اس کا ارتکاب بھی کر لیا، تو اللہ تعالی اسے صرف ایک برائی ہی لکھتا ہے“۔ [صحیح]–[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالی نے نیکیاں اور برائیاں مقدر کر

دی اور پھر فرشتوں کو بتایا کہ ان کو کیسے لکھا جائے۔

لہذا جس نے کوئی اچھا کام کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اسے کر نہ کر سکا، تب بھی اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اگر اسے کر لیا، تو اس کے لیے دس سے سات سو، بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ دراصل نیکی میں یہ اضافہ دل کے اندر موجود اخلاص اور اس کام سے دوسروں کو ہونے والے فائدے کے مطابق ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف جس نے کوئی برا کام کرنے کا پختہ ارادہ کیا اور پھر اسے اللہ کے لیے چھوڑ دیا، اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ لیکن اگر اسے دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑا اور اس کے اسباب پر بھی ہاتھ نہ لگایا، تو کچھ نہیں لکھا جاتا۔ جب کہ اسے قدرت نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑا، تو اس کی نیت کو اس کے خلاف لکھا جاتا ہے۔ اور اگر اسے کر لیا تو اس کے کھاتے میں ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اس امت پر اللہ کا فضل و کرم ہے کہ وہ اچھے کاموں کا بدلہ بڑھا کر دیتا اور اپنے پاس لکھ رکھتا ہے۔ جب کہ برے کام کا بدلہ بڑھا کر نہیں لکھتا۔

۲. اعمال میں نیت کی اہمیت اور اس کا اثر۔

۳. اللہ کا فضل، لطف اور احسان کہ وہ ایسے شخص کے کھاتے میں، جس نے کسی اچھے کام کا ارادہ کیا اور اسے انجام نہ دیا، ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔

(۴۳۲۲)

(٨٣) – عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ: «مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۸۳)–ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے جو گناہ زمانۂ جاہلیت میں کیے ہیں، کیا ان کا بھی مؤاخذہ ہم سے ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اسلام لانے کے بعد اچھے عمل کیے، اس کا ان اعمال پر مؤاخذہ نہیں ہو گا جو اس نے جاہلیت میں کیے اور جس نے اسلام میں برے کام کیے، وہ اگلے اور پچھلے دونوں طرح کے عملوں پر پکڑا جائے گا"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام قبول کرنے کی فضیلت بیان کر رہے ہیں۔ جو شخص اسلام لائے اور پھر اس کا اسلام ٹھیک رہے اور وہ صدق واخلاص سے متصف رہے، تو ان گناہوں پر اس کا مؤاخذہ نہیں ہو گا، جو اس نے جاہلیت میں کیے تھے۔ اور جو شخص اسلام لانے کے بعد بھی برا ہی رہا، بایں طور کہ دل میں نفاق چھپائے رکھا یا دین سے مرتد ہو گیا، تو اس سے ان تمام اعمال کا حساب وکتاب ہو گا، جو اس نے کفر اور اسلام کی حالت میں کیے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ان اعمال کے تئیں بھی فکر مند اور خائف رہتے تھے جو ان سے زمانۂ جاہلیت میں سرزد ہوئے تھے۔

۲. اسلام پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب۔

۳. اسلام میں داخل ہونے کی فضیلت اور یہ کہ اسلام لانے سے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۴. منافق اور مرتد سے ان تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا، جو انہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے کیے تھے اور جو اسلام قبول کرنے کے بعد کیے۔

(٦٥٠٠٢)

(٨٤) - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ، كَانُوا قَدْ قَتَلُوا وَأَكْثَرُوا، وَزَنَوْا وَأَكْثَرُوا، فَأَتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: إِنَّ الَّذِي تَقُولُ وَتَدْعُو إِلَيْهِ لَحَسَنٌ، لَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً، فَنَزَلَ {وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ}[الفرقان: ٦٨]، وَنَزَلَتْ: {قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ} [الزمر: ٥٣]. [صحيح] - [متفق عليه]

(۸۴)-عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ مشرک، جنھوں نے بہت سے لوگوں کی جانیں لی تھیں اور زنا میں بھی بہت زیادہ ملوث رہ چکے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اور جن باتوں کی دعوت دے رہے ہیں، سب ٹھیک ہیں۔ اگر آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ ہم نے جو گناہ کیے ہیں، ان کا کفارہ بھی ہے، (تو بہتر ہو گا)۔ چنانچہ یہ آیت کریمہ اتری: {وَالَّذِينَ لا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ وَلا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلا بِالْحَقِّ وَلا يَزْنُونَ} (اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس نفس کو قتل کرتے ہیں، جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں۔) [سورہ الفرقان: ٦٦] اور یہ آیت کریمہ بھی اتری: {قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ} (اے نبی! آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیں، جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیے ہیں کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔) [سورہ زمر: ۵۳] [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

کچھ مشرک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، جو قتل وزنا میں بہت زیادہ ملوث رہ چکے تھے اور آپ سے کہنے لگے: آپ ہمیں جس مذہب اسلام اور اس کی تعلیمات کی دعوت دے رہے ہیں، وہ یقیناً بہترین چیزیں ہیں۔ لیکن یہ بتائیں کہ ہمارا جو حال ہے اور ہم جس طرح شرک اور بڑے بڑے گناہوں میں ملوث ہیں، کیا آپ کے مذہب میں اس کا کوئی کفارہ ہے؟

چنانچہ یہ دونوں آیتیں اتریں اور اللہ تعالی نے بتایا کہ انسان چاہے جتنی تعداد میں جتنے بھی بڑے بڑے گناہ کر بیٹھے، سچے دل سے توبہ کرنے پر اللہ اس کی توبہ قبول ضرور کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا، تو لوگ آگے بھی کفر اور سرکشی کے راستے پر چلتے رہتے اور اسلام قبول نہ کرتے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اسلام کی فضیلت وعظمت اور اس بات کی وضاحت کہ اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے۔
٢. اپنے بندوں پر اللہ کی وسیع رحمت، مغفرت اور درگزر۔
٣. شرک حرام ہے، کسی کا ناحق قتل حرام ہے، زنا حرام ہے اور ان گناہوں میں ملوث ہونے والوں کے لیے بڑی سخت وعید ہے۔
٤. سچی توبہ، جو اخلاص اور عمل صالح سے جڑی ہوئی ہو، کفر سمیت تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔
٥. اللہ پاک کی رحمت سے مایوس ہونا حرام ہے۔

(٦٥٠٧١)

(٨٥) – عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ، وَصِلَةِ رَحِمٍ، فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَجْرٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٨٥)۔حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،وہ فرماتے ہیں:میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ!میں زمانۂ جاہلیت میں عبادت کی نیت سے جو صدقہ دیتا تھایاغلام آزاد کرتا اور صلہ رحمی کرتا تھا،کیا ان کا مجھے کوئی اجر ملے گا؟نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"تم ان نیکیوں کے ساتھ اسلام لائے ہو۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ وضاحت فرمائی ہے کہ کافر جب اسلام لاتا ہے، تو اسلام لانے سے قبل زمانۂ جاہلیت میں جو نیک اعمال اس نے کیے تھے، ان کا بھی اجر وثواب اسے ملتا ہے۔ جیسے صدقہ و خیرات کرنا، غلاموں کو آزاد کرنا اور صلہ رحمی کرنا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

ا. دنیا میں کافر جو نیکیاں کرتا ہے، اگر کفر کی حالت میں اس کی وفات ہو جائے، تو آخرت میں ان نیکیوں کا کوئی ثواب اسے نہیں ملے گا۔

(٦٥٠١٦)

(٨٦) – عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً، يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلَّهِ فِي الدُّنْيَا، حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ، لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٨٦)۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کے ساتھ ایک نیکی کے معاملے میں بھی ظلم نہیں فرماتا۔ اس کے بدلے اسے دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی جزا دی جاتی ہے۔ رہا کافر، تو اسے نیکیوں کے بدلے میں، جو اس نے دنیا میں اللہ کے لیے کی ہوتی ہیں، اسی دنیا میں کھلا(پلا) دیا جاتا ہے، حتی کہ جب وہ آخرت میں

پہنچتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی باقی نہیں ہوتی، جس کی اسے جزا دی جائے"۔[صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مؤمنوں پر اللہ کے فضل و احسان اور کافروں کے تئیں اللہ کے عدل وانصاف کو بیان فرمایا ہے۔ جہاں تک مؤمن کی بات ہے، تو اس کی ایک نیکی کا بھی ثواب کم نہیں ہوتا، بلکہ اس کی اطاعت کے بدلے اسے دنیا میں بھی بھلائی ملتی ہے اور ساتھ میں آخرت کے لیے بھی ثواب ذخیرہ کیا جاتا ہے اور بسا اوقات اس کا تمام بدلہ آخرت کے لیے ہی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ رہی بات کافر کی، تو اس کی نیکیوں کے بدلے اسے دنیا میں ہی اللہ تعالی بھلائیاں دے دیتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا، تو اس کے لیے کوئی ثواب باقی نہ رہے گا، جس کا بدلہ اسے دیا جائے، کیوں کہ دنیا و آخرت میں جو نیک عمل کام آتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ کرنے والا مؤمن ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. جو شخص کفر کی حالت میں وفات پاتا ہے، اسے کوئی عمل فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

(٦٥٠١٥)

(٨٧) – عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ، وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً».

[حسن] - [رواه الترمذي]

(۸۷)۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: اے ابن آدم! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا، میں تیرے گناہوں کو بخشتا رہوں گا، چاہے وہ جتنے بھی ہوں، میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے بلندی کے برابر ہو جائیں، پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے، تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس زمین کے برابر گناہ لے کر اس حال میں آئے کہ تو نے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو، تو میں تیرے پاس زمین کے برابر بخشش لے کر آؤں گا۔" [حَسَنٌ]-[اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالی نے حدیث قدسی میں فرمایا: اے ابن آدم! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا، میری رحمت کی امید لگائے رہے گا اور ناامید نہیں ہو گا، میں بے پرواہ ہو کر تیرے گناہ پر پردہ ڈالتا رہوں گا اور اسے مٹاتا رہوں گا۔ خواہ یہ گناہ کبیرہ گناہوں کے زمرے میں ہی کیوں نہ آتا ہو۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ اتنے زیادہ بھی ہو جائیں کہ آسمان اور زمین کے درمیان کے خلا کو بھر دیں اور اس کے بعد بھی تم مجھ سے بخشش طلب کرے، تو گناہوں کی کثرت کی کوئی پرواہ کیے بغیر میں تجھ کو بخش دوں گا۔

اے ابن آدم! اگر تو موت کے بعد میرے پاس اس حال میں آئے کہ تیرے گناہوں اور نافرمانیوں سے روئے زمین بھری ہوئی ہو اور تو موحد بن کر فوت ہوا ہو اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو، تو میں ان گناہوں اور نافرمانیوں کے مقابلے میں روئے زمین بھر مغفرت سے کام لوں گا۔ کیوں کہ میری بخشش کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ میں شرک کے چھوڑ کر سارے گناہوں کو بخش دیتا ہوں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کی بے پایاں رحمت، بخشش اور فضل وکرم۔
٢. توحید کی فضیلت اور یہ کہ اللہ توحید کی راہ پر چلنے والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔
٣. شرک کی خطرناکی اور یہ کہ اللہ شرک کرنے والوں کو معاف نہیں کرے گا۔
٤. ابن رجب کہتے ہیں: اس حدیث میں گناہوں کی مغفرت کے تین اسباب بیان ہوئے ہیں: ١- امید کے ساتھ دعا۔ ٢- بخشش مانگنا اور توبہ کرنا۔ ٣-توحید پر کاربند رہ کر مرنا۔
٥. یہ حدیث ان حدیثوں میں سے ہے، جن کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کیا ہے۔ اس طرح کی حدیث کو حدیث قدسی یا حدیث الہی کہا جاتا ہے۔یعنی ایسی حدیث جس کے الفاظ اور معنی دونوں اللہ کی جانب سے ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے اندر قرآن کے وہ خصائص نہیں پائے جاتے، جن کی بنیاد پر اسے ایک الگ امتیاز حاصل ہے۔ مثلا اس کی تلاوت کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرنا، اس کی تلاوت کے لیے طہارت حاصل کرنا، اس کا معجزہ ہونا اور اس جیسا کلام پیش کرنے کا چیلنج پیش کیا جانا وغیرہ۔
٦. گناہوں کی تین قسمیں ہیں: ١- اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ اسے اللہ معاف نہیں کرے گا۔ اللہ عز و جل نے فرمایا: (یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔) ٢- بندہ کوئی ایسا گناہ کرے، جس کا تعلق اس سے اور اس کے رب سے ہو۔ اللہ چاہے تو اس طرح کے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ ٣- ایسے گناہ، جن میں اللہ کچھ نہیں چھوڑتا۔یعنی بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا۔ یہاں قصاص ضروری ہے۔

(٥٣٥٦)

(٨٨) – عن أبي هريرة رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: «أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ،

ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: عَبْدِي أَذْنَبَ ذَنْبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ، اعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۸۸)—ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے رب تبارک و تعالی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: "ایک بندے نے گناہ کیا اور پھر بول اٹھا: اے اللہ! میرا گناہ معاف کر دے۔ اس پر اللہ تبارک و تعالی نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا اور پھر اس کے اس یقین نے انگڑائی لی کہ اس کا ایک رب ہے، جو گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ اس بندے نے پھر دوبارہ گناہ کیا اور بول پڑا کہ اے میرے رب! میرا گناہ معاف کر دے۔ اس پر اللہ تبارک و تعالی نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا اور پھر اس کے اس یقین نے انگڑائی لی کہ اس کا ایک رب ہے، جو گناہ کو بخش بھی دیتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ تم جو چاہے کرو، میں نے تم کو معاف کر دیا۔" [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بندہ جب کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے اور اس کے بعد کہتا ہے کہ اے الهي! مجھے بخش دے، تو اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے، جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس سے درگزر کرتا ہے یا اس پر سزا دیتا ہے، لہذا میں نے اسے بخش دیا۔ پھر جب بندہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے الهي! مجھے بخش دے، تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور اس کا یقین ہے کہ اس کا ایک رب ہے، جو گناہ معاف کرتا اور اس سے درگزر کرتا ہے یا اس پر سزا دیتا ہے، لہذا میں نے اسے بخش دیا۔

جب بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے الهي! مجھے بخش دے، تو اللہ کہتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے، جو گناہ معاف کرتا اور اس سے درگزر کرتا ہے یا اس پر سزا دیتا ہے، لہذا میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ اب وہ جو چاہے، کرے، جب تک حالت یہ ہو کہ ہر بار گناہ کرنے کے بعد وہ فوراً گناہ کرنا چھوڑ دے، شرمندہ ہو اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ کر لے، لیکن نفس کے بہکاوے میں آکر پھر گناہ کر بیٹھے۔ جب تک یہ حالت بنی رہے، یعنی گناہ کرے اور توبہ کرلے، تو میں اسے معاف کرتا رہوں گا۔ کیوں کہ توبہ پہلے کیے ہوئے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. بندوں پر اللہ کی وسیع رحمت کہ انسان جو بھی غلطی کرے اور جو بھی کام کرے، جب اللہ کی جانب لوٹتا ہے اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہے، تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔
۲. اللہ پر ایمان رکھنے والا شخص اس کی بخشش کی امید رکھتا ہے اور اس کی سزا سے ڈرتا ہے، اس لیے وہ فوراً توبہ کرتا ہے اور گناہ میں لت پت نہیں رہتا۔
۳. صحیح توبہ کی شرطیں: جو گناہ کر رہا تھا اسے چھوڑ دینا، اس پر شرمندہ ہونا اور دوبارہ اسے نہ کرنے کا پکا ارادہ کرلینا۔ اگر توبہ کا تعلق بندے کے کسی حق، مثلاً مال، عزت و آبرو اور جان سے ہو، تو ایک چوتھی شرط بڑھ جاتی ہے۔ وہ شرط ہے، حق والے کو اس کا حق دے دینا یا اس سے معافی تلافی کر لینا۔
۴. اللہ کا علم رکھنے کی اہمیت، جو بندے کو دینی مسائل سے آگاہی عطا کرتا ہے اور جس کے نتیجے میں بندہ ہر بار غلطی کرنے کے بعد توبہ کرلیتا ہے۔ وہ نہ تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے اور نہ گناہ میں آگے بڑھتا جاتا ہے۔

(٣٨١٧)

(٨٩) – عن عَلِيٍّ قَالَ: إِنِّي كُنْتُ رَجُلًا إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا نَفَعَنِي اللهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، وَإِذَا حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ، فَإِذَا حَلَفَ لِي صَدَّقْتُهُ، وَإِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «**مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا، ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ، ثُمَّ يُصَلِّي، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللهَ، إِلَّا غَفَرَ اللهُ لَهُ**»، ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ: {وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ} [آل عمران: ١٣٥].

[صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي في الكبرى وابن ماجه وأحمد]

(٨٩)- علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک ایسا شخص تھا کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے کوئی حدیث سنتا، تو اس سے اللہ مجھے جتنا فائدہ پہنچانا چاہتا، پہنچاتا۔ جب آپ کا کوئی صحابی مجھے کوئی حدیث سناتا، تو میں اسے قسم کھانے کو کہتا۔ جب وہ میرے کہنے پر قسم کھالیتا، تو میں اس کی بات کی تصدیق کرتا۔ مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے اور انھوں نے سچ کہا ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے کہتے ہوئے سنا ہے: "کوئی بھی بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے، پھر کھڑے ہو کر طہارت حاصل کرتا ہے، پھر نماز پڑھتا ہے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے، تو اللہ اس کی مغفرت کر دیتا ہے"۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: {وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ} (اور جب کبھی وہ کوئی بڑا گناہ کر جائیں یا اپنے اوپر ظلم کر بیٹھیں، تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پھر اللہ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں) (سورہ آل عمران: ١٣٥) [صحیح]-[اسے ابو داود، ترمذی، نسائی نے الکبری میں، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب کوئی بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، پھر اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر کھڑے ہو کر اپنے اس گناہ سے توبہ کرنے کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے، تو اللہ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی: {والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب إلا الله ولم يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون} (اور جب کبھی وہ کوئی بڑا گناہ کر جائیں یا اپنے اوپر ظلم کر بیٹھیں، تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پھر اللہ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے، جو گناہوں کی مغفرت فرمائے؟ اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑے نہیں رہتے۔) (سورہ آل عمران:۱۳۵)

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. گناہ ہو جانے کے بعد نماز پڑھنے اور اللہ سے بخشش طلب کرنے کی ترغیب۔

۲. اللہ کی بے پایاں بخشش اور یہ کہ اللہ توبہ و استغفار کو قبول فرماتا ہے۔

(٦٥٠٦٣)

(٩٠) - عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٩٠)- ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ عز و جل رات میں اپنا ہاتھ پسارتا ہے، تاکہ دن کا گنہ گار توبہ کر لے اور دن میں اپنا ہاتھ پسارتا ہے، تاکہ رات کا گنہ گار توبہ کر لے، یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ اللہ تعالی بندے کی توبہ قبول کرتا ہے۔ جب بندہ دن میں گناہ کرنے کے بعد رات میں توبہ کرتا ہے، تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ اسی طرح جب رات میں گناہ کرنے کے بعد دن میں توبہ کرتا ہے، تو اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ اللہ اپناہاتھ توبہ کی خوشی میں اور اسے قبول کرنے کے لیے پھیلاتا ہے۔ توبہ کا دروازہ اس وقت تک کھلا رہے گا، جب تک دنیا کے ختم ہو جانے کی نشانی کے طور پر سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا، تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. توبہ قبول کرنے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک اس کا دروازہ کھلا رہے۔ اس کا دروازہ مغرب سے سورج طلوع ہو جانے کے بعد بند ہو جائے گا۔ نیز اس کا دروزاہ (فرد واحد کے لئے) حلقوم تک روح پہنچنے پر بند کر دیا جاتا ہے لہذا انسان کو اس حالت سے پہلے توبہ کر لینی چاہیے۔

۲. گناہ کی وجہ سے مایوسی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ کا عفو و درگزر اور اس کی رحمت بڑی وسیع ہے اور توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

۳. توبہ کی شرطیں: ۱- گناہ سے باز آجانا۔ ۲۔ گناہ کے ارتکاب پر نادم و شرمندہ ہونا۔ ۳- اس بات کا عزم کرنا کہ دوبارہ وہ گناہ نہیں کرے گا۔ مذکورہ تین شرطیں اس وقت ہیں، جب گناہ کا تعلق اللہ کے حقوق میں سے کسی حق سے ہو۔ لیکن اگر گناہ کا تعلق بندوں کے حقوق میں سے کسی حق سے ہو، تو توبہ کے صحیح ہونے کے لیے اس حق کو صاحب حق کو لوٹانا یا پھر صاحب حق کی جانب سے معاف کر دیا جانا ضروری ہے۔

(۴۳۱۸)

(٩١) – عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «يَنزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، يَقُولُ: «مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟»». [صحيح] - [متفق عليه]

(٩١)–ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات جب کہ رات کا آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا کہ میں اسے دوں؟ ہے کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا کہ میں اس کو بخش دوں؟" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ ہمارا برکت والا اور اعلی وبرتر پروردگار ہر رات، جب کہ رات کا آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، آسمان دنیا پر اترتا ہے اور اپنے بندوں کو اس سے دعا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیوں کہ وہ دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہے۔ وہ ان کو اس سے اپنی مرادیں مانگنے پر ابھارتا ہے، کیوں کہ وہ مانگنے والوں کی جھولیاں بھر دیتا ہے۔ وہ ان کو اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے پر آمادہ کرتا ہے، کیوں کہ وہ اپنے مؤمن بندوں کو بخشتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. رات کے آخری تہائی حصے اور اس میں نماز پڑھنے، دعا کرنے اور بخشش مانگنے کی فضیلت۔

٢. اس حدیث کو سننے کے بعد انسان کو اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہیے کہ دعا کی قبولیت کے ان اوقات کو غنیمت جانے۔

(١٠٤١٢)

(٩٢) – عن النُّعمان بن بَشير رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ -وَأَهْوَى النُّعْمَانُ بِإِصْبعَيْهِ إِلَى أُذُنَيْهِ-: «إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٩٢)–نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا–اور نعمان نے اپنی انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کیا–: ”یقیناً حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ چنانچہ جو شخص شبہ والی چیزوں سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا، اور جو شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا، وہ حرام میں پڑ جائے گا۔ اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو کسی محفوظ چراہ گاہ کے ارد گرد جانور چراتا ہے۔ ایسے میں اس بات کا امکان رہتا ہے کہ جانور اس چراگاہ میں سے بھی چر لے۔ سنو! ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراہ گاہ ہوتی ہے (جس میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی)۔ آگاہ رہو! اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ سنو! جسم کے اندر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے، تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے، تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ جان لو! وہ دل ہے۔“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چیزوں کے بارے میں ایک عام قاعدہ بتا رہے ہیں۔ آپ نے

بتایا کہ شریعت میں چیزیں تین طرح کی ہیں۔ واضح حلال، واضح حرام اور ایسی مشتبہ چیزیں جن کا حلال یا حرام ہونا واضح نہ ہو اور جن کے شرعی حکم سے بہت سے لوگ واقف نہ ہوں۔

ایسے میں جس نے ان مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دیا، اس کا دین حرام چیزوں میں پڑنے سے محفوظ رہے گا اور اس کی عزت وآبرو اس مشتبہ چیز میں ملوث ہونے کی وجہ سے لوگوں کی چہ می گوئیوں سے محفوظ رہے گی۔ اس کے برخلاف جس نے ان مشتبہ چیزوں سے اجتناب نہیں کیا، اس نے اپنے نفس کو یا تو حرام چیز میں پڑنے یا لوگوں کی چہ می گوئیوں کا سامنا کرنے کے لیے آگے کر دیا۔ اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشتبہ کاموں کا ارتکاب کرنے والوں کی حالت بیان کرنے کے لیے ایک مثال دی اور بتایا کہ ایسے شخص کی مثال اس چرواہے کے جیسی ہے جو کسی کی محفوظ چراگاہ کے آس پاس اپنا جانور چراتا ہو۔ ایسے میں اس بات کا امکان رہتا ہے کہ محفوظ چراگاہ کے آس پاس چرنے کی وجہ سے اس کا جانور چراگاہ کے اندر چرنے لگے۔ بالکل ایسے ہی جو شخص کوئی شبہ والا کام کرے گا، وہ اپنے اس کام کی وجہ سے حرام کے قریب ہو جائے گا اور اس بات کا امکان بنا رہے گا کہ وہ حرام میں پڑ جائے۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ دل کے اندر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے (یعنی دل)، جس کے درست ہونے سے جسم درست رہتا ہے اور جس کے بگڑنے سے جسم بگڑ جاتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ایسی مشتبہ چیزوں کو چھوڑنے کی ترغیب جن کا حکم واضح نہ ہو۔

(٤٣١٤)

(٩٣) - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۹۳)- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے کوئی احد کے برابر بھی سونا خرچ کر دے، تو بھی ان کے ایک مد یا آدھا مد کو نہیں پہنچے گا۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔ خاص طور سے اسلام کے ہراول دستہ کی حیثیت رکھنے والے مہاجر وانصار صحابہ کو۔ آپ نے آگے بتایا کہ اگر بعد کا کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے، تو اتنا ثواب حاصل نہیں کر سکے گا، جتنا کسی صحابی کو ایک مد یا آدھا مد خرچ کرنے پر ثواب مل جایا کرتا تھا۔ مد متوسط جسامت والے انسان کے ایک لپ بھر کو کہتے ہیں۔ صحابہ کو اتنا بڑا ثواب ان کے اخلاص، سچی نیت اور فتح مکہ سے پہلے ایسے وقت میں خرچ کرنے اور جنگ میں شامل ہونے کی وجہ سے ملا، جب اس کی اشد ضرورت تھی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. صحابہ کو گالی دینا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

(۱۱۰۰۰)

(٩٤) – عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: «يَا غُلَامُ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ». [صحيح] - [رواه الترمذي]

(٩٤)–عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے سوار تھا کہ اسی درمیان آپ نے فرمایا: "اے لڑکے! میں تمھیں کچھ باتیں سکھانا چاہتا ہوں۔ اللہ (کے حقوق) کی حفاظت کرو، اللہ تمھاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھو، اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب مانگو، تو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد طلب کرو، تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔ اس بات کو جان لو کہ اگر سب مل کر بھی تمھیں فائدہ پہنچانا چاہیں، تو تمھیں اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، جتنا اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر بھی تمھیں نقصان پہنچانا چاہیں، تو تمھیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، جتنا اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں"۔ [صحيح] - [اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بتا رہے ہیں کہ ایک دن وہ اللہ کے نبی صلی اللہ کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے کہا: میں تمھیں کچھ باتیں سکھاؤں گا، جن سے اللہ تمھیں فائدہ پہنچائے گا:

اللہ کے احکام کی حفاظت کرکے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے دور رہ کر اس طرح اللہ

کی حفاظت کرو کہ وہ تم کو نیکی اور اللہ سے قریب کرنے والے کاموں میں مشغول پائے اور نافرمانیوں اور گناہوں میں مشغول نہ پائے۔ اگر تم ایسا کروگے، تو بدلے میں اللہ دنیا و آخرت کی ناخوش گوار چیزوں سے تمھاری حفاظت کرے گا اور تم جہاں بھی جاؤگے، ہر کام میں تمھاری مدد کرے گا۔

جب تم کچھ مانگنا چاہو، تو صرف اللہ سے مانگو۔ کیوں کہ وہی مانگنے والوں کی مرادیں پوری کرتا ہے۔

جب مدد طلب کرنی ہو، تو بس اللہ سے طلب کرو۔

تمھارے دل میں اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ اگر روئے زمین پر موجود سارے لوگ تمھارا بھلا کرنا چاہیں، تو اتنا ہی کر سکتے ہیں، جتنا اللہ نے تمھاری قسمت میں لکھ رکھا ہے اور اگر دھرتی پر بسنے والے سارے لوگ تمھارا برا کرنا چاہیں، تو اس سے زیادہ نہیں کر سکتے، جتنا اللہ نے تمھاری قسمت میں لکھ رکھا ہے۔

ان ساری باتوں کو اللہ تبارک و تعالی نے اپنی حکمت اور علم کے تقاضے کے مطابق لکھ رکھا ہے اور اللہ کے لکھے ہوئے میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. چھوٹے بچوں کو توحید و آداب اور اس طرح کے دین کی دیگر باتیں سکھانے کی اہمیت۔
۲. انسان کو بدلہ اسی نوعیت کا دیا جاتا ہے، جس نوعیت کا اس کا عمل ہوتا ہے۔
۳. اللہ پر بھروسہ رکھنے اور اس پر توکل کرنے کا حکم، کیوں کہ وہ سب سے بہترین کارساز ہے۔
۴. قضاوقدر پر ایمان اور اس سے رضامندی اور یہ کہ اللہ نے ساری چیزیں پہلے ہی مقدر کر رکھی ہے۔

٥. جو اللہ کے حکم کو ضائع کرے گا، اللہ اسے ضائع کرے گا اور اس کی حفاظت نہیں کرے گا۔

(٣٨١١)

(٩٥) – عَنْ سُفْيان بنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ رضي الله عنه قال: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرَكَ، قَالَ: «قُلْ: آمَنْتُ بِاللهِ، ثُمَّ اسْتَقِمْ». [صحيح] - [رواه مسلم وأحمد]

(٩٥)—سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتادیں کہ مجھے اس کے بارے میں آپ کے بعد کسی اور سے سوال کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر ثابت قدم رہو۔" [صحیح]-[اسے مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے گزارش کی کہ آپ ان کو ایک ایسی بات سکھا دیں، جس کے اندر پورے اسلام کا نچوڑ آجائے، تاکہ وہ اسے مضبوطی سے پکڑ لیں اور اس کے بارے میں آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ چنانچہ آپ نے ان سے کہا: تم بس اتنا کہہ دو کہ میں نے اللہ کو ایک مانا اور اس کے رب، اکیلا برحق معبود اور خالق ہونے پر ایمان لایا۔ اور اس کے بعد اللہ کی فرض کی ہوئی چیزوں کو ادا کرتے ہوئے اور اس کی حرام کی ہوئی چیزوں سے دور رہتے ہوئے اس کی اطاعت گزاری کرو اور اسی پر کاربند رہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اصل دین اللہ کے رب اور برحق معبود ہونے پر اور اس کے اسما و صفات پر ایمان رکھنا ہے۔
۲. ایمان کے بعد استقامت، تسلسل کے ساتھ عبادت اور اس پر ثابت قدم رہنے کی بڑی اہمیت ہے۔
۳. اعمال کے قبول ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔
۴. اللہ پر ایمان لانے میں ایمان سے جڑی ہوئی وہ بنیادی باتیں، جن پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور وہ سارے قلبی اعمال اور باطنی و ظاہری اطاعت گزاری اور خود سپردگی شامل ہیں، جو اس کے تابع ہیں۔
۵. استقامت نام ہے واجبات کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب کے ساتھ سیدھے راستے پر قائم رہنے کا۔

(٦٥٠١٨)

(٩٦) – عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى». [صحيح] - [متفق عليه]

(۹۶)- نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومنوں کی آپس میں ایک دوسرے سے محبت و مودّت اور باہمی ہمدردی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب اس کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے، تو سارا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے، بایں طور کہ نیند اڑ جاتی ہے اور پورا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے بیان فرمایا ہے کہ خیر خواہی، رحمت، آپسی تعاون، مدد اور نقصان سے ہونے والی اذیت کے احساس کے معاملے میں مسلمانوں کا حال ایک جسم کے جیسا ہونا چاہیے

کہ جب جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے، تو اس کے ساتھ پورا جسم رات جاگتا ہے اور بخار کا شکار رہتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. مسلمانوں کے حقوق کو اہمیت دینی چاہیے اور ان کو ایک دوسرے کا تعاون کرنے اور ایک دوسرے کے تئیں نرم پہلو اختیار کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔

۲. اہل ایمان کے درمیان آپسی محبت اور باہمی نصرت کی فضا ہموار ہونی چاہیے۔

(٣٩٦٩)

(٩٧) – عن عثمان بن عفان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۹۷)– عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے، اس کے گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں“۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جس نے وضو کی سنتوں اور آداب کا خیال رکھتے ہوئے وضو کیا، تو اس سے اس کے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جائیں گے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. وضو، اس کی سنتوں اور آداب کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب۔

۲. وضو کی فضیلت اور اس کا صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہونا۔ جہاں تک بڑے گناہوں کی بات ہے، تو ان کے لیے توبہ ضروری ہے۔

۳. گناہوں سے پاک ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق وضو مکمل طور پر کیا جائے اور اس میں کوئی کمی نہ رہنے دیا جائے۔

۴. گناہوں کے مٹا دیے جانے کی جو بات اس حدیث میں آئی ہے' وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب اور ان سے توبہ کرنے کے ساتھ مقید ہے۔ اللہ تعالی نے کہا ہے: "اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے، تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے۔" [سورہ نساء: ۳۱]

(٦٢٦٣)

(٩٨) – عَن أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نَرْكَبُ البَحْرَ، وَنَحْمِلُ مَعَنَا القَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَنَتَوَضَّأُ مِنَ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ، الحِلُّ مَيْتَتُهُ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجه وأحمد]

(۹۸)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا: "یا رسول اللہ! ہم سمندری سفر پر جاتے ہیں اور ہمارے ساتھ تھوڑا سا پانی ہوتا ہے۔ اگر ہم اس سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جاتے ہیں۔ لہذا کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں؟"۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جواب دیا: "سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردار حلال ہے"۔ [صحیح] – [اسے ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے]

شرح:

ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ہم شکار، تجارت اور اس طرح کے دوسرے مقاصد کے تحت کشتیوں میں سوار ہو کر سمندر کا سفر کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھ پینے کا پانی بس تھوڑا سا ہوتا ہے۔ اگر ہم اس کا استعمال وضو اور غسل میں کریں گے، تو وہ ختم ہو جائے گا اور پینے کا پانی نہیں بچے گا۔ لہذا کیا ہمارے لیے سمندر کے پانی سے وضو کرنا جائز ہو گا؟

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے پانی کے بارے میں فرمایا: اس کا پانی خود بھی پاک ہے اور اس کے اندر دوسرے کو پاک کرنے کی صلاحیت بھی موجود ہے۔ اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔ اس سے نکلنے والی مچھلیوں وغیرہ کا کھانا بھی جائز ہے۔ اگرچہ وہ مردہ حالت میں پانی کی سطح پر تیرتی ہوئی ہی کیوں نہ پائی جائیں اور کسی نے ان کا شکار نہ بھی کیا ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. سمندری جانور مرے ہوئے حالت میں بھی حلال ہیں۔ یعنی ایسے جانور جو سمندر ہی میں رہتے ہوں اور اس کے اندر مر جائیں، تو انھیں کھانا جائز ہے۔

٢. سوال کرنے والے کو اتمام فائدہ کے لیے اس کے سوال سے زیادہ جواب دیا جا سکتا ہے۔

٣. کسی طاہر چیز کے ملنے سے پانی کا مزہ، رنگ یا بو بدل جائے، تو وہ پاک ہی رہتا ہے، بشرطیکہ وہ پانی اپنی حقیقی حالت پر باقی رہے۔ خواہ وہ سخت نمکین، سخت گرم یا سخت ٹھنڈا ہی کیوں نہ ہو جائے۔

٤. سمندر کا پانی چھوٹی اور بڑی ناپاکیوں کو دور کر دیتا ہے اور کسی پاک چیز، مثلا بدن یا کپڑے وغیرہ پر لگنے والی گندگی کو بھی اس سے دور کیا جا سکتا ہے۔

(٨٣٥٥)

(٩٩) – عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَنُوبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجه وأحمد]

(٩٩)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے اس پانی کے بارے پوچھا گیا، جس پر چوپائے اور درندے آتے جاتے رہتے ہوں (کہ اس کا کیا حکم ہے؟)۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے جواب دیا: ”جب پانی کی مقدار دو قلہ (دو بڑے بڑے گھڑوں کے برابر) ہو، تو وہ گندگی کو اثر انداز ہونے نہیں دیتا۔“ [صحیح]-[اسے ابو داود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا گیا کہ وہ پانی پاک ہے یا نہیں، جس پر چوپائے اور درندے وغیرہ پانی پینے کے لیے آتے جاتے رہتے ہوں، تو آپ نے جواب دیا کہ جب پانی دو بڑے بڑے گھڑوں کے برابر ہو، جو موجودہ حساب سے ٢١٠ لیٹر ہوتا ہے، تو وہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی ہے اور وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ ہاں، اگر کوئی ناپاک چیز ملنے کی وجہ سے اس کے رنگ، مزہ یا بو میں سے کوئی وصف بدل جائے، تو بات الگ ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. کوئی ناپاک چیز ملنے کی وجہ سے پانی کے رنگ، مزہ یا بو میں سے کوئی ایک وصف بدل جائے، تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں جو بات کہی گئی ہے، وہ عموم کے طور پر ہے۔ تحدید کے طور پر نہیں۔

٢. علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی ناپاک چیز پانی کو بدل دے، تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ خواہ کم ہو یا زیادہ۔

(٨٣٥٧)

(١٠٠) – عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَتَيْتُمُ الغَائِطَ فَلاَ تَسْتَقْبِلُوا القِبْلَةَ، وَلاَ تَسْتَدْبِرُوهَا وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا» قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: فَقَدِمْنَا الشَّأْمَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ بُنِيَتْ قِبَلَ القِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ، وَنَسْتَغْفِرُ اللَّهَ تَعَالَى. [صحيح] - [متفق عليه]

(١٠٠)– ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ، تو پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے نہ تو قبلہ کی طرف رخ کرو اور نہ پشت۔ بلکہ یا تو مشرق کی طرف منہ کیا کرو یا مغرب کی طرف“۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم شام آئے، تو ہم نے دیکھا کہ بیت الخلا کعبہ رخ بنائے گئے تھے۔ چنانچہ ہم (جب قضائے حاجت کے لیے جاتے تو) کعبہ کی سمت سے ہٹ کر بیٹھتے اور اللہ عز و جل سے استغفار کرتے۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت یعنی پیشاب اور پاخانہ کا ارادہ کرنے والے کو قبلہ اور کعبہ کی جانب منہ یا پیٹھ کرکے بیٹھنے سے منع کیا ہے۔ اسے مشرق یا مغرب کی جانب رخ کرکے بیٹھنا چاہیے، اگر اس کا قبلہ اہل مدینہ کا قبلہ ہو۔ پھر ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ جب وہ شام پہنچے تو دیکھا کہ وہاں قضائے حاجت کے لیے بنے ہوئے بیت الخلا کعبہ رخ بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے وہ اپنے جسم کو کعبہ کے رخ سے موڑ کر بیٹھتے اور قضائے حاجت کے بعد اللہ سے مغفرت طلب کر لیا کرتے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس میں پنہاں حکمت کعبہ کی تعظیم اور اس کا احترام ہے۔
٢. قضائے حاجت کی جگہ سے نکلنے کے بعد استغفار کرنا چاہیے۔
٣. اس حدیث سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا خوب صورت طریقہ سامنے آتا

ہے کہ جب حرام کا ذکر کیا، تو مباح کی جانب بھی رہنمائی کر دی۔

(٣٠٧٨)

(١٠١) – عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُمْسِكَنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَهُوَ يَبُولُ، وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٠١)–ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت دائیں ہاتھ سے اپنے عضوِ مخصوص کو نہ پکڑے اور نہ قضائے حاجت کے بعد اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ (پانی پیتے وقت) برتن میں سانس لے۔" [صحیح]-[متفق علیه]

شرح:

یہاں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے کچھ آداب بیان کیے ہیں۔ پیشاب کرتے وقت دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو پکڑنے اور دائیں ہاتھ سے قبل یا دبر کی نجاست کو صاف کرنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ دایاں ہاتھ اچھے کاموں کے لیے عطا ہوا ہے۔ اسی طرح جس برتن سے کچھ پیا جا رہا ہو، اس میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. آداب اور نظافت میں اسلام کو سبقت حاصل ہے۔
٢. گندی چیزوں سے اجتناب ضروری ہے۔ اگر ہاتھ لگانا ضروری ہو جائے، تو بایاں ہاتھ لگایا جائے۔
٣. دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر شرف اور فضیلت حاصل ہے۔
٤. اسلامی شریعت ایک مکمل شریعت ہے اور اس کی تعلیمات شمولیت کی حامل ہیں۔

(٣٠٧٩)

(١٠٢) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيَاشِيمِهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٠٢)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو، تو تین مرتبہ اپنی ناک میں پانی ڈال کر جھاڑلے، کیوں کہ شیطان اس کی ناک کے بانسے میں رات گزارتا ہے“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی ترغیب دے رہے ہیں کہ جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار ناک میں پانی ڈال کر جھاڑلے۔اس حدیث میں آئے ہوئے لفظ "استنثار" کے معنی ہیں ناک میں پانی ڈال کر جھاڑنا۔یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ شیطان انسان کی ناک کے اندر رات گزارتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نیند سے بیدار ہونے والے ہر شخص کے لیے شیطان کے اثر کو زائل کرنے کے لیے ناک جھاڑنا مشروع ہے۔اگر وضو کا ارادہ ہو تو ناک جھاڑنے کی تاکید دوچند ہو جاتی ہے۔
٢. ناک جھاڑنے سے ناک میں پانی چڑھانے کا فائدہ پورے طور پر حاصل ہوتا ہے۔کیوں کہ ناک میں پانی چڑھانا ناک کے اندرونی حصے کی صفائی کا ذریعہ ہے۔جب کہ ناک جھاڑنے سے اندر کی گندگی پانی کے ساتھ نکل جاتی ہے۔
٣. اس حدیث میں جو بات کہی گئی ہے، اسے رات میں سونے تک محدود اس حدیث میں آئے ہوئے لفظ "یبیت" کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔کیوں کہ اس لفظ کا استعمال رات میں سونے

کے لیے ہی ہوتا ہے۔ ویسے بھی رات کی نیند لمبی اور گہری ہوتی ہے۔

۴. یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ شیطان انسان کے ساتھ رہتا ہے اور انسان کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔

(۸۳۷۷)

(۱۰۳) – عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ، أَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ، بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ. [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۰۳)–انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: نبی ﷺ ایک صاع سے لے کر پانچ مد تک پانی سے نہالیا کرتے تھے اور ایک مد پانی سے وضو کرلیا کرتے تھے۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت ایک صاع سے پانچ مد تک پانی سے کیا کرتے تھے۔ جب کہ وضو ایک مد پانی سے کیا کرتے تھے۔ صاع چار مد کا ہوتا ہے۔ جب کہ ایک مد معتدل جسم والے انسان کی دونوں ہتھیلیوں بھر کا ہوا کرتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. یہ حدیث وضو اور غسل کرتے وقت پانی بچانے اور اسراف سے بچنے کی مشروعیت کی طرف اشارہ کرتی ہے، چاہے پانی میسر ہی کیوں نہ ہو۔

۲. مستحب یہ ہے کہ وضو اور غسل کرتے وقت پانی بقدر حاجت اور کم سے کم استعمال کیا جائے۔ یہی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

۳. اس حدیث کا مقصد وضو اور غسل کی سنتوں اور آداب کا خیال رکھتے ہوئے، پانی کے استعمال میں فضول خرچی اور کنجوسی کیے بغیر، وقت اور پانی کی کثرت و قلت کو دھیان میں

رکھتے ہوئے مکمل طور سے وضو اور غسل کرنا ہے۔

۴. جنابت کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے، جس نے منی کا انزال یا جماع کیا ہو۔ جنابت کو جنابت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس حالت میں انسان پاک ہو جانے تک نماز اور عبادتوں سے دور رہتا ہے۔

۵. صاع ناپنے کا ایک معروف آلہ ہے۔ یہاں مراد صاع نبوی ہے۔ اس کا وزن عمدہ قسم کے گیہوں کا ۴۸۰ مثقال اور لیٹر میں تین لیٹر ہے۔

۶. مد ایک شرعی ماپ ہے۔ اس سے مراد ایک معتدل جسم والے انسان کی دونوں ہتھیلیوں بھر ہے، جب ان کو بھر کر ہاتھ پھیلا دیا جائے۔ مد ایک چوتھائی صاع ہے، اس پر تمام فقہا متفق ہیں۔ اس کی مقدار ۷۵۰ ملی لیٹر ہوا کرتی ہے۔

(۸۳۸۷)

(١٠٤) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۰۴)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کا وضو ٹوٹ جائے، تو جب تک وضو نہ کرلے، اللہ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے ایک شرط طہارت ہے۔ لہٰذا جس شخص کا پیشاب، پاخانہ اور نیند وغیرہ کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے اور وہ نماز پڑھنا چاہے، تو اس پر وضو کرنا ضروری ہو گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. ناپاکی کی حالت میں نماز قبول نہیں ہوتی، جب تک کہ حدث اکبر کی صورت میں غسل اور

حدث اصغر کی صورت میں وضو نہ کر لیا جائے۔

٢. وضو نام ہے منہ میں پانی ڈال کر اسے منہ کے اندر گھمانے، پھر سانس کے ساتھ ناک میں پانی چڑھانے، پھر اسے نکال باہر کرنے اور ناک جھاڑنے، پھر چہرے کو تین بار دھونے، پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین بار دھونے، پھر پورے سر کا ایک بار مسح کرنے اور پھر دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت تین بار دھونے کا۔

(٣٥٣٤)

(١٠٥) – عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه قال: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلَى قَدَمِهِ فَأَبْصَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ» فَرَجَعَ، ثُمَّ صَلَّى. [صحيح بشواهده] - [رواه مسلم]

(١٠٥)–جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا: ایک شخص نے وضو کیا اور پیر میں ناخن کے برابر جگہ سوکھی چھوڑ دی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: "جاؤ اور اچھی طرح وضو کر لو۔" لہذا وہ واپس گیا اور پھر سے نماز پڑھی۔ [یہ حدیث اپنے شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص پورا وضو کر چکا ہے، لیکن اس کے قدم پر ایک ناخن کے برابر جگہ سوکھی رہ گئی ہے، جہاں وضو کا پانی پہنچا نہیں ہے۔ لہذا آپ نے وضو میں رہ جانے والی کمی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس سے کہا کہ واپس جاؤ، وضو اچھی طرح اور مکمل انداز میں کرو اور سارے اعضائے وضو تک پانی پہنچاؤ۔ چنانچہ وہ شخص واپس گیا، مکمل وضو کیا اور اس کے بعد نماز پڑھی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اچھے کام کا حکم دینے اور جاہل و غافل کی رہ نمائی کرنے میں جلدی کرنے کی ضرورت۔ خاص طور سے اس وقت، جب منکر کے نتیجے میں انسان کی عبادت ضائع ہو جائے۔

۲. وضو کے اعضا کو پورا پورا دھونا ضروری ہے۔ جس نے کسی عضو کے تھوڑے سے حصے کو بھی سوکھا رہنے دیا، اس کا وضو نہیں ہو گا اور زیادہ وقت گزر جانے پر وضو از سر نو دوبارہ کرنا پڑے گا۔

۳. اچھی طرح وضو کرنے کی مشروعیت۔ اچھی طرح وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اعضا کو مکمل اور پورے طور اسی طرح دھویا جائے، جس طرح شریعت نے حکم دیا ہے۔

۴. دونوں قدم اعضائے وضو میں داخل ہیں۔ ان کا مسح کر لینا کافی نہیں ہے۔ دھونا ضروری ہے۔

۵. وضو کے اعضا کو اس طرح لگاتار دھونا چاہیے کہ ہر عضو کو اس سے پہلے والے عضو کے خشک ہونے سے پہلے دھو لیا جائے۔

۶. عدم واقفیت یا بھول جانے کی وجہ سے کوئی واجب ساقط نہیں ہوتا۔ بس اتنا ہوتا ہے کہ انسان پر گناہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس شخص نے عدم واقفیت کی بنا پر مکمل وضو نہیں کیا، تو آپ نے اس سے واجب یعنی وضو کو ساقط نہیں کیا، بلکہ اسے دوبارہ وضو کر لینے کا حکم دیا۔

(٨٣٨٦)

(١٠٦) – عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عنهما قَالَ: رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِيقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ، فَتَوَضَّؤُوا وَهُمْ عِجَالٌ، فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ وَأَعْقَابُهُمْ

تَلُوحُ لَمْ يَمَسَّهَا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٠٦)–عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ لوٹ رہے تھے۔ راستے میں پانی کے ایک چشمے تک پہنچے، تو عصر کے وقت کچھ لوگوں نے بڑی جلد بازی دکھائی۔ جلدی جلدی وضو کر لیا۔ ہم پہنچے تو ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں۔ ان کو پانی نے چھوا تک نہیں تھا۔ لہذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔ وضو اچھی طرح کیا کرو۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم مکہ سے مدینہ کے سفر پر تھے۔ ساتھ میں صحابہ بھی موجود تھے۔ راستے میں پانی ملا، تو کچھ صحابہ نے عصر کی نماز کے لیے اس طرح وضو کر لیا کہ صاف دکھ رہا تھا کہ ان کی ایڑیاں خشک ہیں ان تک پانی نہیں پہنچا ہے۔ لہذا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: ایسے لوگوں کے لیے آگ کا عذاب اور ہلاکت ہے جو وضو کرتے وقت ایڑیوں کو دھونے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ان کو مکمل طور پر وضو کرنے کا حکم دیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. وضو کے وقت دونوں پیروں کو دھونا واجب ہے۔ کیوں کہ اگر مسح جائز ہوتا، تو ایڑی نہ دھونے پر آگ کے عذاب کی دھمکی نہ دی جاتی۔
٢. اعضاے وضو کو پورے طور پر دھونا واجب ہے۔ جس نے جان بوجھ کر یا سستی میں تھوڑے سے حصے کو بھی دھونا چھوڑ دیا، اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔
٣. جاہل کو تعلیم دینے اور اس کی رہ نمائی کرنے کی اہمیت۔

۴. عالم کو چاہیے کہ فرائض اور سنتوں کو ضائع کرنے کی تردید مناسب اسلوب میں کرے۔

۵. محمد اسحاق دہلوی کہتے ہیں: مکمل طور سے اور اچھی طرح وضو کرنے کی تین قسمیں ہیں: ۱- فرض: اعضاے وضو کو ایک ایک بار مکمل دھونا۔ ۲- سنت: تین تین بار دھونا۔ ۳- مستحب: اعضا کو تین تین بار کچھ اضافے کے ساتھ دھونا۔

(٦٦٣٩٢)

(١٠٧) – عن عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ عَنْ أَنَس بن مالك قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، قُلْتُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالَ: يُجْزِئُ أَحَدَنَا الْوُضُوءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ. [صحيح] - [رواه البخاري]

(۱۰۷)- عمرو بن عامر انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت وضو کیا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ لوگ کیا کرتے تھے، تو انھوں نے جواب دیا: ہمارے لیے وضو اس وقت تک کافی ہو جاتا تھا، جب تک وضو ٹوٹ نہ جائے۔ [صحیح] - [اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے، چاہے وضو نہ بھی ٹوٹے۔ ایسا آپ اجر و ثواب حاصل کرنے کے لیے کرتے تھے۔

انسان جب تک باوضو رہے، ایک ہی وضو سے ایک سے زیادہ نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہر نماز کے لیے وضو کر لیا کرتے تھے۔ کیوں کہ یہ کامل ترین طریقہ ہے۔

٢. ہر نماز کے لیے وضو کرنا مستحب ہے۔

٣. ایک وضو سے ایک سے زیادہ نمازیں پڑھنا جائز ہے۔

(٦٥٠٨٠)

(١٠٨) – عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً. [صحيح] - [رواه البخاري]

(١٠٨)–عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک ایک بار وضو کیا۔ [صحیح] -[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کبھی کبھی وضو کرتے وقت وضو کے سارے اعضا کو ایک ایک بار ہی دھویا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک ہی بار چہرہ دھوتے (جس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈال کر ناک جھاڑنا بھی شامل ہے) اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کو بھی ایک ایک بار ہی دھوتے۔ دراصل واجب ایک بار دھونا ہی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھونا واجب اور ایک سے زیادہ بار دھونا مستحب ہے۔

٢. وضو کے اعضا کو کبھی کبھی ایک ایک بار ہی دھویا جا سکتا ہے۔

٣. سر کا مسح ایک ہی بار کرنا مشروع ہے۔

(٦٥٠٨١)

(١٠٩) – عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ. [صحيح] - [رواه البخاري]

(١٠٩)–عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے اعضا کو دو دو بار دھویا۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے وقت کبھی کبھی وضو کے اعضا کو دو دو بار دھویا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے چہرے کو دو بار دھوتے (جس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈال کر ناک جھاڑنا بھی شامل ہے) اور اپنے ہاتھوں اور پیروں کو بھی دو دو بار دھوتے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھونا واجب اور ایک سے زیادہ بار دھونا مستحب ہے۔
٢. وضو کے اعضا کو کبھی کبھی دو دو بار بھی دھونا مشروع ہے۔
٣. سر کا مسح ایک ہی بار کرنا مشروع ہے۔

(٦٥٠٨٢)

(١١٠) – عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضي الله عنه: أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ، فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوَضُوءِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، وَقَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ

غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۱۰)– عثمان بن عفان کے غلام حمران سے روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا، برتن کا پانی دونوں ہاتھوں پر تین بار انڈیلا، ان کو تین بار دھویا، پھر وضو کے پانی میں دائیں ہاتھ کو داخل کیا، پھر کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا اور ناک جھاڑا، پھر چہرے کو تین بار اور دونوں ہاتھوں کو تین بار کہنیوں سمیت دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر ہر ایک پیر کو تین تین بار دھویا اور اس کے بعد فرمایا: میں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اور اس کے بعد فرمایا: "جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعت نماز پڑھی، جس میں اس نے اپنے جی میں کوئی بات نہ کی، اللہ تعالی اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عملی طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ کے وضو کا طریقہ سکھایا، تاکہ بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔ چنانچہ انھوں نے ایک برتن میں پانی منگوایا، پھر پانی کو دونوں ہاتھوں پر تین بار انڈیلا، بعد ازاں اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا، پانی لے کر اپنے منہ میں ڈالا، اندر گھمایا اور باہر نکال دیا، پھر سانس کے ساتھ ناک کے اندر پانی کھینچا، پھر اسے نکال کر ناک جھاڑا، پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین بار دھویا، پھر پانی سے بھیگے ہوئے ہاتھوں کو ایک بار سر پر پھیرا، پھر اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت تین بار دھویا۔

جب وضو سے فارغ ہو گئے تو بتایا کہ انھوں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا اور اس کے بعد یہ خوش خبری دی کہ جس نے آپ کے وضو کی طرح وضو کیا اور خشوع وخضوع اور دلجمعی کے ساتھ اپنے رب کے سامنے حاضر ہو کر دو رکعت نماز پڑھی، تو اس

کے اس کامل وضو اور اس خالص نماز کے بدلے میں اللہ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. وضو شروع کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو برتن میں ڈالنے سے پہلے دھونا مستحب ہے، اگرچہ نیند سے نہ بھی اٹھا ہو۔ اس کے برخلاف اگر رات کی نیند سے بیدار ہوا ہو، تو دونوں ہاتھوں کو دھونا واجب ہے۔

٢. معلم کو ایسا طریقہ اپنانا چاہیے کہ بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے اور سیکھنے والے کے دل میں بیٹھ جائے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے تعلیم عملی طور پر دی جائے۔

٣. مصلی کو دنیوی مصروفیتوں سے متعلق سبھی خیالات کو دور رکھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔ کیوں کہ نماز مکمل اسی وقت ہوتی ہے، جب دل و دماغ کو حاضر رکھ کر پڑھی جائے۔ ورنہ دل میں آنے والے خیالات سے بچنا مشکل ہے۔ انسان کو خیالات کی رو میں بہنے کی بجائے اس سلسلے میں اپنے نفس سے لڑنا چاہیے۔

٤. وضو دائیں طرف سے کرنا سنت ہے۔

٥. کلی کرنے، ناک میں پانی چڑھانے اور ناک جھاڑنے کے درمیان ترتیب کا خیال رکھنا مشروع ہے۔

٦. چہرے، ہاتھوں اور پیروں کو تین تین بار دھونا مستحب اور ایک بار دھونا واجب ہے۔

٧. اللہ کی جانب سے پچھلے گناہ اس وقت معاف کیے جاتے ہیں، جب دو کام ایک ساتھ ہوں؛ حدیث میں بیان کیے گئے طریقے کے مطابق وضو کیا جائے اور دو رکعت نماز پڑھی جائے۔

٨. وضو کے وقت دھوئے جانے والے ہر عضو کی حدود متعین ہیں۔ چنانچہ چہرے کی حد لمبائی میں سر کے بال اگنے کی قدرتی جگہ سے ٹھڈی اور داڑھی کے بالوں تک اور چوڑائی میں ایک کان سے دوسرے کان

تک ہے۔ ہاتھ کی حد انگلیوں کے کناروں سے کہنی تک ہے۔ کہنی سے مراد بازو اور ہاتھ کے بیچ کا جوڑ ہے۔ سر کی حد سر کے بال اگنے کی قدرتی جگہوں سے گردن کے اوپری حصے تک ہے۔ کانوں کا مسح سر ہی میں داخل ہے۔ جب کہ پاؤں کی حد پورا قدم نیز قدم اور پنڈلی کے بیچ کے جوڑ کے ساتھ ہے۔

(۳۳۱۳)

(١١١) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ ثُمَّ لِيَنْثُرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ، وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا فِي وَضُوئِهِ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ».

ولفظ مسلم: «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١١١)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی وضو کرے، تو اپنی ناک میں پانی ڈال کر ناک جھاڑے، اور جو ڈھیلوں سے استنجا کرے، وہ طاق عدد میں ڈھیلے استعمال کرے۔ اور جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے، تو اپنے ہاتھوں کو وضو کے پانی میں ڈالنے سے پہلے دھو لے، کیوں کہ تم میں سے کسی کو نہیں پتہ کہ رات کے وقت اس کا ہاتھ کہاں کہاں گیا ہے؟" صحیح مسلم کے الفاظ ہیں: "جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے، تو اپنے ہاتھ کو برتن میں اس وقت تک نہ ڈبوئے، جب تک اسے تین بار نہ دھو لے۔ کیوں کہ اسے نہیں پتہ کہ رات کے وقت اس کا ہاتھ کہاں کہاں گیا ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے طہارت کے بعض احکام بیان کیے ہیں۔ جیسے: ١- وضو کرنے والا اپنی ناک میں سانس کے ساتھ پانی اندر داخل کرے اور پھر سانس کے ساتھ ہی اسے باہر نکال دے۔

۲- جو شخص پیشاب پاخانے کے بعد پانی کی بجائے کسی اور چیز، جیسے پتھر اور ڈھیلوں وغیرہ کے ذریعے گندگی کو صاف کرنا چاہے، وہ پتھر اور ڈھیلوں کا استعمال طاق عدد میں کرے۔ کم سے کم تعداد تین ہو اور زیادہ سے زیادہ اتنی، جس سے پیشاب پاخانہ وغیرہ نکلنا بند ہو جائے اور نکلنے کی جگہ صاف ہو جائے۔ ۳- جو شخص رات کے وقت سو کر اٹھے، وہ وضو کے لیے اپنا ہاتھ برتن کے اندر اس وقت تک نہ ڈالے، جب تک اسے برتن سے باہر تین بار دھو نہ لے۔ کیوں کہ اسے نہیں پتہ کہ اس کا ہاتھ رات میں کہاں کہاں گیا ہو گا۔ ایسے میں اس کے گندا ہونے کا امکان رہتا ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے ہاتھ کے ساتھ شیطان نے کھیلا ہو اور اس میں کوئی ایسی چیز لگا دی ہو، جو انسان کے لیے نقصان دہ اور پانی کو گندہ کرنے والی ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. وضو کرتے وقت سانس کے ذریعے ناک میں پانی داخل کرنا اور سانس ہی کے ذریعے ناک سے پانی باہر نکالنا واجب ہے۔
۲. استنجا کے لیے پتھر طاق عدد میں استعمال کرنا مستحب ہے۔
۳. رات میں سونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو تین بار دھونا مشروع ہے۔

(۳۰۳۳)

(١١٢) - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ: «إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ البَوْلِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ» ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً، فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ، فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: «لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۱۲)- عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو

قبروں کے پاس سے گزرے، تو فرمایا: "ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور وہ بھی عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں دیا جارہا ہے۔ دونوں میں سے ایک شخص پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص لگائی بجھائی کرتا پھرتا تھا۔" پھر ایک تازہ شاخ لی، اسے آدھا آدھا پھاڑا اور ایک ایک حصہ دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے جواب دیا: "شاید ان دونوں کا عذاب اس وقت تک کے لیے ہلکا کر دیا جائے، جب تک یہ دونوں شاخیں سوکھ نہ جائیں۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: ان قبروں میں دفن دونوں شخص عذاب کا سامنا کر رہے ہیں اور یہ عذاب ایسے کاموں کی وجہ سے جھیل رہے ہیں، جو تمھاری نظروں میں تو بڑے نہیں ہیں، لیکن اللہ کی نظر میں بڑے ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک شخص قضائے حاجت کے وقت اپنے جسم اور کپڑوں کو پیشاب سے بچانے پر دھیان نہیں دیتا تھا۔ جب کہ دوسرا شخص لوگوں کے بیچ لگائی بجھائی کرتا پھرتا تھا۔ وہ نقصان پہنچانے اور اختلاف پیدا کرنے کے ارادے سے ایک شخص کی بات دوسرے شخص کو پہنچایا کرتا تھا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. لگائی بجھائی کرنا اور پیشاب سے بچنے پر دھیان نہ دینا کبیرہ گناہ اور عذاب قبر کا سبب ہے۔

٢. اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ غیب کی چیزیں کھول دیں، تاکہ یہ آپ کے نبی ہونے کی ایک دلیل بن سکے۔

٣. ایک شاخ لینے اور اسے پھاڑ کر قبر پر رکھنے کا یہ عمل اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ کیوں کہ اللہ نے آپ کو ان دونوں قبروں میں دفن لوگوں کا حال بتادیا تھا۔ اس سلسلے میں آپ پر کسی کو قیاس اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی قبر میں دفن لوگوں کا حال جان نہیں سکتا۔

(٣٠١٠)

(١١٣) – عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الخَلَاءَ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الخُبُثِ وَالخَبَائِثِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١١٣)– انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم جب قضائے حاجت کی جگہ میں داخل ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے: "اے اللہ! میں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم جب اس جگہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے، جہاں قضائے حاجت کرنی ہوتی، تو اللہ کی پناہ مانگتے اور دعا کرتے کہ آپ کو خبیث جنوں اور خبیث جنیوں کی برائی سے بچائے۔ اس دعا میں آئے ہوئے الفاظ "الخبث" اور "الخبائث" کی تفسیر برائی اور نجاستوں سے بھی کی گئی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. قضائے حاجت کی جگہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔
٢. ساری مخلوق تمام حالتوں میں اذیت ناک یا نقصان دہ چیزوں سے حفاظت کے لیے اپنے رب کے محتاج ہیں۔

(٣١٥٠)

(١١٤) – عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ المؤْمنينَ رَضِيَ اللهُ عنها: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الغَائِطِ قَالَ: «غُفْرَانَكَ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه وأحمد]

(١١٤)– امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم جب قضائے حاجت کی جگہ سے باہر آتے تو فرماتے: "غفرانک" (اے اللہ! میں تیری مغفرت چاہتا ہوں)

[صحیح]-[اسے ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت یعنی پاخانہ کی جگہ سے نکلتے تو فرماتے: اے اللہ! میں تجھ سے تیری مغفرت مانگتا ہوں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. قضائے حاجت کی جگہ سے نکلنے کے بعد "غُفرانک" کہنا مستحب ہے۔
۲. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام احوال میں اللہ سے مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔
۳. قضاے حاجت کے بعد مغفرت طلب کرنے کا سبب کیا ہے؟ اس کے بیان میں درج ذیل باتیں کہی گئی ہیں:
۴. -اللہ کی عطا کی ہوئی بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں ہونے والی کوتاہی کی بنا پر۔
۵. -اذیت ناک چیزوں کے نکلنے میں اس کی جانب سے فراہم کی گئی آسانی کی بنا پر۔
۶. -میں تجھ سے بخشش اس لیے طلب کرتا ہوں کہ قضاے حاجت کے وقت تیرے ذکر سے غافل رہا۔

(١٠٠٤٦)

(١١٥) – عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ». [صحيح] - [رواه النسائي وأحمد]

(۱۱۵)– عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسواک منہ کی پاکیزگی اور رب کی رضا کا موجب ہے“۔ [صحیح]-[اسے نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتارہے ہیں کہ پیلو وغیرہ کی شاخ سے دانتوں کو صاف کرنا منہ کو

گندگیوں اور بدبو سے پاک کرتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ اللہ بندہ سے راضی بھی ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ اللہ کی اطاعت گزاری اور اس کے حکم کی تعمیل ہے اور اس سے صفائی ستھرائی بھی حاصل ہوتی ہے، جو اللہ کو پسند ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسواک کرنے کی فضیلت اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کو اس بات کی ترغیب کہ وہ زیادہ سے زیادہ مسواک کیا کریں۔

٢. بہتر یہ ہے کہ انسان پیلو پیڑ کی شاخ سے مسواک کرے، لیکن برش اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال بھی اس کے قائم مقام ہوگا۔

(٣٥٨٨)

(١١٦) - عَنْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ. [صحيح] - [متفق عليه]

(١١٦)– حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کی نیند سے بیدار ہوتے، تو اپنے منہ کو مسواک سے رگڑ کر صاف کرتے۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا بڑا اہتمام کرتے اور اس کا حکم دیا کرتے تھے۔ کچھ اوقات میں مسواک کا تاکیدی حکم ہے۔ جیسے رات کی نیند سے اٹھتے وقت مسواک کرنا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سو کر اٹھتے، تو اپنے منہ کو مسواک سے رگڑ کر صاف کرتے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. رات میں سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کی مشروعیت کی تاکید۔ وجہ یہ ہے کہ سونے کی وجہ سے منہ کی بو بدل جاتی ہے اور مسواک صفائی کا آلہ ہے۔

۲. منہ کے اندر بدبو پیدا ہو جانے پر مسواک کا تاکیدی حکم۔
۳. صفائی کی عمومی مشروعیت۔ یہ سنت نبوی کا حصہ ہے اور اعلی اسلامی آداب میں داخل ہے۔
۴. پورے منہ کا مسواک کرنے میں دانت، مسوڑھے اور زبان داخل ہے۔
۵. مسواک نام ہے پیلو وغیرہ کی لکڑی کا، جسے کاٹ کر منہ اور دانتوں کی صفائی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے منہ پاک صاف ہوتا ہے اور بدبوئیں دور ہوتی ہیں۔

(۳۰۶۳)

(۱۱۷) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ -أَوْ: عَلَى أُمَّتِي- لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۱۷)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دے دیتا"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اگر آپ کو اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا، تو ان پر ہر نماز کے وقت مسواک کو واجب کر دیتے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اپنی امت پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور اس بات کا ڈر کہ کہیں انھیں مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔

٢. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اصلا وجوب پر دلالت کرتا ہے، جب تک کہ اس کے نفل ہونے کی کوئی دلیل نہ آجائے۔
٣. ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا استحباب اور اس کی فضیلت۔
٤. ابن دقیق العید کہتے ہیں: نماز کے وقت مسواک کو مستحب قرار دیے جانے کے پیچھے حکمت یہ ہے کہ نماز اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی حالت ہے۔ اس لیے عبادت کا مقام و مرتبہ ظاہر کرنے کے لیے اسے کمال اور نظافت کی حالت میں ہونی چاہیے۔
٥. اس حدیث کے عموم کے اندر روزے دار کا مسواک کرنا بھی داخل ہے، خواہ زوال کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے ظہر اور عصر کی نماز کے لیے مسواک کرنا۔

(٣٣٦٤)

(١١٨) – عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا، يَغْسِلُ فِيهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ».
[صحيح] - [متفق عليه]

(١١٨)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہر سات دن میں ایک دن غسل کرے، جس کے اندر وہ اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ہر بالغ و عاقل مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ طہارت و نظافت حاصل کرنے کے لیے ہر ہفتہ سات دنوں میں ایک دن غسل کرے۔ اس دن وہ اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ ان سات دنوں میں سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے، جیسا کہ بعض روایتوں سے سمجھ میں آتا ہے۔ جمعہ کے دن جمعے کی نماز سے پہلے غسل کرنا بالتاکید

مستحب ہے۔ کسی نے جمعرات کے دن غسل کر لیا ہو، تب بھی یہ استحباب بر قرار رہے گا۔ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب نہیں ہے، اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے: "لوگ اپنے گھر کے کام کاج خود ہی کرتے تھے اور جب جمعہ کی نماز کے لیے جاتے، تو اسی حالت میں چلے جاتے تھے۔ لہذا ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو، تو بہتر ہے۔" اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے: "ان سے بدبو آتی تھی۔" یعنی پسینے وغیرہ کی بدبو۔ لیکن اس کے باوجود یہ کہنا کہ اگر غسل کر لیا کرو، تو بہتر ہے، اس بات کی دلیل ہے کہ جب بدبو نہ آئے، تو غسل کرنے کی اور بھی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. نظافت اور طہارت پر اسلام کی توجہ۔
۲. جمعہ کے دن جمعے کی نماز کے لیے غسل کرنا بالتاکید مستحب ہے۔
۳. سر اگرچہ جسم کے اندر داخل ہے، لیکن اس حدیث میں اس کا الگ سے ذکر اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔
۴. ہر اس آدمی پر غسل فرض ہے، جس کے جسم سے بدبو آتی ہو کہ جس سے لوگ اذیت محسوس کرتے ہوں۔
۵. جس دن غسل کرنے کی سب سے زیادہ تاکید ہے، وہ جمعے کا دن ہے۔ کیوں کہ جمعے کا دن بڑی فضیلت والا دن ہے۔

(٦٥٠٨٤)

(١١٩) – عن أَبِي هريرة رضي اللَّه عنه: سمعتُ النبِيّ صلى الله عليه وسلم يقول: «الفِطْرَةُ خمسٌ: الخِتَانُ والاستحدادُ وقصُّ الشَّارِبِ وتقليمُ الأظفارِ وَنَتْفُ الآبَاطِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۱۹)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: ”پانچ چیزیں (انسانی) فطرت (کا حصہ) ہیں: ختنہ کرنا، زیر ناف بال مونڈنا، مونچھیں چھوٹی کرنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھیڑنا“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ پانچ کام دین اسلام اور رسولوں کی سنتوں کا حصہ ہیں:

١-ختنہ کرنا۔ یعنی شرمگاہ کے اوپر کے زائد چمڑے کو کاٹ دینا۔ اسی طرح عورت کی شرمگاہ کے دخول کی جگہ کے اوپر موجود چمڑے کے سرے کو کاٹ دینا۔

٢-اگلی شرم گاہ کے آس پاس کے بالوں کو مونڈنا۔

٣-مونچھ چھوٹی کرنا۔ یعنی مرد کے اوپری ہونٹ پر اگے ہوئے بالوں کو اس طرح کاٹ دینا کہ ہونٹ ظاہر ہو جائے۔

٤-ناخن تراشنا۔

٥-بغل کے بال اکھیڑنا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نبیوں کی وہ سنتیں، جو اللہ کو محبوب اور پسند ہیں اور جن کا وہ حکم دیتا ہے، وہ دراصل کمال، صفائی اور خوب صورتی کا سبب بنتی ہیں۔

٢. ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے اور ان میں غفلت سے بچنا چاہیے۔

٣. ان کاموں کے بہت سے دینی اور دنیوی فائدے ہیں۔ جیسے ظاہری شکل و صورت میں خوب صورتی لانا، بدن کو صاف ستھرا رکھنا، طہارت کے سلسلے میں محتاط رہنا، کفار کی مخالفت اور اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا۔

٤. دیگر حدیثوں میں ان پانچ کاموں کے علاوہ کچھ دوسرے کاموں کو بھی انسانی فطرت پر مبنی کام بتایا گیا ہے۔ جیسے داڑھی بڑھانا اور مسواک کرنا وغیرہ۔

(٣١٤٤)

(١٢٠) - عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً وَكُنْتُ أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: «يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ».

وَلِلْبُخَارِيِّ: فَقَالَ: «تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٢٠)- علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک ایسا شخص تھا، جسے بہت زیادہ مذی آتی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کے ناتے مجھے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ میں آپ سے اس بارے میں پوچھوں۔ چنانچہ میں نے مقداد بن اسود کو پوچھنے کا حکم دیا (اور انھوں نے پوچھا)، تو آپ نے کہا: "وہ اپنا ذکر دھوئے اور وضو کرے۔" صحیح بخاری میں ہے: آپ نے کہا: "وضو کرو اور اپنی شرمگاہ کو دھولو۔" [صحيح] -[متفق علیہ]

شرح:

علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کو اکثر مذی نکل جایا کرتی تھی۔ دراصل مذی ایک طرح کا پتلا، چپچپا، سفید پانی ہے، جو شہوت کے وقت یا جماع سے پہلے شرمگاہ سے نکلتا ہے۔ ان کو پتہ

بھی نہیں تھا کہ مذی نکلنے کے بعد کیا کرنا چاہیے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے میں بھی حیا رکاوٹ بن رہی تھی، کیوں کہ آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں۔ لہٰذا مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھیں۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ وہ پہلے اپنی شرمگاہ کو دھولیں اور اس کے بعد وضو کر لیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کہ حیا کو انھوں نے رکاوٹ بننے نہیں دیا اور آپ سے بالواسطہ مسئلہ پوچھ لیا۔
٢. فتوی پوچھنے میں کسی کو نمائندہ بنانے کا جواز۔
٣. کسی مصلحت کی بنا پر انسان وہ باتیں بتا سکتا ہے، جن کو بتانے سے حیا رکاوٹ بنتی ہے۔
٤. مذی ناپاک ہے اور کپڑے اور بدن سے اسے دھونا واجب ہے۔
٥. مذی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
٦. شرمگاہ کے ساتھ ساتھ دونوں خصیوں کو بھی دھونا ضروری ہے، کیوں کہ ایک دوسری حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔

(٣٣٤٨)

(١٢١) – عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ المؤمنين رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الجَنَابَةِ، غَسَلَ يَدَيْهِ، وَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ اغْتَسَلَ، ثُمَّ يُخَلِّلُ بِيَدِهِ شَعَرَهُ، حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوَى بَشَرَتَهُ، أَفَاضَ عَلَيْهِ المَاءَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ، وَقَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، نَغْرِفُ مِنْهُ جَمِيعًا. [صحيح] - [رواه البخاري]

(۱۲۱)-امّ المؤمنين عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے، تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے، پھر غسل کرتے، پھر اپنے ہاتھ سے اپنے بال کا خلال کرتے، یہاں تک کہ جب سمجھتے کہ کھال تر ہو گئی ہے، تو اپنے اوپر تین بار پانی بہاتے، پھر پورے جسم کو دھوتے۔ وہ کہتی ہیں: میں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے ایک ساتھ چلو بھر کر پانی لیتے اور غسل کر لیا کرتے تھے۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کا ارادہ کرتے، تو سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے۔ پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے۔ پھر اپنے جسم پر پانی بہاتے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے بالوں کا خلال کرتے۔ یہاں تک کہ جب سمجھتے کہ بال کی جڑوں تک پانی پہنچ چکا ہے اور سر کی کھال تر ہو گئی ہے، تو تین بار اپنے سر پر پانی ڈالتے اور اس کے بعد باقی جسم کو دھوتے۔ آگے عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے وضو کرتے تھے اور ہم دونوں ہاتھ ڈال کر پانی لیتے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. غسل کی دو قسمیں ہیں: کفایت کرنے والا غسل اور کامل غسل۔ کفایت کرنے والا غسل یہ ہے کہ انسان طہارت کی نیت کرے اور پورے جسم پر پانی بہا دے۔ ساتھ ہی کلی بھی کر لے اور ناک بھی جھاڑ لے۔ جب کہ کامل غسل یہ ہے کہ غسل اسی طرح کیا جائے، جس طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کر کے دکھایا ہے۔

٢. لفظ جنابت کا استعمال ہر اس شخص پر ہوتا ہے، جس کا انزال ہوا ہو یا جس نے جماع کیا ہو، چاہے انزال نہ بھی ہوا ہو۔

۳۔ میاں بیوی میں سے ہر ایک کا دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنے اور دونوں کا ایک برتن سے غسل کرنے کا جواز۔

(۳۳۱۶)

(۱۲۲) - عَنْ عَمَّارِ بنِ ياسِرٍ رضي الله عنه قال: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ، فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ، فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: «إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِيَدَيْكَ هَكَذَا» ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ضَرْبَةً وَاحِدَةً، ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَى الْيَمِينِ، وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ. [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۲۲)–عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے کسی کام سے بھیجا۔ (دورانِ سفر) میں جنبی ہو گیا اور (غسل کے لیے) پانی نہ مل سکا، اس لیے میں زمین پر لوٹنے لگا، جس طرح جانور لوٹتا ہے۔ بعد ازاں جب اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے آپ ﷺ کو اس واقعے کے بارے میں بتایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تمھارے لیے اپنے ہاتھوں سے بس اتنا کر لینا کافی تھا"۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک دفعہ زمین پر مارا، پھر اپنے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ، ہتھیلیوں کی پشت اور اپنے چہرے کا مسح کیا۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کسی کام سے ایک سفر میں بھیجا۔ دوران سفر ان کو جماع یا شہوت کے ساتھ نزول منی کی وجہ سے جنابت لاحق ہو گئی اور غسل کے لیے پانی نہ مل سکا۔ اس وقت ان کو معلوم نہیں تھا کہ جنابت کے بعد تیمم کیا جا سکتا ہے۔ صرف اتنا جانتے تھے کہ حدث اصغر کے بعد تیمم کی اجازت ہے۔ لہذا اجتہاد سے کام لیا۔ سمجھا کہ جس طرح حدث اصغر سے پاکی

حاصل کرنے کے لیے بعض اعضائے وضو کا مٹی سے مسح کیا جاتا ہے، اسی طرح جنابت سے تیمم لیے پورے بدن پر مٹی لگانا ضروری ہے۔ لہذا مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گئے اور پورے بدن میں مٹی لگائی اور اس کے بعد نماز پڑھی۔ بعد ازاں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو یہ جاننے کے لیے کہ ان کا عمل درست تھا یا نہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعے کا ذکر کیا۔ لہذا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حدث اصغر، جیسے پیشاب اور حدث اکبر، جیسے جنابت دونوں سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ بتا دیا۔ طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ایک بار زمین پر مارا جائے اور اس کے بعد اپنے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ، دونوں ہتھیلیوں کی پشت اور چہرے کا مسح کیا جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. تیمم سے پہلے پانی کی تلاش ضروری ہے۔
٢. جنبی شخص کو پانی نہ ملے، تو تیمم کر سکتا ہے۔
٣. حدث اکبر کا تیمم حدث اصغر ہی کی طرح ہے۔

(٣٣٦١)

(١٢٣) – عَنْ المُغِيرَةِ رضي الله عنه قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: «دَعْهُمَا، فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ» فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. [صحيح] - [متفق عليه]

(١٢٣)– مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک سفر میں اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں نے آپ ﷺ کے موزے اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "انہیں رہنے دو۔ میں نے ان کے اندر اپنے پاؤں طہارت کی حالت میں داخل کیے تھے"۔ پھر آپ نے موزوں پر مسح فرمایا۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ سفر کے دوران آپ نے وضو کیا۔ وضو کرتے ہوئے جب پاؤں دھونے کی باری آئی، تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے موزوں کو اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، تا کہ آپ اپنے پیروں کو دھو سکیں۔ ان کو ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھ کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انھیں رہنے دو۔ ان کو مت اتارو۔ کیوں کہ جب میں نے موزے پہنے تھے، اس وقت میں باوضو تھا۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروں کو دھونے کے بجائے ان پر مسح کیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. وضو کے وقت موزوں پر مسح کی اجازت صرف حدث اصغر دور کرنے کے لیے ہے۔ رہی بات حدث اکبر کی، جس میں غسل واجب ہوتا ہے، تو اس میں دونوں پیروں کو دھونا ضروری ہے۔
٢. مسح کرتے وقت تر ہاتھوں کو موزے کے اوپری حصے پر ایک بار پھیرنا ہے۔ ہاتھوں کو موزوں کے نچلے حصے پر نہیں پھیرنا ہے۔
٣. موزوں پر مسح کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ موزوں کو مکمل وضو، جس میں قدموں کو دھویا گیا ہو، کے بعد پہنا گیا ہو، موزے پاک ہوں، قدم کے اس حصے کو چھپاتے ہوں جسے وضو کرتے وقت دھونا ضروری ہے، مسح حدث اکبر نہیں بلکہ حدث اصغر دور کرنے کے لیے کیا جائے اور شریعت کی جانب سے متعین وقت کے اندر کیا جائے۔ شریعت نے مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات، جب کہ مسافر کے لیے تین دن اور تین رات مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔
٤. "خفین" یعنی چمڑے کے موزوں پر قیاس کرتے ہوئے دوسری چیزوں سے بنے ہوئے موزوں پر بھی مسح کرنا جائز ہو گا۔
٥. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق اور حسن تعلیم کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کو

موزے اتارنے سے منع کیا، تو ساتھ میں اس کی وجہ بھی بتا دی کہ موزے طہارت کی حالت میں پہنے گئے ہیں، تاکہ ان کو اطمینان ہو جائے اور مسئلہ بھی معلوم ہو جائے۔

(۳۰۱۴)

(١٢٤) - عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ المؤمنين رضي الله عنها أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلاَ أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلاَةَ؟ فَقَالَ: «لَا، إِنَّ ذَلِكِ عِرْقٌ، وَلَكِنْ دَعِي الصَّلاَةَ قَدْرَ الأَيَّامِ الَّتِي كُنْتِ تَحِيضِينَ فِيهَا، ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۲۴)- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابو حبیش رضی اللہ عنہا نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا: میں استحاضے کی شکار ہوں اور پاک نہیں ہو پاتی۔ کیا میں نماز چھوڑ سکتی ہوں؟ آپ نے جواب دیا: "نہیں، یہ ایک رگ سے نکلنے والا خون ہے۔ بس اتنے ہی دن نماز چھوڑو، جتنے دن اس سے پہلے حیض آیا کرتا تھا۔ پھر غسل کر لو اور نماز پڑھو۔" [صحیح]-[متفق علیه]

شرح:

فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا کہ ان کا خون بند نہیں ہوتا اور حیض کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی خون جاری رہتا ہے، تو کیا یہ خون حیض کا خون مانا جائے گا اور وہ نماز چھوڑ سکتی ہیں؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے جواب دیا کہ یہ حیض کا نہیں، بلکہ استحاضہ کا خون ہے۔ یہ رحم کی نس پھٹ جانے کی وجہ سے نکلتا ہے۔ لہٰذا جب حیض کے وہ دن آئیں، جن دنوں میں تم کو استحاضہ کی شکار ہونے سے پہلے حسب معمول خون آیا کرتا تھا، تو نماز اور روزہ وغیرہ وہ چیزیں چھوڑ دو، جو حیض کے دنوں میں منع ہیں۔ پھر جب حیض کی مدت کے برابر وقت گزر جائے، تو تم حیض سے پاک ہو گئی۔ اس لیے خون کی جگہ کو دھو ڈالو اور مکمل طریقے سے حیض سے پاکی کا غسل کر لو اور پھر نماز پڑھو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. حیض کے دن ختم ہونے کے بعد عورت پر غسل واجب ہے۔
۲. مستحاضہ پر نماز واجب ہے۔
۳. حیض: وہ طبعی خون ہے، جو بالغ عورت کے رحم سے شرم گاہ کے راستے مخصوص دنوں میں باہر آتا ہے۔
۴. استحاضہ: رحم کی گہرائی کی بجائے اس کے اوپری والے حصے سے بے وقت خون بہنا۔
۵. حیض کے خون اور استحاضہ کے خون کے درمیان فرق یہ ہے کہ حیض کا خون کالا، گاڑھا اور بدبودار ہوتا ہے، جب کہ استحاضہ کا خون لال، پتلا اور غیر بدبودار ہوتا ہے۔

(٣٠٢٩)

(١٢٥) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا، فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا، فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يَجِدَ رِيحًا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۲۵)—ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو اپنے پیٹ میں کچھ محسوس ہو اور اسے شبہ ہو جائے کہ اس میں سے کچھ نکلا ہے یا نہیں، تو ہرگز مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو محسوس کر لے"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب نمازی کے پیٹ میں کوئی چیز ادھر سے ادھر آئے جائے اور اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ پیٹ سے کچھ نکلا ہے یا نہیں، تو نماز توڑ کر دوبارہ وضو کرنے کے لیے اس وقت تک باہر نہ نکلے، جب تک اسے یقین نہ ہو جائے کہ وضو ٹوٹ ہی گیا ہے۔ وہ اس طرح کہ

ریح خارج ہونے کی آواز سن لے یا اس کی بدبو محسوس ہونے لگے۔ کیوں کہ یقین شک کی بنیاد پر زائل نہیں ہوتا اور یہاں طہارت کا ہونا ایک یقینی امر ہے، جب کہ وضو ٹوٹا ہے یا نہیں، اس بات میں شک ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. یہ حدیث اسلام کی ایک اہم ترین اساس ہے, اور اس کے اندر ایک فقہی قاعدہ کا بیان ہے جو کہ یہ ہے کہ یقین شک کی بنیاد پر زائل نہیں ہوتا۔ اصل یہ ہے کہ جو چیز تھی اور جس حالت میں تھی، وہ رہے گی اور اسی حالت میں رہے گی، جب تک اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ معاملہ برعکس ہو گیا ہے۔

۲. شک طہارت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ نمازی کی طہارت اس وقت تک باقی رہے گی، جب تک طہارت ٹوٹنے کا یقین نہ ہو جائے۔

(٦٥٠٨٣)

(١٢٦) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا».

ولمسلم: « أُولَاهُنَّ بِالتُّرابِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٢٦)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب کتا تم میں سے کسی کے برتن سے (کچھ) پی لے، تو اسے سات مرتبہ دھولے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے، تو اسے سات بار دھویا جائے۔ سات میں سے پہلی بار مٹی سے دھویا جائے، تا کہ اس کے بعد جب پانی سے دھویا جائے، تو برتن پوری طرح صاف ہو جائے۔ گندگی اور نقصان دہ چیزیں باقی نہ رہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. کتے کی رال نجاست مغلظہ ہے۔
۲. کسی برتن میں کتے کے منہ ڈال دینے سے وہ برتن اور اس میں موجود پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔
۳. مٹی سے پاک کرنے اور سات مرتبہ دھونے کا حکم کتے کے منہ ڈالے ہوئے برتن کو صاف کرنے کے لیے ہے۔ اس کے پیشاب، پاخانہ اور اس کے ذریعے دیگر طریقوں سے آلودہ کی گئی چیزوں کو صاف کرنے کے لیے نہیں۔
۴. برتن کو مٹی سے دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ برتن میں پانی ڈال کر اس میں مٹی ملا دی جائے اور اس سے برتن کو دھویا جائے۔
۵. حدیث کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ یہ تمام کتوں کے لیے عام ہے، حتیٰ کہ ان کتوں کے لیے بھی جنھیں شریعت نے پالنے کا اختیار دیا ہے۔ جیسے شکار کے لیے، گھر کی نگہبانی کے لیے اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے پالے جانے والے کتے۔
۶. صابن اور اس جیسی دوسری چیزیں مٹی کی جگہ نہیں لے سکتیں۔ کیوں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ نے صراحت کے ساتھ مٹی کا ذکر کیا ہے۔

(٣١٤٣)

(١٢٧) – عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ أَحَدُكُمْ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا

بِاللهِ، ثُمَّ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۲۷)- عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "جب مؤذن نے "اللہُ أَكبَرُ اللہُ أَكبَرُ" کہا اور تم میں سے کسی نے "اللہُ أَكبَرُ اللہُ أَكبَرُ" کہا، پھر مؤذن نے "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ" کہا اور اس نے بھی "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ" کہا، پھر مؤذن نے "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ" کہا اور اس نے بھی "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ" کہا، پھر مؤذن نے "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ" کہا اور اس نے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" کہا، پھر مؤذن نے "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کہا اور اس نے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" کہا، پھر مؤذن نے "اللہُ أَكبَرُ اللہُ أَكبَرُ" کہا اور اس نے بھی "اللہُ أَكبَرُ اللہُ أَكبَرُ" کہا، پھر مؤذن نے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ" کہا اور اس نے بھی سچے دل سے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ" کہا، تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اذان لوگوں کے لیے نماز کا وقت داخل ہونے کا اعلان ہے اور اذان کے کلمات عقیدۂ توحید پر مشتمل بڑے ہی جامع کلمات ہیں۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا ہے کہ اذان سننے والے کو کیا کرنا چاہیے۔ دراصل اذان سننے والے کو اسی طرح کے کلمات کہنے چاہیے، جو مؤذن کہتا ہے۔ مثلا جب مؤذن "اللہ اکبر" کہے، تو سننے والا بھی "اللہ اکبر" کہے اور اسی طرح باقی الفاظ کو بھی اس کے ساتھ دہرائے۔ البتہ جب مؤذن "حی علی الصلاۃ" اور "حی علی الفلاح" کہے، تو سننے والا "لا حول ولا قوۃ إلا باللہ" کہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے آگے بتایا ہے کہ جس نے مؤذن کے ساتھ اس کے ذریعے کہے گئے الفاظ کو سچے دل سے دہرایا، وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اذان کے کلمات کے معانی: "اللہ أكبر" یعنی اللہ پاک ہر چیز سے عظیم، اونچے مرتبہ والا اور بڑا ہے۔

" أشهد أن لا إله إلا الله "یعنی اللہ کے سوا کوئی بر حق معبود نہیں ہے۔

" أشهد أن محمدًا رسول الله "یعنی میں اپنی زبان اور دل سے اس بات کا اقرار کرتا اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور آپ کی اطاعت واجب ہے۔

" حيَّ على الصَّلاة" یعنی نماز کی طرف آؤ۔ جب کہ سننے والے کے قول "لا حول ولا قوّة إلّا بالله" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی توفیق کی بغیر انسان کے پاس نہ اطاعت کے موانع سے گلو خلاصی کا کوئی راستہ ہے، نہ عبادت کرنے کی طاقت ہے اور نہ کسی دوسری چیز کی قوت ہے۔

" حيَّ على الفلاح" یعنی کامیابی کے سبب کی جانب آؤ۔ دراصل کامیابی سے مراد جنت کا حصول اور جہنم سے نجات ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مؤذن کا جواب دینے کی فضیلت۔ یاد رہے کہ "حی علی الصلاۃ" اور "حی علی الفلاح" کے علاوہ دیگر کلمات کے جواب میں انہی کلمات کو دہرایا جائے گا۔ البتہ اوپر مذکور دونوں کلمات کے جواب میں "لا حول ولا قوۃ إلا باللہ". کہا جائے گا۔

(٦٥٠٨٦)

(١٢٨) – عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضي الله عنهما أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِي الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ، لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٢٨)–عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو

فرماتے ہوئے سنا: ”جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو، کیوں کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں فرشتوں کے سامنے دس بار اس کی تعریف کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو، کیوں کہ وہ جنت میں ایک مقام ہے، جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ چناں چہ جس نے میرے لیے وسیلہ طلب کیا، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔“ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی اذان سننے والے کو حکم دیا ہے کہ وہ مؤذن کے ذریعے کہے جانے والے الفاظ کو اس کے پیچھے پیچھے دہرائے اور جیسا جیسا مؤذن کہتا جائے، ویسا ویسا وہ بھی کہتا جائے۔ بس "حی علی الصلاۃ" اور "حی علی الفلاح" کو چھوڑ کر۔ ان دونوں جملوں کے بعد "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کہے۔ پھر اذان ختم ہونے کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ کیوں کہ جو شخص اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالی اس کے بدلے میں فرشتوں کے سامنے دس بار اس کی تعریف کرے گا۔

بعد ازاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اللہ سے آپ کے لیے وسیلہ مانگا جائے۔ دراصل وسیلہ جنت کا ایک مقام ہے، جو اس کا سب سے اونچا مقام ہے اور وہ مقام اللہ کے تمام بندوں میں سے صرف ایک بندے کو میسر ہو گا اور آپ نے بتایا کہ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی رہوں گا۔ دراصل آپ نے یہ بات بطور تواضع کہی ہے، کیوں کہ جب وہ اونچا مقام اللہ کے بس ایک ہی بندے کو میسر ہو گا، تو اللہ کا وہ ایک ہی بندہ آپ ہی ہوں گے۔ کیوں کہ آپ خیر الخلائق ہیں۔

اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جس نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ سے وسیلہ مانگا، اسے آپ کی شفاعت نصیب ہو گی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مؤذن کا جواب دینے کی ترغیب۔
٢. مؤذن کا جواب دینے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت۔
٣. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد آپ کے لیے اللہ سے وسیلہ مانگنے کی ترغیب۔
٤. وسیلہ کے معنی اور اس کی اس اہمیت کا بیان کہ وہ اللہ کے بس ایک ہی بندے کو نصیب ہوگا۔
٥. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا بیان کہ یہ بلند مقام صرف آپ کے لیے خاص ہے۔
٦. جو شخص اللہ تعالی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وسیلہ مانگے گا، وہ آپ کی شفاعت کا حق دار بن جائے گا۔
٧. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کا بیان کہ آپ نے اپنی امت سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آپ کے لیے اس مقام کی دعا کیا کریں، باوجود اس کے کہ یہ مقام آپ ہی کو حاصل ہوگا۔
٨. اللہ کا بے پایاں فضل و کرم کہ وہ نیکی کا بدلہ دس گنا دیتا ہے۔

(٦٥٠٨٧)

(١٢٩) - عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٢٩)–سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے مؤذن کی اذان سن کر کہا: ”اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق

نہیں، وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں راضی ہو گیا اللہ کے رب ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر۔"تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ جس نے مؤذن کی اذان سن کر کہا: "أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له" یعنی میں اس بات کا اقرار و اعتراف کرتا ہوں اور خبر بھی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور اس کے علاوہ ہر معبود باطل ہے۔ "وأن محمدًا عبده ورسوله" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے ہیں، لہذا ان کی عبادت نہیں ہو سکتی اور رسول ہیں، لہذا جھوٹ نہیں بول سکتے۔ "رضيت بالله ربًّا" یعنی میں اللہ کی ربوبیت، الوہیت اور اسما و صفات سے پورے طور پر راضی ہوں۔ "وبمحمد رسولًا" یعنی جن تعلیمات کے ساتھ آپ بھیجے گئے اور جنھیں آپ نے ہم تک پہنچایا، ہم ان سے بھی راضی ہیں۔ "وبالإسلام" یعنی اوامر و نواہی کی شکل میں موجود اسلام کے تمام احکام سے راضی ہیں۔ "دينًا" یعنی اعتقاد اور انقیاد کے طور پر۔ "غفر له ذنبه" یعنی اس کے صغیرہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اذان کی آواز سنتے وقت اس دعا کو دہرانا گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(٦٢٧٢)

(١٣٠) - عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الأَذَانِ وَالإِقَامَةِ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي]

(١٣٠)-انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذان اور اقامت کے درمیان کی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی۔" [صحیح]-[اسے ابوداود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے یہاں اذان اور اقامت کے درمیان دعا کرنے کی فضیلت بتائی ہے۔ فضیلت یہ ہے کہ اس وقت کی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی اور قبول کی جاتی ہے۔ اس لیے اس درمیان اللہ سے دعا کرنی چاہیے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس وقت دعا کرنے کی فضیلت۔
٢. دعا کرنے والا جب آداب دعا کا اہتمام کرے، دعا قبول ہونے کی جگہوں اور اوقات کا لحاظ کرتے ہوئے دعا کرے، اللہ کی نافرمانی سے دور رہے، شک و شبہ کی جگہوں پر قدم رکھنے سے اجتناب کرے اور اللہ سے حسن ظن رکھے، تو اس بات کی توقع ہے کہ اللہ کی اجازت سے اس کی دعا قبول ہو۔
٣. مناوی دعا قبول ہونے کے بارے میں کہتے ہیں: دعا قبول اس وقت ہوتی ہے، جب اس کی شرطوں، ارکان اور آداب کا کیا خیال رکھا جائے۔ اگر ان میں سے کسی چیز کا خیال نہ رکھا گیا، تو دعا قبول نہ ہونے کا ذمے دار انسان خود ہے۔
٤. دعا قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو انسان کو اس کی مانگی ہوئی چیز دے دی جائے یا اس سے اس کے بہ قدر برائی دور کر دی جائے یا اسے اس کی آخرت کے لیے جمع کر کے رکھ دیا جائے۔ ان سب باتوں کا انحصار اللہ کی حکمت اور اس کی رحمت پر ہے۔

(٥٤٧٩)

(١٣١) - عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمَى، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ،

فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ، فَرَخَّصَ لَهُ، فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ، فَقَالَ: «هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟» فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَأَجِبْ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۳۱)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس کوئی رہبر نہیں ہے، جو مجھے مسجد لے آئے۔ چنانچہ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے گزارش کی کہ آپ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت دے دیں۔ آپ نے اسے رخصت دے بھی دی۔ لیکن جب وہ جانے لگا، تو آپ نے اسے بلایا اور پوچھا: "کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو؟" اس نے جواب دیا: جی، سنتا تو ہوں، تو آپ نے کہا: "(نماز کی ندا لگانے والے کی ندا) قبول کرو۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

ایک نابینا شخص اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جو میری مدد کرے اور پانچ وقت کی فرض نمازوں کے لیے ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد لے آیا کرے۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ آپ اسے جماعت میں شامل نہ ہونے کی اجازت دے دیں۔ آپ نے اجازت دے بھی دی۔ لیکن جب وہ جانے لگا، تو اسے بلایا اور پوچھا کہ کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو؟ جب انھوں نے ہاں میں جواب دیا، تو فرمایا: نماز کی ندا لگانے والے کی ندا قبول کرو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، کیوں کہ رخصت کسی ایسی چیز میں دی جاتی ہے، جو واجب ولازم ہو۔

٢. حدیث کے الفاظ "(نماز کی ندا لگانے والے کی ندا) قبول کرو۔" یہ بتاتے ہیں کہ اذان سننے والے پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، کیوں کہ امر (حکم) اصلا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

(١١٢٨٧)

(١٣٢) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَرَأَيْتُم لَوْ أَنَّ نَهرًا بِبَابِ أَحدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَا تَقُولُ ذَلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ؟» قَالُوا: لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا، قَالَ: «فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الخَمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الخَطَايَا». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٣٢)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: "تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے سے ایک نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو، تو کیا اس کے بدن میں ذرا بھی میل کچیل باقی رہ سکے گا؟" صحابہ نے عرض کیا: اس کے بدن میں میل کچیل ذرا بھی باقی نہیں رہے گا۔ لہذا آپ نے فرمایا: "یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی۔ ان کے ذریعے اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے گناہوں کے ازالے کے معاملے میں دن اور رات میں پانچ بار پڑھی جانے والی نمازوں کی مثال انسان کے دروازے سے بہنے والی اس نہر سے دی ہے، جس میں وہ ہر روز پانچ بار غسل کرتا ہو اور جس کے نتیجے میں اس کے بدن میں میل کچیل بالکل باقی نہ رہتے ہوں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. یہ فضیلت صرف چھوٹے گناہوں کے ازالے کے ساتھ خاص ہے۔ بڑے گناہوں کے ازالے کے لیے توبہ ضروری ہے۔

٢. پانچ وقت کی نمازوں کی ادائیگی اور ان کی شرطوں، ارکان، واجبات اور سنتوں کے ساتھ

ان کی پابندی کرنے کی فضیلت۔

(٣٩٦٨)

(١٣٣) - عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بن مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ العَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ: «الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا»، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «ثُمَّ بِرُّ الوَالِدَيْنِ» قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» قَالَ: حَدَّثَنِي بِهِنَّ، وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي. [صحيح] - [متفق عليه]

(١٣٣)۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل اللہ کے نزدیک سب سے محبوب ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: "وقت پر نماز پڑھنا۔" انھوں نے پوچھا کہ پھر کون سا؟ تو آپ نے جواب دیا: "والدین کی فرماں برداری کرنا۔" انھوں نے پوچھا کہ پھر کون سا؟ تو آپ نے جواب دیا: "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔" ان کا کہنا ہے کہ آپ نے مجھے ان کاموں کے بارے میں بتایا۔ اگر میں مزید پوچھتا، تو آپ اور بھی بتاتے۔ [صحیح]-[متفق علیه]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اللہ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: فرض نماز کو شارع کی جانب سے متعین کیے گئے اوقات میں پڑھنا۔ پھر والدین کی فرماں برداری کرنا، بایں طور کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے، ان کے حقوق ادا کیے جائیں اور ان کی نافرمانی سے بچا جائے۔ پھر اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، تاکہ اللہ کے کلمہ کو سربلند کیا جا سکے، اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا جا سکے اور اسلامی شعائر کا اظہار ہو سکے۔ جہاد نفس اور مال دونوں سے ہوتا ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان اعمال کے بارے میں بتایا۔ اگر میں اس سے آگے پوچھتا، تو آپ آگے بھی بتاتے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اعمال کی فضیلت میں اس ناحیے سے کمی بیشی ہوتی ہے کہ کون سا عمل اللہ کو کتنا محبوب ہے۔
۲. مسلمان کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اعمال کا، ان کی فضیلت کی ترتیب کو مد نظر کو رکھتے حریص رہے۔
۳. سب سے اچھا عمل کیا ہے، اس سوال کے جواب میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے الگ الگ باتیں اشخاص اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کہی ہیں۔ جس کے لیے جو عمل زیادہ مفید تھا، اس کے لیے اسے سب سے اچھا عمل بتایا۔

(۳۳۶۵)

(١٣٤) – عَنْ عُثْمَانَ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مِنَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا، إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ، مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيرَةً، وَذَلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۳۴)—عثمان رضي اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا: ”جو مسلمان فرض نماز کا وقت پائے، پھر اچھی طرح وضو کرے، دل لگا کر نماز پڑھے اور اچھی طرح رکوع (اور سجدہ) کرے، تو یہ نماز اس کے ما قبل کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی، جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرے گا۔“ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ جس مسلمان کے سامنے فرض نماز کا وقت آجائے، چنانچہ وہ اچھی طرح اور مکمل طریقے سے وضو کرے، پھر خشوع و خضوع کے ساتھ اس طرح نماز

پڑھے کہ اس کا دل اور اس کے جسم کے اعضا اللہ کی جانب متوجہ ہوں اور وہ عظمت الٰہی کو اپنے ذہن ودل میں حاضر رکھے اور نماز کے افعال جیسے رکوع اور سجدہ وغیرہ پورے طور پر کرے، تو یہ نماز پہلے کے چھوٹے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے' بشر طیکہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔ یاد رہے کہ یہ فضیلت ہر زمانے اور ہر نماز کے لیے عام ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. گناہوں کا کفارہ وہ نماز بنتی ہے، جس کے لیے بندہ اچھی طرح وضو کرے اور جسے اللہ کی خوش نودی کے حصول کے لیے پورے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرے۔

۲. پابندی سے عبادت کرنے کی فضیلت۔ اس طرح کی عبادت چھوٹے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔

۳. اچھی طرح وضو کرنے اور اچھی طرح نماز پڑھنے اور خشوع وخضوع اختیار کرنے کی فضیلت۔

۴. صغیرہ گناہوں سے مغفرت کے لیے کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی اہمیت۔

۵. کبیرہ گناہوں کی بخشش کے لیے توبہ ضروری ہے۔

(٢٢٥٤)

(١٣٥) – عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: «الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۳۵)—ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: ”پانچوں نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک اپنے مابین سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے“۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ دن اور رات میں فرض پانچ نمازیں، ہر ہفتہ جمعے کی نماز اور ہر سال رمضان کے روزے، اس دوران کیے گئے چھوٹے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، شرط یہ ہے کہ بڑے گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ رہی بات بڑے گناہوں جیسے شراب نوشی اور زنا وغیرہ کی، تو یہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. گناہوں میں سے کچھ چھوٹے ہوتے ہیں اور کچھ بڑے۔
٢. چھوٹے گناہوں کی معافی کے لیے بڑے گناہوں سے اجتناب شرط ہے۔
٣. بڑے گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں، جن کے کرنے پر دنیا میں کوئی حد نافذ ہوتی ہو، یا آخرت سے متعلق عذاب یا اللہ کی ناراضگی کی وعید آئی ہو، یا اس کے کرنے پر کوئی دھمکی دی گئی ہو یا اس کے کرنے والے پر لعنت کی گئی ہو۔ جیسے شراب نوشی اور زنا وغیرہ۔

(٣٥٩١)

(١٣٦) – عن عمرو بن شُعيب عن أبيه عن جدِّه قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: «مُرُوا أَولَادَكُم بِالصَّلَاةِ وَهُم أَبْنَاءُ سَبعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُم عَلَيهَا وَهُم أَبْنَاءُ عَشرٍ، وَفَرِّقُوا بَينَهُم فِي المَضَاجِعِ». [حسن] - [رواه أبو داود]

(١٣٦)- عمرو بن شعیب اپنے والد کے توسط سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو، جب ان کی عمر سات سال ہو جائے اور انھیں اس کے لیے مارو، جب ان کی عمر دس سال ہو جائے اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔" [حَسَن]-[اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمارہے ہیں کہ والد کی ذمے داری ہے کہ اس کے بچے اور بچیاں جب سات سال کے ہو جائیں، تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دے اور نماز قائم کرنے سے متعلق ضروری باتیں سکھائے۔ پھر جب دس سال کے ہو جائیں تو صرف حکم دینے پر اکتفانہ کرے۔ بلکہ نماز میں کوتاہی کرنے پر مارے اور ان کا بستر الگ کر دے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. بچوں کو بالغ ہونے سے پہلے ہی دینی باتیں سکھادی جائیں، جن میں ایک اہم ترین چیز نماز ہے۔
٢. مار ادب سکھانے کے لیے ہونی چاہیے۔ عذاب دینے کے لیے نہیں۔ مارتے وقت بچے کی حالت کا خیال رکھا جائے۔
٣. شریعت نے عزت کے تحفظ اور بگاڑ کے تمام راستوں کو مسدود کرنے پر توجہ دی ہے۔

(٥٢٧٢)

(١٣٧) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عنه سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: «قَالَ اللهُ تَعَالَى: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: {الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ}، قَالَ اللهُ تَعَالَى: حَمِدَنِي عَبْدِي، وَإِذَا قَالَ: {الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ}، قَالَ اللهُ تَعَالَى: أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِي، وَإِذَا قَالَ: {مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ}، قَالَ: مَجَّدَنِي عَبْدِي، -وَقَالَ مَرَّةً: فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِي-، فَإِذَا قَالَ: {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ}، قَالَ: هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ: {اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ}، قَالَ: هَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٣٧)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: "اللہ تعالی نے فرمایا: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے، جو وہ مانگے۔ جب بندہ {الحَمۡدُ للہِ رَبِّ العَالَمِینَ} کہتا ہے، تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی۔ جب بندہ {الرَّحۡمَنِ الرَّحِیمِ} کہتا ہے، تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا کی۔ جب بندہ {مَالِکِ یَوۡمِ الدِّینِ} کہتا ہے، تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی –اور ایک مرتبہ کہتا ہے کہ میرے بندے نے اپنے سارے کاموں کو میرے حوالے کر دیا۔– جب بندہ {اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِینُ} کہتا ہے تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے بیچ ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے، جو وہ مانگے۔ پھر جب بندہ {اھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیمَ، صِرَاطَ الَّذِینَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّالِّینَ} کہتا ہے، تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ یہ میرے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے، جو وہ مانگے۔ [صحیح]–[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالی نے حدیث قدسی میں کہا ہے: میں نے نماز میں پڑھی جانے والی سورہ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے بیچ آدھا آدھا بانٹ دیا ہے۔ آدھی سورت میرے لیے اور آدھی سورت اس کے لیے۔

اس کا نصف اول حمد و ثنا اور اللہ کی بڑائی پر مشتمل ہے، جس پر اللہ بندے کو بہترین بدلہ عطا کرتا ہے۔

جب کہ اس کا نصف ثانی تضرع اور دعا سے عبارت ہے، جسے اللہ قبول فرماتا ہے اور انسان کو اس کی مانگی ہوئی ساری چیزیں عطا فرماتا ہے۔

جب نماز پڑھ رہا شخص {الحمد للہ رب العالمین} کہتا ہے، تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی۔ جب وہ {الرحمن الرحیم} کہتا ہے، تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ میرے بندے نے مدح و ثنا کی اور مخلوقات پر میرے عام احسان کا اعتراف کیا۔ جب وہ {مالک یوم الدین} کہتا ہے، تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی۔

جب وہ {إیاک نعبد وإیاک نستعین} کہتا ہے، تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے بیچ ہے۔

اس طرح اس آیت کا نصف اول یعنی "إیاک نعبد" اللہ کے لیے ہے، جس میں اللہ کی الوہیت اور بندے کی بندگی کا اعتراف ہے اور اسی سے اس سورت کا پہلا نصف ختم ہو جاتا ہے، جو اللہ کے لیے ہے۔

جب کہ اس آیت کا نصف ثانی یعنی "إیاک نستعین" بندے کے لیے ہے، جس میں اللہ کی مدد طلب کی گئی ہے اور اللہ نے اس سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔

پھر جب بندہ {اهدنا الصراط المستقیم * صراط الذین أنعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا

الضالين} کہتا ہے، تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ یہ میرے بندے کی جانب سے تضرع اور دعا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے، جو وہ مانگے اور میں نے اس کی دعا قبول کر لی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. سورہ فاتحہ کی یہ اہمیت کہ اللہ تعالی نے اسے "الصلاۃ" یعنی نماز سے تعبیر کیا ہے۔
٢. اپنے بندے پر اللہ کی توجہ کا بیان کہ وہ اپنی حمد و ثنا کرنے کی وجہ سے بندے کی تعریف کرتا ہے اور اس سے اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ وہ اسے وہ سب کچھ دے گا، جو وہ مانگے۔
٣. یہ سورت اللہ کی حمد و ثنا، آخرت کے ذکر، اللہ سے دعا، خالص اسی کی عبادت، سیدھا راستہ دکھانے کے سوال اور غلط راستوں سے خبر دار کرنے جیسے موضوعات پر مشتمل ہے۔
٤. سورہ فاتحہ پڑھتے وقت نمازی اگر اس حدیث کو اپنے ذہن میں رکھے، تو نماز میں اس کا خشوع دوچند ہو جاتا ہے۔

(٦٥٠٩٩)

(١٣٨) - عن بريدة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ الْعَهْدَ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ».

[صحيح] - [رواه الترمذي والنسائي وابن ماجه وأحمد]

(١٣٨)- بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان جو عہد و میثاق ہے، وہ نماز ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا“۔ [صحیح]-[اسے ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں و منافقوں کے درمیان

جو عہد و میثاق ہے، وہ نماز ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی، اس نے کفر کیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس سے نماز کی عظمت شان واضح ہوتی ہے۔ یعنی نماز مومن اور کافر کے درمیان نشان امتیاز ہے۔

٢. احکامِ اسلام انسان کے باطن سے نہیں، بلکہ ظاہری حال سے ثابت ہوں گے۔

(٦٥٠٩٤)

(١٣٩) – عن جابرٍ رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: «إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٣٩)– جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: "بے شک آدمی اور شرک و کفر کے درمیان (فاصلہ مٹانے والا عمل) نماز کا ترک کرنا ہے"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز چھوڑنے سے خبر دار کیا ہے اور بتایا ہے کہ انسان اور کفر و شرک میں پڑنے کے درمیان جو چیز حائل ہے، وہ ہے نماز چھوڑنا۔ نماز اسلام کا دوسرا رکن اور بہت ہی اہم فریضہ ہے۔ جس نے نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز چھوڑ دیا، وہ کافر ہو گیا، اس بات پر سارے مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اگر کسی نے سستی اور کاہلی کی وجہ سے بھی اسے پورے طور پر چھوڑ دیا، تو وہ بھی کافر ہے، اس بات پر صحابہ کا اجماع نقل کیا گیا ہے۔ لیکن اگر کبھی چھوڑ دے اور کبھی پڑھ لے، تو وہ اس سخت وعید کی زد میں ہو گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نماز اور پابندی کے ساتھ اسے ادا کرنے کی اہمیت۔ نماز ہی کفر و ایمان کے درمیان فرق پیدا کرتی

ہے۔

٢. نماز چھوڑنے اور اسے ضائع کرنے والے کے لیے سخت تنبیہ۔

(٦٥٠٩٣)

(١٤٠) – عن سالم بن أبي الجَعْدِ قال: قال رجل: ليتني صَلَّيتُ فاسترحْتُ، فكأنّهم عابُوا ذلك عليه، فقال: سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: «يَا بِلَالُ، أَقِمِ الصَّلَاةَ، أَرِحْنَا بِهَا». [صحيح] - [رواه أبو داود]

(١٤٠)–سالم بن ابو جعد سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: کاش میں نماز پڑھتا اور راحت حاصل کرتا، تو صحابہ نے ایک طرح سے ان کی بات کو برا جانا۔ لہذا اس نے بتایا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "اے بلال! نماز قائم کرو، اس کے ذریعے مجھے راحت پہنچاؤ۔" [صحیح]-[اسے امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

ایک صحابی نے کہا: کاش میں نماز پڑھتا اور راحت حاصل کرتا، تو ان کے آس پاس کے لوگوں نے ایک طرح سے ان کی اس بات کو برا جانا، لہذا انھوں نے بتایا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: اے بلال! نماز کے لیے اذان دو اور جماعت کھڑی کرو، تا کہ ہم اس کے ذریعے راحت حاصل کریں۔ ایسا اس لیے کہ نماز میں اللہ سے سرگوشیاں ہوتی ہیں اور اس سے قلب وروح کو راحت ملتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نماز سے راحتِ قلب حاصل ہوتی ہے، کیوں کہ نماز اللہ تعالی سے سرگوشی کرنے کا ذریعہ ہے۔

٢. عبادت میں کوتاہی کرنے والے کی تردید۔

٣. جس نے اپنا فرض ادا کرکے اپنا سر ہلکا کر لیا، اسے اس سے ایک طرح کی راحت ملتی ہے

اور اطمینان کا احساس ہوتا ہے۔

(٦٥٠٩٥)

(١٤١) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا كَبَّرَ فِي الصَّلَاةِ، سَكَتَ هُنَيَّةً قَبْلَ أَنْ يَقْرَأَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَرَأَيْتَ سُكُوتَكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ، مَا تَقُولُ؟ قَالَ «أَقُولُ: اللهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۴۱)–ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ جب (آغاز) نماز کے لیے تکبیر کہتے، تو قراءت کرنے سے پہلے کچھ دیر سکوت فرماتے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ جو تکبیر اور قراءت کے درمیان آپ کی خاموشی ہے، (اس کے دوران میں) آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: "میں کہتا ہوں: اللهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ"۔

ترجمہ: اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری ڈال دے، جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ڈالی ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دے، جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے دھو دے، برف کے ساتھ، پانی کے ساتھ اور اولوں کے ساتھ"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی تکبیر کہتے، تو سورہ فاتحہ پڑھنے سے پہلے ذرا دیر رکتے۔ اس وقفے میں کچھ دعاؤں کے ذریعے نماز کا آغاز کرتے۔ ان میں سے ایک دعا یہ ہے: "اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری ڈال دے، جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ڈالی ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دے، جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے دھو دے، برف کے ساتھ، پانی کے ساتھ اور اولوں کے ساتھ"۔ آپ اللہ عز و جل سے دعا کرتے کہ وہ آپ کو گناہوں میں ملوث ہونے سے بچانے کے لیے آپ کے اور آپ کے درمیان اتنی دوری بنا دے کہ دونوں ایک دوسرے سے مل نہ سکیں۔ جیسے کہ مشرق اور مغرب کبھی آپس میں مل نہیں سکتے۔ اور اگر اس میں ملوث ہو بھی جائیں، تو ان سے آپ کو ایسے صاف ستھرا کر دے کہ جیسے سفید کپڑے سے میل کچیل کو دھو کر صاف ستھرا کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کو پانی، برف اور اولہ جیسی ٹھنڈی چیزوں کے ذریعے گناہوں سے دھو دے اور گناہوں کی تپش اور گرمی کو ٹھنڈا کر دے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. دعائے استفتاح پست آواز میں پڑھی جائے گی خواہ نماز جہری ہی کیوں نہ ہو۔

۲. صحابہ رضي الله عنهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات وسکنات کو جاننے کی حرص رکھتے تھے۔

۳. دعائے استفتاح کے اور بھی صیغے وارد ہوئے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ انسان اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد اور ثابت استفتاح کی دعاؤں کو یاد کر لے اور کبھی اسے پڑھے تو کبھی اسے۔

(۳۱۰۴)

(١٤٢) – عَن ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ أَيْضًا، وَقَالَ: «سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ»، وَكَانَ لاَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ. [صحيح] - [متفق عليه]

(١٤٢)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے (تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے) اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی اسی طرح اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور "سَمِعَ اللہ لمن حَمِدَہُ رَبَّنَا ولک الحمد" کہتے۔ جب کہ سجدوں میں ایسا نہیں کرتے تھے۔[صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نماز میں تین مقامات پر اپنے ہاتھوں کو کندھے کے برابر یا بالمقابل اٹھایا کرتے تھے۔

پہلا مقام: آغاز نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت۔

دوسرا مقام: رکوع کے لیے تکبیر کہتے وقت۔

تیسرا مقام: رکوع سے سر اٹھاتے اور "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" کہتے وقت۔

آپ سجدے میں جاتے وقت اور سجدے سے اٹھتے وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. دونوں ہاتھوں کو اٹھانے میں ایک حکمت یہ پنہاں ہے کہ یہ نماز کی زینت اور اللہ تبارک و تعالی کی تعظیم ہے۔

٢. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے ایک چوتھی جگہ میں بھی ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔ اس کا

ذکر سنن ابوداود وغیرہ میں ابوحمید ساعدی کی ایک روایت میں ہے۔ یہ جگہ ہے تین اور چار رکعت والی نمازوں میں پہلے تشہد سے کھڑے ہونے کا مقام۔

۳. آپ سے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کی لو تک، ان کو چھوئے بغیر، اٹھانا بھی ثابت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاکر دونوں کانوں کی لو تک لے جاتے۔

۴. "سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" اور "رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ" دونوں صرف امام اور منفرد کہیں گے۔ مقتدی صرف "رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ" کہے گا۔

۵. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع کے بعد "رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ" کے چار صیغے نقل ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انسان ان تمام صیغوں کا اہتمام کرے کبھی اسے پڑھے اور کبھی اسے۔

(٣٠٩٥)

(١٤٣) – عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۴۳)–عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کی نماز نہیں، جس نے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز درست نہیں ہوگی۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا نماز کا ایک رکن ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اگر سورہ فاتحہ پڑھنے کی قدرت ہو تو کوئی دوسری چیز اس کی جگہ نہیں لے سکتی۔

۲. جان بوجھ کر، لاعلمی کی بنیاد پر یا بھول جانے کی وجہ سے کسی رکعت میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے، تو وہ رکعت باطل ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ سورہ فاتحہ پڑھنا نماز کا ایک رکن ہے اور نماز کے ارکان کسی بھی صورت میں ساقط نہیں ہوتے۔

۳. مقتدی امام کو رکوع کی حالت میں پائے، تو اس سے سورہ فاتحہ کی قراءت ساقط ہو جاتی ہے۔

(۵۳۷۸)

(١٤٤) – عن أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه: أنه كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا، فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ، فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَقُولُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الِاثْنَتَيْنِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا. [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۴۴)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ہر نماز میں تکبیر کہتے تھے۔ خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل۔ ماہ رمضان میں بھی اور دیگر مہینوں میں بھی۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب رکوع کرتے تو بھی اللہ اکبر کہتے۔ پھر (رکوع سے اٹھتے وقت) سمع اللہ

لمن حمدہ کہتے۔ بعد ازاں سجدہ کرنے سے پہلے ربنا ولک الحمد کہتے۔ اس کے بعد جب سجدے کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ اس کے بعد (دوسرا) سجدہ کرتے تو بھی اللہ اَکبر کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ کر اٹھتے، تو بھی اللہ اکبر کہتے۔ الغرض ہر رکعت میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ جب اپنی نماز ختم کر لیتے تو فرماتے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً میں تم سب کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ بے شک یہی آپ کی نماز ہوتی تھی تا آں کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقے کا ایک حصہ روایت کرتے ہوئے بتا رہے ہیں کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر تحریمہ کہتے، پھر رکوع میں جاتے وقت، سجدہ کرتے وقت، سجدے سے سر اٹھاتے وقت، دوسرے سجدے میں جاتے وقت، دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے وقت اور تین یا چار رکعت والی نمازوں میں پہلے تشہد میں بیٹھنے کے بعد پہلی دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے اور پھر آخر تک پوری نماز میں ایسا ہی کرتے۔ جب کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے اور اس کے بعد کھڑے ہو کر "ربنا لک الحمد" کہتے۔

پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز پوری کرنے کے بعد کہتے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ ملتی جلتی نماز پڑھنے والا شخص ہوں۔ آپ دنیا سے رخصت ہونے تک ایسے ہی نماز پڑھتے رہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

ا. نماز کے اندر ہر بار جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہی جائے گی۔ البتہ رکوع سے اٹھنے کی بات الگ ہے۔ رکوع سے اٹھتے وقت "سمع اللہ لمن حمدہ" کہا جائے گا۔

۲. صحابہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدا اور آپ کی سنت کو محفوظ رکھنے کے بڑے حریص تھے۔

(٦٥٠٩٨)

(١٤٥) – عن ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما عن النبيِّ صلى الله عليه وسلم قال: «أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ: عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ، وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۴۵)– ابن عباس رضي اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے سات اعضا پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کی انگلیوں پر۔ اور اس بات کا بھی حکم دیا کہ ہم اپنے کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اللہ نے آپ کو نماز پڑھتے وقت سات اعضا پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سات اعضا اس طرح ہیں:

ا- پیشانی، جو ناک اور دونوں آنکھوں کے اوپر واقع ہے۔ آپ نے چہرے کا نام لیتے وقت ہاتھ سے ناک کی جانب اشارہ کرکے بتایا کہ ناک اور چہرے ایک ہی عضو ہیں اور اس پر زور دیا کہ سجدہ کرنے والے کو اپنی ناک بھی زمین سے لگانا چاہیے۔

۲-۳-دونوں ہاتھ۔

۴-۵-دونوں گھٹنے۔

۶-۷-دونوں قدموں کی انگلیاں۔

ساتھ میں ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم سجدے کے وقت اپنے بالوں اور کپڑوں کی حفاظت کے لیے ان کو نہ سمیٹیں۔ بلکہ ان کو زمین پر گرنے دیں، تاکہ جسم کے اعضا کے ساتھ ان کا بھی سجدہ ہو جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. نماز میں سات اعضا پر سجدہ کرنا واجب ہے۔

۲. نماز میں کپڑا اور بال سمیٹنے کی ممانعت۔

۳. نماز اطمینان کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ سجدے میں اطمینان کی صورت یہ ہوگی کہ سجدے کے ساتوں اعضا کو زمین پر رکھ دیا جائے اور اطمنان کے ساتھ اس میں جو ذکر پڑھنا ہوتا ہے، اسے پڑھا جائے۔

۴. بالوں کو سمیٹنے کی ممانعت مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ عورتیں اس کے دائرے میں نہیں آتیں۔ کیوں کہ عورت کو پردے کا خیال رکھنے کا حکم ہے۔

(١٠٩٢٥)

(١٤٦) – عَن أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ العَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الآخِرِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي]

(۱۴۶)—ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے بتایا

کہ انھوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو کہتے ہوئے سنا: ”رب تعالی بندے کے سب سے نزدیک رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے۔ لہذا اگر تم ان لوگوں میں شامل ہو سکتے ہو، جو اس وقت اللہ تعالی کو یاد کرتے ہیں، تو ہو جاؤ۔“ [صحیح]-[اسے ابو داود٬ ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے]

شرح:

نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری تہائی حصے میں ہوتا ہے۔ اس لیے ہر شخص کی کوشش ہونی چاہیے کہ رات کے اس حصے میں جاگ کر اللہ کی عبادت کرے، نماز پڑھے، ذکر و اذکار میں مشغول رہے اور توبہ کرے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. رات کے آخری حصے میں ذکر کرنے کی ترغیب۔

٢. ذکر، دعا اور نماز کے اوقات٬ فضل و شرف کے معاملے میں ایک دوسرے سے متفاوت ہوتے ہیں۔

٣. میرک، نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے قول: "رب اپنے بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری تہائی حصے میں ہوتا ہے"۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے قول: "بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے"۔ کے درمیان فرق کے بارے میں کہتے ہیں: یہاں مراد یہ بیان کرنا ہے کہ رب اپنے بندے سے سب سے قریب کب ہوتا ہے جو کہ رات کا آآخری تہائی حصہ ہے۔ جب کہ وہاں مراد یہ بیان کرنا ہے کہ بندہ کس حالت میں اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، جو کہ سجدہ کی حالت ہے۔

(٣٢٣٦)

(١٤٧) – عن جَرِيْر بنِ عبدِ الله رضي الله عنه قال: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً -يَعْنِي الْبَدْرَ- فَقَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا» ثُمَّ قَرَأَ: «{وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ}» [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۴۷)- جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ آپ نے ایک رات -یعنی چودھویں کی رات- چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: ”یقینا تم لوگ اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے، جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اسے دیکھنے میں تمھیں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ لہٰذا اگر تم سے ہو سکے کہ سورج نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے کی نمازوں پر کسی چیز کو حاوی نہ ہونے دو، تو ایسا ضرور کرو۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: {وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ} (اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر)"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

ایک رات صحابہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ اسی بیچ آپ نے چودھویں کی رات چاند کی جانب دیکھا اور فرمایا: ایمان والے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔ ان کو اسے دیکھنے میں کوئی پریشانی اور دقت نہیں ہو گی۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم فجر اور عصر کی نماز سے روکنے والی چیزوں پر حاوی ہو سکو، تو اس کی کوشش ضرور کرو اور ان دونوں نمازوں کو وقت پر مکمل طریقے سے پڑھا کرو، کیوں کہ ان دونوں نمازوں کی پابندی اللہ کے چہرے کے دیدار کی سعادت عطا کرنے والی چیزوں میں سے ایک ہے۔ پھر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:{وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ} (اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر)"۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. ایمان والوں کے لیے یہ بشارت کہ ان کو جنت میں اللہ کا دیدار نصیب ہو گا۔
۲. تاکید پیدا کرنا، ترغیب دینا اور مثال پیش کرنا وغیرہ دعوت کے کچھ اسلوب ہیں۔

(٥٦٥٧)

(١٤٨) – عن أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رضي الله عنه: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ» [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۴۸)–ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (فجر و عصر کی نمازیں) ادا کیں، وہ جنت میں داخل ہو گا۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ٹھنڈی نمازوں یعنی فجر اور عصر کی نمازوں کا اہتمام کرنے کی ترغیب دی ہے اور انھیں کما حقہ ادا کرنے، یعنی وقت پر اور جماعت کے ساتھ پڑھنے وغیرہ کا خیال رکھنے والے کو خوش خبری سنائی ہے کہ یہ اس کے لیے دخول جنت کا سبب بنیں گی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. فجر اور عصر کی نماز پابندی سے پڑھنے کی فضیلت، کیوں کہ فجر کی نماز میٹھی نیند کے وقت پڑھی جاتی ہے اور عصر کی نماز کام کاج کے وقت۔ لہذا ان کی پابندی کرنے والا بدرجۂ اولی باقی نمازوں کی پابندی کرے گا۔

۲. فجر اور عصر کی نماز کو ٹھنڈی نمازوں کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے وقت رات کی ٹھنڈک ہوا کرتی ہے اور عصر کی نماز کے وقت دن کی ٹھنڈک۔ ویسے تو عصر کی نماز گرمی کے وقت پڑھی جاتی ہے، لیکن اس وقت گرمی پہلے سے کم ہو جایا کرتی ہے۔ یا پھر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نام تغلیبا دیا گیا ہو۔ جیسا کہ عربوں کے یہاں سورج اور چاند کو القمران یعنی دو چاند کہا جاتا ہے۔

(۳۱۹۸)

(١٤٩) – عن جُندب بن عبد الله القَسْرِي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ، فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۴۹)– جندب بن عبد اللہ قسری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے صبح کی نماز پڑھی، وہ اللہ کی پناہ میں آگیا۔ لہٰذا یہ موقع نہ آنے پائے کہ اللہ کی ذمہ داری میں کسی طور خلل انداز ہونے کی وجہ سے وہ تمہارے درپے ہو جائے۔ اگر اللہ اپنی ذمہ داری میں خلل انداز ہونے پر کسی کے درپے ہو جائے، تو اسے وہ بالآخر پکڑ ہی لیتا ہے اور اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیتا ہے“۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جس نے فجر کی نماز پڑھ لی، وہ اللہ کے تحفظ اور نگرانی میں ہوتا ہے۔ اللہ اس کا دفاع کرتا ہے اور اس کے لیے انتقام لیتا ہے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد کو توڑنے سے منع کیا، جس کی ایک شکل یہ ہے کہ فجر کی نماز چھوڑ دی جائے اور دوسری شکل یہ ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے والے کو تکلیف پہنچائی جائے یا اس پر

دست درازی کی جائے۔ کیوں کہ جس نے ایسا کیا، اس نے اس دیوار کو توڑا اور اس سخت وعید کا مستحق ہو گیا کہ اللہ اسے اپنے حق میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے طلب کرے گا اور جسے اللہ طلب کرے گا، اسے وہ پا ہی لے گا اور پھر اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. فجر کی نماز کی فضیلت واہمیت۔

٢. اس حدیث میں فجر کی نماز پڑھنے والے کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی سخت ممانعت آئی ہے۔

٣. اللہ اپنے نیک بندوں کو ایذا پہنچانے والوں سے انتقام لیتا ہے۔

(٥٤٣٥)

(١٥٠) – عن بريدة بن الحصيب رضي الله عنه أنه قال: بَكِّرُوا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(١٥٠)– بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: "عصر کی نماز جلدی پڑھا کرو۔ کیوں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا عمل ضائع ہو گیا۔" [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان بوجھ کر عصر کی نماز کو وقت سے مؤخر کرنے سے منع کیا ہے اور بتایا ہے کہ جس نے ایسا کیا، اس کا عمل ضائع ہو جائے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اول وقت میں عصر کی نماز پڑھنے کی ترغیب۔

٢. عصر کی نماز چھوڑنے والے کے لیے بڑی سخت وعید آئی ہے۔ اس نماز کو وقت پر نہ پڑھنا دیگر نمازوں کو وقت پر نہ پڑھنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ کیوں کہ یہ وہی درمیانی نماز ہے، جس کے بارے میں خصوصی حکم اللہ تعالی کے اس قول میں دیا گیا ہے: "نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیان والی نماز کی۔" [سورہ بقرہ:٢٣٨]

(٦٢٦١)

(١٥١) – عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ: {وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي} [طه: ١٤]». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٥١)–انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کسی نماز کو بھول جائے، تو وہ اسے اسی وقت پڑھ لے، جب یاد آ جائے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔ {وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي} [سورہ طہ:١٤] (اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔) [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ جو شخص کسی نماز کو ادا کرنا بھول جائے اور اس کا وقت نکل جائے، تو اسے یاد آتے ہی فوراً اس کی قضا کر لینی چاہیے۔ دراصل نماز کو وقت پر نہ پڑھنے کے گناہ کو مٹانے کا طریقہ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے کہ اسے یاد آتے ہی پڑھ لیا جائے۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک کے اندر فرمایا ہے: {وأقم الصلاة لذكري} [سورہ طہ:١٤] یعنی بھولی ہوئی نماز کو اسی وقت پڑھ لو، جب یاد آ جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نماز کی اہمیت اور اس کی ادائیگی اور قضا میں سستی سے کام نہ لینے کا بیان۔

۲. بلا عذر جان بوجھ کر نماز کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔

۳. نماز کی قضا اسی وقت واجب ہے، جب بھولنے کی وجہ سے نماز چھوڑنے والے کو نماز یاد آ جائے اور سو جانے کی وجہ سے نماز چھوڑنے والا شخص جاگ جائے۔

۴. چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا فوراواجب ہے، چاہے ممنوعہ اوقات میں ہی کیوں نہ ہو۔

(٦٥٠٨٨)

(١٥٢) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ أَثْقَلَ صَلَاةٍ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْطَلِقَ مَعِي بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٥٢)—ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”منافقوں پر سب سے بھاری نماز عشا اور فجر کی نماز ہے اور اگر انھیں ان نمازوں کے ثواب کا اندازہ ہو جائے، تو گھٹنوں کے بل چل کر آئیں۔ میں نے تو (ایک بار) ارادہ کر لیا تھا کہ کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور وہ نماز پڑھائے، پھر کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر، جو لکڑی کے گٹھر لیے ہوئے ہوں، ایسے لوگوں کے یہاں جاؤں، جو نماز کے لیے نہیں آتے اور ان کو ان کے گھروں کے ساتھ جلا ڈالوں۔" [صحيح] -[متفق علیہ]

شرح:

اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کے بارے میں اور نماز میں، بالخصوص عشا اور فجر کی نماز میں ان کی سستی کے بارے میں بتا رہے ہیں۔ آپ یہ بھی بتا رہے ہیں کہ اگر منافقوں کو پتہ ہو جائے کہ ان دونوں نمازوں کو جماعت میں شامل ہو کر مسلمانوں کے ساتھ ادا کرنے

سے کتنا بڑا اجر و ثواب ملتا ہے، تو وہ اسی طرح گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل چل کر ان دونوں نمازوں میں شریک ہوں، جس طرح بچے چلنا سیکھنے سے پہلے گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل آگے بڑھتے ہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اس بات کا ارادہ کر لیا تھا کہ کسی کو اپنی جگہ پر نماز پڑھانے کا حکم دے دیں، پھر کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر، جو لکڑیوں کے گٹھر لیے ہوئے ہوں، ان لوگوں کے پاس جائیں، جو جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھنے کے لیے مسجد نہیں آتے اور ان کے سمیت ان کے گھروں کو جلا ڈالیں۔ کیوں کہ انھوں نے جماعت میں شامل نہ ہو کر جو گناہ کیا ہے، وہ بہت بڑا ہے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، کیوں کہ گھروں میں معصوم عورتیں، بچے اور معذور لوگ بھی ہوتے ہیں، جن کا کوئی گناہ نہیں ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسجد میں حاضر ہو کر جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنا ایک سنگین جرم ہے۔
٢. منافق عبادت محض دکھاوا اور شہرت طلبی کے لیے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مسجد اسی وقت جاتے ہیں، جب لوگ دیکھ رہے ہوں۔
٣. عشا و فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے پر زیادہ ثواب ہونا اور ان دونوں نمازوں کا اس لائق ہونا کہ اگر انسان کو گھٹنے کے بل بھی چل کر آنا پڑے، تو آئے۔
٤. عشا اور فجر کی نماز کی پابندی نفاق سے محفوظ ہونے کی نشانی ہے اور ان دونوں نمازوں میں شامل نہ ہونا منافقوں کی صفت ہے۔

(٣٣٦٦)

(١٥٣) - عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رضي الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ ظَهْرَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۵۳)–عبد اللہ بن ابو اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم جب رکوع سے پیٹھ اٹھاتے، تو یہ دعا پڑھتے: "سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہُ، اللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔" (اللہ نے اس کی سن لی، جس نے اس کی تعریف کی *۔ اے اللہ! ہمارے رب! تیری ہی تعریف ہے آسمانوں کی وسعتوں کے برابر، زمین کی وسعتوں کے برابر اور اس کے بعد بھی تو جو چاہے، اس کی وسعتوں کے برابر۔) [صحیح] - [اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نماز میں رکوع سے سر اٹھاتے، تو فرماتے: "سمع اللہ لِمن حمدہ"۔ یعنی جس نے اللہ کی تعریف کی، اللہ اس کی تعریف کو قبول کرتا ہے اور اسے ثواب عطا کرتا ہے۔ اس کے بعد ان الفاظ میں اللہ تعالی کی تعریف کرتے: "اللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔" یعنی اللہ کی تعریف ہے آسمانوں کی وسعتوں کے برابر، زمین کی وسعتوں کے برابر، ان دونوں کے بیچ کی وسعتوں کے برابر اور ان تمام چیزوں کی وسعتوں کے برابر جو اللہ چاہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس ذکر کا بیان جو رکوع سے سر اٹھاتے وقت کہنا مستحب ہے۔
٢. رکوع سے اٹھنے کے بعد اطمینان کے ساتھ سیدھا کھڑا ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ اس پورے ذکر کو پڑھنا اسی وقت ممکن ہے، جب آدمی پورے اطمینان کے ساتھ کھڑا ہو۔

٣. یہ ذکر ہر نماز میں مشروع ہے، خواہ فرض ہو یا نفل۔

(٦٥١٠١)

(١٥٤) – عن حُذَيْفَةَ رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي». [صحيح] - [رواه أبو داود والنسائي وابن ماجه وأحمد]

(١٥٤)—حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے بیچ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "رَبِّ اغْفِرِلي، رَبِّ اغْفِرِلي"۔ (اے میرے رب! مجھے بخش دے۔ اے میرے رب مجھے بخش دے۔) [صحیح] - [اسے ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے بیچ کے جلسے میں یہ دعا پڑھتے اور اسے بار بار دہراتے تھے: "رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي"۔ (اے میرے رب! مجھے بخش دے۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے۔) دراصل اس دعا کے ذریعے بندہ اپنے رب سے اس بات کی درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کے گناہ بخش دے اور اس کے عیوب پر پردہ ڈال دے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. فرض اور نفل نماز میں دو سجدوں کے درمیان اس دعا کی مشروعیت۔

٢. "رب اغفرلي" ایک سے زیادہ بار پڑھنا مستحب اور ایک بار پڑھنا واجب ہے۔

(٦٥١٠٤)

(١٥٥) – عن ابن عباس رضي الله عنهما: كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول بين السجدتين: «اللَّهمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي».

[حسن بشواهده] - [رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه وأحمد]

(۱۵۵)– عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اللّٰهمَّ اغْفِرلي، وارْحَمْني، وعافِني، واهْدِني، وارزُقْني"۔ (اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر، مجھے عافیت دے، میری رہ نمائی فرما اور مجھے رزق عطا کر۔). [اپنے شواہد کی بنا پر حسن ہے]-[اسے ابو داود' ترمذی' ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نماز کے اندر دو سجدوں کے بیچ یہ پانچ چیزیں مانگا کرتے تھے، جن کی ایک مسلمان کو بڑی ضرورت ہوتی ہے اور جن کے اندر دنیا اور آخرت دونوں جہان کی بھلائیاں سمٹ آئی ہیں۔ آپ اللہ سے گناہوں پر پردہ ڈالنے اور انھیں بخش دینے، اپنے اوپر رحمت کی چادر تان دینے، شکوک و شبہات، شہوتوں اور بیماریوں سے عافیت میں رکھنے، راہ حق پر چلانے اور اس پر مضبوطی سے قائم رکھنے اور ایمان، علم، عمل صالح اور رزق حلال عطا کرنے کی دعا کیا کرتے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. دو سجدوں کے بیچ کے جلسے میں اس دعا کی مشروعیت۔
٢. ان دعاؤں کی فضیلت، جو دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہیں۔

(١٠٩٣٠)

(١٥٦) – عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ

صَلَاةً، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أُقِرَّتِ الصَّلَاةُ بِالْبِرِّ وَالزَّكَاةِ، قَالَ: فَلَمَّا قَضَى أَبُو مُوسَى الصَّلَاةَ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ: أَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا؟ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، فَقَالَ: لَعَلَّكَ يَا حِطَّانُ قُلْتَهَا؟ قَالَ: مَا قُلْتُهَا، وَلَقَدْ رَهِبْتُ أَنْ تَبْكَعَنِي بِهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا قُلْتُهَا، وَلَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: أَمَا تَعْلَمُونَ كَيْفَ تَقُولُونَ فِي صَلَاتِكُمْ؟ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا، فَقَالَ: «إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذْ قَالَ: {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} [الفاتحة: ٧]، فَقُولُوا: آمِينَ، يُجِبْكُمُ اللهُ، فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ، وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ»، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَتِلْكَ بِتِلْكَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، يَسْمَعِ اللهُ لَكُمْ، فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ»، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَتِلْكَ بِتِلْكَ، وَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمْ: التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٥٦)- حِطّان بن عبد اللہ رَقّاشی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب وہ قعدہ میں تھے، تو پیچھے نماز پڑھ رہے ایک

شخص نے کہا: نماز کو بھلائی اور زکوۃ کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب ابو موسی رضی اللہ عنہ کی نماز پوری ہوگئی اور سلام پھیر چکے، تو لوگوں کی جانب منہ کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا: تم میں سے کس نے یہ بات کہی ہے؟ جب کسی نے جواب نہیں دیا، تو انھوں نے پھر پوچھا: تم میں سے کس نے یہ بات کہی ہے؟ پھر جب کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، تو فرمایا: اے حطان! شاید یہ بات تم نے کہی ہے! انہوں نے کہا: میں نے نہیں کہی ہے' ویسے مجھے اس بات کا ڈر بھی تھا کہ اس کی وجہ سے آپ مجھے ہی ڈانٹیں گے۔ لیکن اتنا سننے کے بعد وہاں موجود ایک شخص نے کہا: یہ بات میں نے کہی ہے اور میرا ارادہ اچھا ہی تھا۔ اس کی بات سننے کے بعد ابو موسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ تمھیں نماز میں کیسے کیا کہنا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیں مخاطب کیا اور ہمیں ہماری نماز بتائی اور ہماری سنت سکھائی۔ آپ نے فرمایا: "جب تم نماز پڑھو، تو اپنی صفیں درست کر لو۔ پھر تم میں سے ایک شخص تمھارا امام بن کر نماز پڑھائے۔ چنانچہ جب وہ تکبیر کہے، تو تم تکبیر کہو اور جب وہ {غَيۡرِ الۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّينَ} [سورہ فاتحہ: ۷] کہے، تو تم آمین کہو، اللہ تمھاری دعا قبول کرے گا۔ پھر جب وہ تکبیر کہے اور رکوع کرے، تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو۔ امام تم سے پہلے رکوع میں جائے گا اور تم سے پہلے رکوع سے اٹھے گا۔" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "تمھارے رکوع میں جانے میں جو لمحے بھر کی دیر ہوگی، وہ رکوع سے اٹھنے میں ہونے والی لمحے بھر کی دیر سے پوری ہو جائے گی۔ اور جب امام "سَمِعَ اللہُ لِمَنۡ حَمِدَہٗ" کہے، تو تم "اللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الۡحَمۡدُ" کہو، اللہ تمھاری دعا سن لے گا۔ اور جب وہ تکبیر کہے اور سجدے میں جائے، تو تم بھی تکبیر کہو اور سجدے میں جاؤ۔ امام تم سے پہلے سجدے میں جائے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا۔" اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "تمھارے سجدے میں جانے میں جو لمحے بھر کی دیر ہوگی، وہ سجدے سے اٹھنے میں ہونے والی لمحے بھر کی دیر

سے پوری ہو جائے گی۔ اور جب جلسے میں بیٹھے، تو سب سے پہلے یہ دعا پڑھے: "التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

صحابی ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک نماز پڑھی۔ دوران نماز جب وہ اس قعدہ میں تھے، جس میں تشہد پڑھا جاتا ہے، تو پیچھے نماز پڑھ رہے ایک شخص نے کہا کہ قرآن میں نماز کا ذکر بھلائی اور زکوۃ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ لہذا جب نماز ختم ہو گئی، تو وہ لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا کہ تم میں سے کس نے کہا ہے کہ قرآن میں نماز کا ذکر بھلائی اور زکوۃ کے ساتھ کیا گیا ہے؟ جب سب لوگ خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، تو دوبارہ سوال کیا۔ لیکن جب پھر بھی کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، تو ابو موسی رضی اللہ عنہ نے حطان سے کہا کہ اے حطان! شاید تم نے ہی یہ بات کہی ہے؟ دراصل انھوں نے حطان سے یہ بات اس لیے کہی کہ وہ ایک دلیر انسان تھے، ان سے ان کے گہرے تعلقات اور بڑی قربت تھی، جس کی وجہ سے اس بات کا امکان نہیں تھا کہ وہ اس الزام سے اذیت محسوس کرتے۔ ساتھ ہی پیش نظر یہ بات بھی تھی کہ دوران نماز گفتگو کرنے والا سامنے آکر اعتراف کر لے۔ چنانچہ حطان نے یہ صاف کر دیا کہ یہ بات انھوں نے نہیں کہی ہے اور بتایا کہ مجھے پہلے ہی سے اس بات کا ڈر تھا کہ آپ یہ سمجھ کر مجھ ہی کو ڈانٹیں گے کہ یہ بات میں نے کہی ہے۔ اتنا سننے کے بعد وہاں موجود ایک شخص نے کہا کہ یہ بات میں نے کہی ہے اور میرا مقصد کچھ برا نہیں تھا۔ لہذا ابو موسی رضی اللہ عنہ نے اسے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ تمھیں اپنی نماز میں کیا کچھ کہنا ہے اور کیسے کہنا ہے؟ یہ

دراصل ایک طرح سے اس کی تردید تھی۔ پھر ابو موسی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک بار اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مخاطب ہوئے اور ان کو ان کی شریعت اور نماز سکھائی۔ اس دوران آپ نے فرمایا:

جب تم نماز پڑھو، تو اپنی صفیں درست اور سیدھی کر لیا کرو۔ پھر ایک شخص امام بن کر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ چنانچہ جب امام تکبیر تحریمہ کہے، تو تم بھی اسی کی طرح تکبیر تحریمہ کہو اور جب وہ سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے {غير المغضوب عليهم ولا الضالين} [سورہ فاتحہ: ۷] تک پہنچے، تو تم آمین کہو۔ جب تم ایسا کروگے، تو اللہ تمھاری دعا قبول کرے گا۔ پھر جب امام تکبیر کہے اور رکوع میں جائے، تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع میں جاؤ۔ امام تم سے پہلے رکوع میں جائے گا اور تم سے پہلے رکوع سے اٹھے گا۔ لہذا تم اس سے آگے نہ بڑھو۔ اس دوران تمھارے رکوع میں جانے میں جو ایک لمحے کی دیر ہوگی، وہ تمھارے رکوع سے اٹھنے میں ہونے والی ایک لمحے کی دیر سے پوری ہو جائے گی اور اس طرح تمھارے رکوع کی لمبائی امام کے رکوع کے لمبائی کے برابر ہو جائے گی۔ پھر جب امام "سمع الله لمن حمده" کہے، تو تم "اللهم ربنا لك الحمد" کہو۔ جب نمازی ایسا کہتے ہیں، تو اللہ ان کی دعا اور قول کو قبول فرماتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کی زبانی کہا ہے کہ اللہ نے اس کی سن لی، جس نے اس کی تعریف کی۔ پھر جب امام تکبیر کہے اور سجدے میں جائے، تو مقتدیوں کو بھی تکبیر کہنا اور سجدے میں جانا ہے۔ یہاں اس بات کا دھیان رہے کہ امام مقتدیوں سے پہلے سجدے میں جائے گا اور ان سے پہلے سجدے سے اٹھے گا۔ اس طرح ان کے سجدے میں جانے میں جو ایک لمحے کی دیر ہوگی، وہ ان کے سجدے سے اٹھنے میں ہونے والی لمحے بھر کی دیر سے پوری ہو جائے گی اور اس طرح ان کے سجدے کی لمبائی امام کے سجدے کے برابر ہو جائے گی۔ پھر جب تشہد کے لیے بیٹھے، تو سب سے پہلے یہ دعا پڑھے: "التحيات الطيبات

الصلوات لله "ملک، بقا اور عظمت یہ ساری چیزیں اللہ کے لیے ہیں۔ اسی طرح پانچوں نمازیں بھی اللہ کے لیے ہیں۔ "السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين " اس لیے اللہ سے ہر عیب، آفت، نقص اور فساد سے سلامتی مانگو۔ ہم اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور سے سلام بھیجتے ہیں، پھر اپنے آپ کو سلام بھیجتے ہیں، پھر اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کرنے والے اللہ کے نیک بندوں کو سلام بھیجتے ہیں، پھر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. تشہد کی دعاؤں میں سے ایک دعا کا ذکر۔
٢. نماز کے افعال اور اقوال کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ نماز میں ایسی کوئی بات کہنا یا ایسا کوئی عمل کرنا جائز نہیں ہے، جو سنت سے ثابت نہ ہو۔
٣. امام سے آگے بڑھ کر کوئی کام کرنا یا اس سے پیچھے رہ جانا جائز نہیں ہے۔ مقتدیوں کو امام کی متابعت کرنی چاہیے۔
٤. نبی صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تبلیغ اور امت کو دینی احکام سکھانے کا کس قدر اہتمام کیا کرتے تھے، اس کی وضاحت۔
٥. امام مقتدی کے لیے اسوہ ونمونہ ہوتا ہے۔ اس لیے نماز کے افعال نہ تو امام سے پہلے کرنا جائز ہے، نہ اس کے ساتھ ساتھ کرنا اور نہ اس سے پیچھے رہ جانا۔ ہونا یہ چاہیے کہ مقتدی نماز کا جو کام کرنا چاہتا ہے، اس کا آغاز اس وقت کرے، جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ امام اس میں داخل ہو چکا ہے۔ اسی کو اتباع کہتے ہیں اور یہی سنت ہے۔

٦. نماز میں صفوں کو درست کرنے کی مشروعیت۔

(٦٥٠٩٧)

(١٥٧) – عَنِ ابْنَ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ، التَّشَهُّدَ، كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّورَةَ مِنَ القُرْآنِ: «التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلاَمُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

وفي لفظ لهما: «إِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، فَإِذَا قَعَدَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، فَإِذَا قَالَهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَا شَاءَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٥٧)—ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسی طرح تشہد سکھایا، جیسے قرآن کی سورہ سکھاتے تھے۔ اس وقت میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں تھی۔ (تشہد کے الفاظ کچھ اس طرح تھے:) "التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلاَمُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ-" بخاری اور مسلم میں ایک جگہ ہے: "بے شک اللہ ہی سلامتی والا ہے۔ لہذا جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے، تو کہے: "التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ-" جب بندہ یہ الفاظ کہتا ہے، تو آسمان اور زمین میں رہنے

والا اللہ کا ہر صالح بندہ اس کے دائرے میں آجاتا ہے۔"أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"۔پھر جو دعا چاہے، کرے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو وہ تشہد سکھایا، جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ تشہد سکھاتے وقت آپ نے ان کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا ہوا تھا، تاکہ ان کی پوری توجہ آپ پر مرکوز رہے۔ آپ نے تشہد اسی طرح سکھایا، جس طرح قرآن کی سورہ سکھاتے تھے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اس تشہد کے الفاظ اور معنی دونوں کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے کہا:"التَّحِيَّات لله":اس سے مراد ہر وہ قول یا فعل ہے جو تعظیم پر دلالت کرتا ہو۔ اس طرح کے سارے اقوال اور افعال کا مستحق صرف اللہ ہے۔ "الصَّلَوَاتُ":یعنی ساری نمازیں، فرض ہوں کہ نفل اللہ کے لیے ہیں۔ "الطَّيِّبَاتُ": پاکی اور کمال پر دلالت کرنے والے سارے اقوال، افعال اور اوصاف اللہ تعالی کے لیے ہیں۔"السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته": آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہر آفت اور ناپسندیدہ چیز سے سلامتی اور ہر بھلائی میں اضافہ اور کثرت کی دعا۔"السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين": نمازی اور آسمان اور زمین میں رہنے والے ہر صالح بندے کے لیے سلامتی کی دعا۔"أشهد أن لا إله إلا الله":یعنی پورے یقین کے ساتھ اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں ہے۔"وأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ ورسولُهُ": میں آپ کے اللہ کا بندہ ہونے اور آخری رسول ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔

اخیر میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ وہ جو دعا چاہے، کرے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس تشہد کا محل ہر نماز کے آخری سجدے کے بعد کا قعدہ اور دو اور تین رکعت والی نمازوں میں دوسری رکعت کے بعد کا جلسہ ہے۔

٢. تشہد میں 'التحیات' پڑھنا واجب ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے ثابت الفاظ میں سے جن الفاظ میں چاہیں، تشہد پڑھنا جائز ہے۔

٣. نماز میں پسندیدہ دعا کرنے کا جواز جب تک کہ وہ گناہ پر مبنی نہ ہو۔

٤. دعا کرتے وقت آغاز اپنے نفس سے کرنا چاہیے۔

(٣٠٩٦)

(١٥٨) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو وَيَقُولُ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ المَحْيَا وَالمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ المَسِيحِ الدَّجَّالِ».

وفِي لَفْظٍ لِمُسْلِمٍ: «إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٥٨)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم دعا کرتے تھے اور کہتے تھے: "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے، جہنم کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے"۔ جب کہ صحیح مسلم میں ایک روایت ہے: "جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو، تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے: جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کی برائی سے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نماز میں آخری تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور ہمیں بھی ان سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔

۱- قبر کے عذاب سے۔

۲- جہنم کے عذاب سے۔یعنی قیامت کے دن۔

۳- زندگی کے فتنے سے، جیسے اس کی حرام خواہشات اور گمراہ کن شبہات سے- اور موت کے فتنے سے،یعنی حالت نزع میں اسلام یا سنت سے بھٹک جانے سے یا پھر قبر کے فتنے سے، جیسے دونوں فرشتوں کے سوال سے۔

۴- مسیح دجال کے فتنے سے، جو آخری زمانے میں نکلے گا اور جس کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کو آزمائے گا۔یہاں بطور خاص دجال کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کا فتنہ بڑا بھیانک فتنہ ہوگا اور وہ لوگوں کو بہت بڑے پیمانے پر گمراہ کرے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. یہ دعا ایک بہت ہی اہم اور جامع ترین دعا ہے، کیوں کہ یہ دنیا اور آخرت کی برائیوں سے پناہ مانگنے پر مشتمل ہے۔
٢. قبر کے عذاب کا ثبوت اور اس کا حق ہونا۔
٣. فتنوں کا نقصان اور اللہ کی پناہ مانگنے اور فتنوں سے نجات پانے کی دعا کی اہمیت۔
٤. دجال کے ظہور اور اس کے فتنے کے بڑا ہونے کا ثبوت۔
٥. آخری تشہد کے بعد اس دعا کو پڑھنا مستحب ہے۔
٦. عمل صالح کے بعد دعا کرنا مستحب ہے۔

(٣١٠٣)

(١٥٩) – عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيِّ قَالَ: لَقِيتُ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْخِلُنِي اللهُ

بِهِ الْجَنَّةَ؟ أَوْ قَالَ قُلْتُ: بِأَحَبِّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ، فَسَكَتَ. ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَسَكَتَ. ثُمَّ سَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: سَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ لِلَّهِ، فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلَّهِ سَجْدَةً، إِلَّا رَفَعَكَ اللهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةً» قَالَ مَعْدَانُ: ثُمَّ لَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لِي: مِثْلَ مَا قَالَ لِي: ثَوْبَانُ. [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۵۹)—مَعدان بن ابی طلحہ یَعمَری سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتائیں، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت میں داخل کر دے۔ یا پھر یہ کہا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتائیں، جو اللہ کو سب سے محبوب ہو۔ یہ سن کر ثوبان رضی اللہ عنہ چپ ہو رہے۔ میں نے ان سے دوبارہ پوچھا، تو پھر چپ رہے۔ تیسری بار پوچھا تو فرمایا: میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ”تو کثرت سے سجدہ کیا کر۔ اس لیے کہ ہر سجدے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تیرا ایک درجہ بلند کرے گا اور تیرا ایک گناہ معاف کرے گا۔“ مَعدان کہتے ہیں: پھر میں نے ابو درداء سے ملاقات کی اور ان سے بھی یہی سوال کیا، تو انھوں نے بھی اسی طرح کی بات کہی، جو ثوبان نے کہی تھی۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسا عمل پوچھا گیا، جو جنت میں داخلے کا سبب بن جائے یا پھر جو اللہ کو سب سے محبوب ہو۔

جواب میں آپ نے سائل سے کہا: تم کثرت سے نماز میں سجدے کیا کرو۔ کیوں کہ جب تم اللہ کے لیے ایک سجدہ کروگے، تو اس کے بدلے میں تمھارا مقام ایک درجہ اونچا کر دے گا اور تمھارا ایک گناہ مٹا دے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نماز کی ترغیب خواہ وہ فرض ہو یا نفل، کیوں کہ نماز میں سجدے ہوا کرتے ہیں۔
٢. صحابہ اس بات کو سمجھتے اور جانتے تھے کہ جنت میں داخل ہونے کے لیے اللہ کی رحمت کے بعد عمل ضروری ہے۔
٣. نماز کے سجدے درجات کی بلندی اور گناہوں کی مغفرت کا سبب ہیں۔

(٣٤٣٢)

(١٦٠) – عن عَائِشَةَ رضيَ الله عنها قالت: إِنِّي سمعْتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: «لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٦٠)–عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: ”کھانے کی موجودگی میں نماز نہ پڑھی جائے اور نہ ہی اس وقت جب انسان کو پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت ہو“۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنے سے منع کیا ہے کہ انسان کا دل کھانے میں لگا رہے اور وہ پوری توجہ کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکے۔

اسی طرح اس وقت بھی نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، جب پیشاب پاخانہ کی بہت زیادہ حاجت ہو اور انسان ذہنی طور پر مشغول ہونے کی وجہ سے نماز پر توجہ مرکوز نہ کر سکے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. انسان کو نماز میں داخل ہونے سے پہلے ان تمام چیزوں سے دور ہو جانا چاہیے، جو اس کی توجہ کو نماز پر مرکوز ہونے نہیں دیتیں۔

(٣٠٨٨)

(١٦١) – عن عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ رضي الله عنه: أنه أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بَيْنِي وَبَيْنَ صَلَاتِي وَقِرَاءَتِي يَلْبِسُهَا عَلَيَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزَبٌ، فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْهُ، وَاتْفُلْ عَلَى يَسَارِكَ ثَلَاثًا»، قَالَ: فَفَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَذْهَبَهُ اللهُ عَنِّي. [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٦١)– عثمان بن ابو العاص سے روایت ہے کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شیطان میرے، میری نماز اور میری تلاوت کے بیچ حائل ہو جاتا ہے اور مجھے الجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ چناں چہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ ایک شیطان ہے، جسے خِنزَب کہا جاتا ہے۔ جب تمھیں اس کے خلل انداز ہونے کا احساس ہو، تو اس سے اللہ کی پناہ مانگو اور اپنی بائیں جانب تین بار تھتکارو۔" ان کا کہنا ہے کہ میں نے آپ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا، تو اللہ نے میری اس پریشانی کو دور کر دیا۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، نماز میں خشوع پیدا ہونے نہیں دیتا اور میری تلاوت میں شک پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: وہ ایک شیطان ہے، جسے خِنزَب کہا جاتا ہے۔ لہذا جب تمھیں اس کی دخل اندازی کا احساس ہو، تو اس سے اللہ کی پناہ مانگو اور تین بار بائیں طرف تھتکارو۔ عثمان کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر عمل کیا، تو اللہ نے میری اس الجھن

کو دور کر دیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نماز میں خشوع و خضوع اور حضور قلب کی اہمیت۔ ساتھ ہی یہ کہ شیطان نماز میں شک و شبہ پیدا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔
٢. جب شیطان نماز کے دوران برے خیالات ڈالے، تو اس سے اللہ کی پناہ مانگنا اور تین بار بائیں جانب تھتکارنا مستحب ہے۔
٣. صحابہ کے سامنے جب کوئی پریشانی آتی، تو وہ اس کے حل کے لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرتے۔
٤. صحابہ کرام کے دل زندہ تھے اور انہیں صرف آخرت کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔

(٦٥١٠٥)

(١٦٢) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَسْوَأُ النَّاسِ سَرَقَةً الَّذِي يَسْرِقُ صَلَاتَهُ» قَالَ: وَكَيْفَ يَسْرِقُ صَلَاتَهُ؟ قال: «لَا يُتِمُّ رُكُوعَهَا، وَلَا سُجُودَهَا». [صحيح] - [رواه ابن حبان]

(١٦٢)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "سب سے برا چور وہ ہے، جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہو۔" کسی صحابی نے پوچھا کہ نماز میں چوری کرنے کا کیا مطلب ہے، تو آپ نے جواب دیا: "نماز میں چوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی رکوع اور سجدہ مکمل طور پر ادا نہ کرے۔" [صحیح]-[اسے ابنِ حبان نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ سب سے برا چور وہ ہے، جو اپنی نماز میں چوری کرتا

ہو۔ ایسا اس لیے کہ دوسرے کا مال چرانے سے ہو سکتا ہے کہ انسان کو دنیوی فائدہ ہو جائے، لیکن نماز میں چوری کرنے والا خود اپنے حق کی نیکی اور ثواب چراتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! نماز میں چوری کرنے کا مطلب کیا ہے، تو آپ نے جواب دیا: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان مکمل طور پر رکوع اور سجدہ نہ کرے۔ یعنی جلدی جلدی رکوع اور سجدہ کر لے اور مکمل طور پر ان کو ادا نہ کرے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اچھی طرح نماز پڑھنے اور اس کے ارکان کو اطمینان و خشوع کے ساتھ ادا کرنے کی اہمیت۔

۲. رکوع اور سجدہ مکمل طور پر نہ کرنے والے کو چور کہنا، اس عمل سے نفرت دلانے اور اس کے حرام ہونے پر متنبہ کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

۳. نماز میں رکوع اور سجدہ مکمل طور پر اور سکون کے ساتھ کرنا واجب ہے۔

(٦٥١٠٠)

(١٦٣) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ - أَوْ: لَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ - إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الإِمَامِ، أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ، أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ».

[صحيح] - [متفق عليه]

(۱۶۳)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی شخص، جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے، اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اس کی صورت گدھے کی صورت جیسی بنا دے؟" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام سے پہلے اپنا سر اٹھانے والے کو یہ سخت وعید سنائی ہے کہ کہیں اس کے سر کو گدھے کا سر نہ بنادے یا اس کی صورت گدھے کی صورت جیسی نہ بنادے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. امام کے ساتھ مقتدیوں کی چار حالتیں ہو سکتی ہیں۔ ان میں تین حالتیں ممنوع ہیں۔ یعنی امام سے آگے بڑھ جانا، اس کے ساتھ ساتھ چلنا اور اس سے پیچھے رہ جانا۔ جب کہ ہونا یہ چاہیے کہ مقتدی امام کی اتباع کرے۔

۲. مقتدی کے لیے امام کی اتباع کرنا واجب ہے۔

۳. امام سے پہلے اپنا سر اٹھانے والے کے سر کو گدھے کا سر بنا دیا جائے، ایسا ممکن ہے۔ یہ ایک طرح کا مسخ ہے۔

(٣٠٨٦)

(١٦٤) – عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا، فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ، وَلْيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، فَإِنْ كَانَ صَلَّى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهُ صَلَاتَهُ، وَإِنْ كَانَ صَلَّى إِتْمَامًا لِأَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيمًا لِلشَّيْطَانِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۶۴)– ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھ لی ہیں؟ تین یا چار؟ تو وہ شک کو چھوڑ دے اور جتنی رکعتوں پر اسے یقین ہو ان پر

اعتماد کرے اور پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرلے۔ اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھ لی ہیں تو یہ سجدے اس کی نماز کو جفت (چھ رکعتیں) کردیں گے اور اگر پوری چار رکعات پڑھی ہوں، تو یہ سجدے شیطان کی ذلت ورسوائی کا باعث ہوں گے"۔[صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ جب کسی نمازی کو اپنی نماز کی رکعتوں کے بارے میں شک وشبہ ہو جائے اور پتہ نہ چل سکے کہ تین رکعت پڑھی ہے یا چار رکعت، تو جس رکعت کے بارے میں شک ہو اسے شمار نہ کرے۔ مثلا اگر تین اور چار کے بارے میں شبہ ہو، تو تین رکعات یقینی ہیں۔ اس لیے چوتھی رکعت پڑھ لے اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرلے۔

ایسے میں اگر اس نے پہلے ہی چار رکعتیں پڑھ لی ہیں، تو بعد کی ایک رکعت ملا کر پانچ رکعتیں ہو گئیں اور سہو کے دو سجدے ایک رکعت کے عوض میں ہو گئیں۔ اس لیے رکعتیں طاق نہیں جفت ہو گئیں۔ اس کے برعکس اگر زائد رکعت کو ملا کر چار رکعت پڑھی ہے، تو پھر اس نے بغیر کمی بیشی کے اتنی ہی رکعتیں پڑھی ہیں، جتنی پڑھنی چاہیے تھیں۔

ایسے میں سہو کے دو سجدے شیطان کی ذلت ورسوائی کا سامان اور اسے ناکام ونامراد واپس کرنے کی نشانی ثابت ہوں گے۔ کیوں کہ شیطان نے اس کی نماز خراب کرنے کی کوشش تو کی تھی، لیکن ابن آدم نے سجدہ کرکے اسے درست کرلیا، جسے کرنے سے ابلیس نے انکار کردیا تھا، جب اس نے آدم کو سجدہ کرنے کے سلسلے میں اللہ کے حکم کی تعمیل سے انکار کردیا تھا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. نماز پڑھ رہے شخص کو جب نماز کی رکعتوں کے بارے میں شک ہو جائے اور بالیقین فیصلہ نہ کرسکے کہ کتنی رکعت پڑھی ہے، تو شک کو پرے رکھ کر یقین کے مطابق کام کرے۔ یعنی کم

کو درست مان کر نماز پوری کرے اور سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کرکے سلام پھیرے۔

۲. سہو کے دونوں سجدے دراصل نماز میں در آنے والے خلل کو دور کرنے اور شیطان کو ناکام ونامراد واپس کرنے کا ذریعہ ہیں۔

۳. اس حدیث میں جس شک کا ذکر ہے، اس سے مراد وہ تردد ہے، جس میں کوئی رجحان نہ پایا جائے۔ اگر ظن وگمان موجود اور وہ غالب ہو جائے، تو اسی پر عمل کیا جائے گا۔

۴. وسوسوں سے لڑنے کی اور شرعی احکام پر عمل کے ذریعہ انہیں دور کرنے کی ترغیب۔

(۱۱۲۳۱)

(١٦٥) – عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بنِ مسعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَهُ حَتَّى أَصْبَحَ، قَالَ: «ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنَيْهِ، أَوْ قَالَ: فِي أُذُنِهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۶۵)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے پاس اس آدمی کا ذکر کیا گیا جو رات کو سویا اور صبح ہونے تک سویا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ ایسا آدمی ہے کہ شیطان نے پیشاب کر دیا اس کے دونوں کانوں میں، یا فرمایا: جس کے کان میں“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ سورج نکلنے تک سویا رہا اور فرض نماز کے لیے اٹھا ہی نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک وہ ایسا شخص ہے کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. قیام اللیل کو ترک کرنا مکروہ ہے اور یہ شیطان کے سبب ہوتا ہے۔

٢. شیطان سے خبر دار رہنا چاہیے، جو انسان کے ہر راستے میں بیٹھ کر اسے نیکی کے کام سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔

٣. ابن حجر کہتے ہیں: حدیث کے الفاظ "ما قام الی الصلاۃ" سے مراد جنس ہے۔ ویسے اس بات کا بھی احتمال ہے کہ الف لام عہد ذہنی کے ہوں اور مراد رات کی نماز یا فرض نماز ہو۔

٤. طیبی کہتے ہیں: یہاں بطور خاص کان کا ذکر، اگرچہ نیند کی مناسبت سے آنکھ کا ذکر زیادہ مناسب تھا، نیند کی گہرائی کی جانب اشارہ کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ کیوں کہ کان آگاہی کا ذریعہ ہے۔ پھر بطور خاص پیشاب کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ آسانی سے پیٹ کے اندر داخل ہو جاتا ہے، رگوں میں تیزی سے سرایت کر جاتا ہے اور تمام اعضا کو سست بنا دیتا ہے۔

(٣٧١٤)

(١٦٦) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٦٦)-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے افضل دن جس میں سورج نکلا، جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم (علیہ السلام) پیدا کیے گئے، اسی دن جنت میں داخل کیے گئے، اسی دن جنت سے نکالے گئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ سب سے بہتر دن، جس میں سورج نکلتا ہے، جمعہ کا دن ہے۔ اس دن کے کچھ خصائص اس طرح ہیں: اس دن اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اسی دن ان کو

جنت میں داخل کیا،اسی دن کو ان کو جنت سے نکال کر زمین پر اتارااور قیامت بھی جمعے کے دن قائم ہو گی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. ہفتہ کے تمام دنوں پر جمعہ کے دن کی فضیلت۔

۲. جمعہ کے دن کثرت سے نیکی کے کام کرنے اور رحمت الہی کے حصول اور اس کی سزا سے بچنے کی تیاری کرنے کی ترغیب۔

۳. اس حدیث میں مذکور جمعے کے دن کے خصائص کے بارے میں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انھیں بیان کرنے کا مقصد جمعے کے دن کی فضیلت بیان کرنا نہیں ہے۔ کیوں کہ آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالنے اور قیامت قائم ہونے کو فضیلت شمار نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سارے خصائص فضائل کے زمرے میں آتے ہیں۔ کیوں کہ آدم کا نکلنا سبب ہے ان کی نسل کے سامنے آنے کا، جس میں انبیا، رسول اور صالحین سبھی شامل ہیں۔ اسی طرح قیامت قائم ہونا سبب ہے، اللہ کے نیک بندوں کو جلدی ان کے اعمال کی جزا ملنے اور اللہ کی جانب سے ان کو ملنے والی نعمتوں سے سرفراز ہونے کا۔

۴. اس روایت میں مذکور خصائص کے علاوہ جمعے کے دن کے اور بھی خصائص ہیں۔ جیسے: اسی دن آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن ان کی موت ہوئی اور اس دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو بھی مومن بندہ اسے نماز کی حالت میں پائے گا اور اللہ سے کچھ مانگے گا، تو وہ ضرور نوازا جائے گا۔

۵. سال کا سب سے افضل دن عرفہ کا دن ہے۔ کچھ لوگوں نے قربانی کے دن کو افضل ترین دن کہا ہے۔ ہفتے کا افضل ترین دن جمعے کا دن ہے، جب کہ افضل ترین رات لیلۃ القدر ہے۔

(۳۷۱۱)

(١٦٧) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الجُمُعَةِ غُسْلَ الجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الخَامِسَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الإِمَامُ حَضَرَتِ المَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٦٧)- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے جمعے کے دن جنابت کا غسل کیا، پھر پہلی گھڑی میں مسجد کی جانب چل پڑا، اس نے گویا ایک اونٹ کی قربانی دی۔ جو دوسری گھڑی میں نکلا۔ اس نے گویا ایک گائے کی قربانی دی۔ جو تیسری گھڑی میں نکلا، اس نے گویا ایک مینڈھے کی قربانی دی۔ جو چوتھی گھڑی میں نکلا، اس نے گویا ایک مرغی صدقے میں دی۔ جو پانچویں گھڑی میں نکلا، اس نے گویا ایک انڈا صدقے میں دیا۔ پھر جب امام نکل آتا ہے، تو فرشتے حاضر ہو کر خطبہ سننے لگتے ہیں۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کی نماز کے لیے جلدی جانے کی فضیلت بیان فرما رہے ہیں۔ جمعے کی نماز کے لیے جانے کا یہ وقت جس کی فضیلت آئی ہے' وہ سورج طلوع ہونے سے لے کر امام کے منبر پر آنے تک رہتا ہے۔ اس وقت کے کل پانچ حصے ہیں۔ دراصل سورج طلوع ہونے سے لے کر امام کے منبر پر آنے کے درمیان کے اس وقت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

١- جس نے غسل جنابت کی طرح کامل غسل کیا اور اس کے بعد پہلے حصے میں جمعہ کے لیے مسجد چلا گیا، اس نے گویا کہ ایک اونٹ صدقہ کیا۔

۲-جو دوسرے حصے میں مسجد پہنچا، اس نے گویا کہ ایک گائے صدقہ کیا۔

۳-جو تیسرے حصے میں مسجد پہنچا، اس نے گویا کہ ایک سینگ والا مینڈھا صدقہ کیا۔

۴-جو چوتھے حصے میں مسجد پہنچا، اس نے گویا کہ ایک مرغی صدقہ کیا۔

۵-جو پانچویں حصے میں پہنچا، اس نے گویا کہ ایک انڈا صدقہ کیا۔

اس کے بعد جب امام خطبے کے لیے نکل جاتا ہے، تو مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر سلسلے وار داخل ہونے والوں کا نام لکھنے والے فرشتے لکھنے کا کام بند کر دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. جمعہ کے دن غسل کرنے کی ترغیب۔ غسل نماز کے لیے نکلنے سے پہلے کیا جانا چاہیے۔
٢. جمعے کی نماز کے لیے جلدی جانے کی فضیلت۔
٣. نیکی کے کاموں کے لیے جلدی جانے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ترغیب۔
٤. فرشتے بھی جمعے کی نماز میں موجود رہتے ہیں اور جمعے کا خطبہ سنتے ہیں۔
٥. فرشتے مسجد کے دروازوں پر موجود ہوتے ہیں اور سلسلے وار جمعہ کے لیے آنے والوں کا نام درج کرتے جاتے ہیں۔
٦. ابن رجب کہتے ہیں: حدیث میں وارد "من اغتسل يوم الجمعة، ثم راح" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ جمعے کے دن مستحب غسل کا وقت طلوع فجر کے بعد شروع ہوتا ہے اور جمعے کی نماز کے لیے جانے تک رہتا ہے۔

(۵۳۹۳)

(١٦٨) – عن ثَوْبَانَ رضي الله عنه قال: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: «اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ»، قَالَ الْوَلِيدُ: فَقُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: كَيْفَ الْاسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: تَقُولُ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ. [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٦٨)–ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ختم کرتے تو تین بار بخشش طلب کرتے اور اس کے بعد فرماتے: "اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ"۔ (اے اللہ تو سلامتی والا ہے اور تیری ہی جانب سے سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ تو برکت والا ہے اے صاحب جلال و اکرام!) ولید کہتے ہیں کہ میں نے اوزاعی سے پوچھا کہ بخشش کیسے طلب کی جائے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ تم "استغفر اللہ استغفر اللہ" کہہ لیا کرو۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ختم کرتے، تو "أستغفر الله، أستغفر الله، أستغفر الله" کہتے۔ اس کے بعد اپنے رب کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہتے: "اللّهمَّ أنتَ السَّلامُ، ومنْكَ السَّلامُ، تباركْتَ ذا الجَلالِ والإكرامِ" یعنی اللہ اپنی صفات میں سالم و کامل ہے، ہر عیب و نقص سے پاک ہے، دنیا و آخرت کی تمام برائیوں سے سلامتی اسی سے مانگی جائے گی، دونوں جہان میں اس کی بھلائیوں کی بہتات ہے اور وہ صاحب عظمت و احسان ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نماز کے بعد استغفار کرنا اور اس عمل پر ہمیشگی برتنا مستحب ہے۔
٢. عبادت میں رہ جانے والی کمیوں اور کوتاہیوں کے تدارک کے لیے اللہ سے بخشش طلب کرنا مستحب ہے۔

(١٠٩٤٧)

(١٦٩) – عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ حِينَ يُسَلِّمُ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ» وَقَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٦٩)–ابو الزبیر کہتے ہیں: عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر نماز کے وقت سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھتے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ وَلَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ“ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قدرت صرف اللہ کی توفیق سے ملتی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، ہر نعمت کا مالک وہی ہے اور سارا فضل اسی کی ملکیت ہے اور اسی کے لیے بہترین تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، ہم خالص اسی کی عبادت کرنے والے ہیں، اگرچہ کافر ناپسند کریں۔) وہ فرماتے: نبی ﷺ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہا کرتے تھے۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم ہر فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اس عظیم ذکر کے ذریعے اللہ کی پاکی بیان کرتے تھے، جس کے معنی ہیں:

"لا إله إلا الله": اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے۔

"وحده لا شريك له": وہ اکیلا ہے اور الوہیت، ربوبیت اور اسما و صفات میں اس کا کوئی

شریک نہیں ہے۔

"له الملك": اسی کے لیے مطلق، عام، ہمہ گیر اور وسیع بادشاہت ہے۔ آسمانوں، زمین اور ان کے بیچ کی ساری چیزوں کی بادشاہت۔

"وله الحمد": وہ کمال مطلق کے وصف سے متصف ہے۔ اس کا کمال، محبت اور تعظیم کے ساتھ ہر حال میں بیان کیا جائے گا۔ خوشی میں بھی اور غمی میں بھی۔

"وهو على كل شيء قدير": اس کی قدرت ہر اعتبار سے مکمل اور تام ہے۔ اسے کوئی بے بس نہیں کر سکتا۔ ایسا کوئی کام نہیں، جو وہ نہ کر سکے۔

"لا حول ولا قوة إلا بالله": ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے اور اللہ کی نافرمانی کی راہ کو چھوڑ کر اس کی فرماں برداری کی راہ اپنانے کی طاقت اللہ کی توفیق کے بغیر کسی کے پاس نہیں ہے۔ وہی اصل مدد گار ہے اور اسی پر سارا بھروسہ ہے۔

"لا إله إلا الله، ولا نعبد إلا إياه": اس بات کی تاکید کہ بس اللہ ہی عبادت کے لائق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

"له النعمة وله الفضل": وہی نعمتیں پیدا کرتا ہے اور وہی نعمتوں کا مالک ہے۔ وہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے نعمتیں عطا کرتا ہے۔

"وله الثناء الحسن": اسی کی اچھی تعریف ہے ہر حال میں، اس کی ذات، صفات، افعال اور نعمتوں پر۔

"لا إله إلا الله، مخلصين له الدين" ہم خالص طور پر اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کی عبادت کو ریا اور شہرت طلبی کی آلائشوں سے پاک رکھتے ہیں۔

"ولو كره الكافرون": ہم اللہ کو ایک ماننے اور اس کی عبادت کرنے کی روش پر ثابت قدم رہیں گے، چاہے کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. ہر فرض نماز کے بعد اس ذکر کی پابندی کرنا مستحب ہے۔

۲. ایک مسلمان اپنے دین پر فخر کرتا اور اس کے شعائر کا بر ملا اظہار کرتا ہے، چاہے کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

۳. جب حدیث کے اندر "دُبر الصلاۃ" (نماز کے بعد) کے الفاظ آئیں اور حدیث میں جس چیز کا ذکر ہوا ہو وہ ذکر ہو، تو اصلا اس سے مراد سلام پھیرنے کے بعد ہوگا۔ لیکن اگر وہ دعا ہو، تو مراد سلام سے پہلے ہوگا۔

(٦٢٠٣)

(١٧٠) – عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: أَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٧٠)–مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب ورّاد کہتے ہیں: مغیرہ بن شعبہ نے مجھ سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام بھیجے گئے ایک خط میں لکھوایا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔" (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کی بادشاہت اور اسی کی تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو جو کچھ دے،

اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور تو جو روک لے، اسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔ کسی صاحب دولت کی دولت تیرے خلاف اس کے کچھ کام نہیں آسکتی۔) [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے: " لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ". (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کی بادشاہت اور اسی کی تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو جو کچھ دے، اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور تو جو روک لے، اسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔ کسی صاحب دولت کی دولت تیرے خلاف اس کے کچھ کام نہیں آسکتی۔)

یعنی میں کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ کا اقرار و اعتراف کرتا ہوں۔ برحق عبادت کو اللہ کے لیے ثابت کرتا ہوں اور کسی دوسرے کے لیے اس کی نفی کرتا ہوں۔ کیوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ حقیقی اور مکمل بادشاہت اللہ کی ہے اور آسمان و زمین والوں کی ساری تعریف کا حق دار محض اللہ ہے۔ کیوں کہ وہی ہر بات کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ کسی کو کچھ دے یا کسی سے کچھ روک لے، تو اس کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے دربار میں کسی صاحب دولت کی دولت و ثروت اس کے کچھ کام نہیں آسکتی۔ اس کے کام بس اس کی نیکیاں ہی آسکتی ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. توحید اور اللہ کی حمد و ثنا پر مشتمل اس ذکر کو نمازوں کے بعد پڑھنا مستحب ہے۔

٢. سنتوں کی اتباع اور ان کی نشر و اشاعت کا کام بلا تاخیر کرنا چاہیے۔

(٦٥١٠٢)

(١٧١) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَبَّحَ اللهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَحَمِدَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبَّرَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ، وَقَالَ: تَمَامَ الْمِائَةِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٧١)—ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے، تو یہ کل ننانوے مرتبہ ہوا اور سو کی عدد پورا کرتے ہوئے "لا إله إلا اللہ وحدَہ لا شریک لہ، لہ المُلک ولہ الحَمد وھو علی کلِّ شيءٍ قَدِیر" (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) کہے، تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کی طرح ہوں"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جس نے فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان اوراد کا اہتمام کیا: تینتیس بار سبحان اللہ۔ اس کے ذریعے تمام نقائص سے اللہ کے پاک ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ تینتیس بار "الحمد للہ"۔ اس کے ذریعے اللہ تعالی کو اس کی محبت اور تعظیم کے ساتھ اوصاف کمال سے متصف کیا جاتا ہے۔ تینتیس بار اللہ اکبر۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تمام چیزوں سے عظیم اور سب سے بڑھ کر شان والا ہے۔

اور سو کی گنتی پوری کرنے کے لیے کہا جائے گا: "لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک، ولہ الحمد، وھو علی کل شيء قدیر"۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں ہے، وہ

اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بس وہی اکیلے مکمل بادشاہت رکھتا ہے اور تمام تعریفات کا وہی مستحق ہے، وہ قادر مطلق ہے، اسے کوئی چیز عاجز و بے بس نہیں کر سکتی۔

جس نے اس ذکر کا اہتمام کیا، اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور مٹا دیے جاتے ہیں، چاہے وہ سمندر میں موجوں اور لہروں کے وقت ظاہر ہونے والے سفید جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. فرض نمازوں کے بعد اس ذکر کو پڑھنا مستحب ہے۔

٢. یہ ذکر گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔

٣. اللہ کا عظیم فضل و کرم اور رحمت و مغفرت۔

٤. یہ ذکر گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔ یاد رہے کہ اس سے صغیرہ گناہ ہی معاف ہوتے ہیں۔ کبیرہ گناہ کے لیے توبہ ضروری ہے۔

(١٠٩٤٨)

(١٤٢) – عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ». [صحيح] - [رواه النسائي في الكبرى]

(١٤٢)—ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز روک نہیں سکتی۔" [صحیح] - [اسے نسائی نے الکبری میں روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جس نے فرض نماز ادا کرنے کے بعد آیۃ

الکرسی پڑھی، اسے موت کے علاوہ کوئی چیز جنت میں جانے سے روک نہیں سکتی۔ آیۃ الکرسی سے مراد سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے: "اللہ تعالیٰ ہی وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کرسکے؟ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے۔ وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔" [سورۂ بقرہ:۲۵۵]

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس عظیم آیت کی فضیلت، جو اللہ کے اچھے اچھے ناموں اور بلند صفات پر مشتمل ہے۔
٢. اس عظیم آیت کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھنا مستحب ہے۔
٣. اچھے اعمال دخول جنت کا سبب ہیں۔

(١٠٩٥٠)

(١٤٣) – عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ: رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ المَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ العِشَاءِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الصُّبْحِ، وَكَانَتْ سَاعَةً لاَ يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا، حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ المُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَفِي لَفْظٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ. [صحيح] - [متفق عليه بجميع رواياته]

(١٤٣)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم سے دس رکعتیں محفوظ کی ہیں۔ دو رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت اس کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد گھر میں، دو رکعت عشا کے بعد گھر میں اور دو رکعت صبح کی نماز سے پہلے۔ دراصل یہ ایسا وقت تھا، جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کوئی جاتا نہیں تھا۔ مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ جب مؤذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہو جاتا، تو آپ دو رکعت پڑھتے۔ جب کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ [صحیح]-[اس حدیث کی تمام روایات متفق علیہ ہیں۔]

شرح:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بتا رہے ہیں کہ انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نوافل کی دس رکعتیں محفوظ کی ہیں، جنھیں سنن رواتب کہا جاتا ہے۔ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد۔ دو رکعت مغرب کے بعد گھر میں۔ دو رکعت عشا کے بعد گھر میں۔ دو رکعت فجر سے پہلے۔ اس طرح کل دس رکعتیں ہوئیں۔ رہی بات جمعے کی نماز کی، تو اس کے بعد آپ دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ان سنن رواتب کا مستحب ہونا اور ان کی پابندی کرنا۔
٢. سنت نماز گھر میں پڑھنے کی مشروعیت۔

(٣٠٦٢)

(١٧٤) – عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: «بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ» ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: «لِمَنْ شَاءَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٧٤)–عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: "ہر دواذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دواذانوں کے درمیان نماز ہے"۔ پھر آپ نے تیسری بار فرمایا: "اس کے لیے جو چاہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ہر اذان و اقامت کے درمیان نفل نماز ہے۔ اس جملے کو آپ نے تین بار دہرایا۔ تیسری بار آپ نے یہ اضافہ بھی فرمایا کہ یہ اس شخص کے لیے مستحب ہے، جو نماز پڑھنا چاہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اذان واقامت کے درمیان نماز پڑھنا مستحب ہے۔
۲. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بات کو دہرایا کرتے تھے، تاکہ سامعین اچھی طرح سن لیں اور کہی گئی بات کی اہمیت پر زور دیا جا سکے۔
۳. یہاں دونوں اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہیں۔ ان کو "دو اذان" تغلیبًا کہا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح عرب کے لوگ سورج اور چاند کو "قمرین" یعنی دونوں چاند اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو "عمرین" یعنی دونوں عمر کہتے ہیں۔
۴. اذان وقت داخل ہونے کا اعلان ہے۔ جب کہ اقامت نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہونے کا اعلان ہے۔

(٦٥٤٢٩)

(١٧٥) – عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۷۵)-ابو قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت ضرور پڑھے"۔[صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ جو شخص کسی بھی وقت اور کسی بھی مقصد سے مسجد میں داخل ہو، وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔ ان دو رکعتوں کو تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعت پڑھنا مستحب ہے۔
۲. یہ حکم اس شخص کے لیے ہے، جو بیٹھنا چاہے۔ لہذا جو شخص داخل ہو اور بیٹھنے سے قبل ہی نکل جائے، وہ اس حکم کے دائرے میں نہیں آئے گا۔
۳. جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور اس وقت لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہوں اور وہ جماعت میں شریک ہو جائے، تو اسے دو رکعت پڑھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

(٦٥٠٩١)

(١٧٦) – عن أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلمَ قال: «إذا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ: أَنْصِتْ، يومَ الجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَقَدْ لَغَوْتَ».

[صحيح] - [متفق عليه]

(۱۷۶)-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جب جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کہو کہ "خاموش ہو جاؤ" تو (ایسا کہہ کر) تم نے خود ایک لغو حرکت کی"۔[صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جمعے کے خطبے میں شریک ہونے والے کے لیے ایک لازمی ادب یہ ہے کہ وہ خاموش ہوکر پوری توجہ کے ساتھ خطیب کی باتیں سنے، تاکہ نصیحتوں پر غور کر سکے۔ آگے آپ نے بتایا کہ جس نے خطبے کے دوران کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی کہی، جیسے کسی دوسرے شخص سے خاموش رہو یا دھیان سے سنو وغیرہ کہا، وہ جمعے کی نماز کی فضیلت سے محروم ہو جائے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. خطبہ سنتے وقت بات کرنا حرام ہے۔ یہاں تک کہ کسی غلط کام سے روکنے، سلام کا جواب دینے اور چھینکنے کے بعد الحمدللہ کہنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنے کے لیے بات کرنا بھی منع ہے۔

٢. اس ممانعت کے دائرے سے وہ آدمی باہر ہے، جو امام کو مخاطب کرکے کوئی بات کہے یا امام اس کو مخاطب کرکے کوئی بات کہے۔

٣. ضرورت کے وقت دو خطبوں کے درمیان بات کرنا جائز ہے۔

٤. جب خطبے کے دوران اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے، تو آپ پر درود وسلام سری طور پر بھیجا جائے گا۔ یہی حال دعا پر آمین کہنے کا بھی ہے۔

(٣١٠٧)

(١٧٧) – عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال: كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(١٧٧)–عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے بواسیر تھا۔ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے کہا: "کھڑے ہوکر نماز پڑھو۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو، تو بیٹھ

کر پڑھو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو، تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھو۔" [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اصل یہ ہے کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھی جائے۔ ہاں! اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو، تو بیٹھ کر پڑھی جائے اور اگر بیٹھ کر پڑھنا بھی ممکن نہ ہو، تو پہلو کو بل لیٹ کر پڑھی جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. ہوش و حواس میں رہتے ہوئے نماز معاف نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ استطاعت کے مطابق ایک حالت کی بجائے دوسری حالت میں پڑھنی ہوتی ہے۔

۲. اسلام ایک کشادہ اور آسان مذہب ہے، جس نے بندے کو اپنی استطاعت کے مطابق عبادت کرنے کی سہولت دی ہے۔

(۱۰۹۵۱)

(۱۷۸) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۷۸)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "میری اس مسجد میں پڑھی گئی ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دیگر مسجدوں میں پڑھی گئی ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے"۔[صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ

اس میں پڑھی گئی ایک نماز مسجد حرام کو چھوڑ کر دیگر مسجدوں میں پڑھی گئی ایک ہزار نماز سے بہتر ثواب کی حامل ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ مکہ میں واقع مسجد حرام میں پڑھی گئی نماز مسجد نبوی سے بھی افضل ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسجد حرام اور مسجد نبوی میں پڑھی گئی نماز کا اجر وثواب دیگر مسجدوں میں پڑھی گئی نماز سے کئی گنا زیادہ ہے۔

٢. مسجد حرام میں پڑھی گئی ایک نماز دیگر مسجدوں میں پڑھی گئی ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے۔

(٦٥٠٩٠)

(١٧٩) – عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ رضي الله عنه: أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَرَادَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ النَّاسُ ذَلِكَ، وَأَحَبُّوا أَنْ يَدَعَهُ عَلَى هَيْئَتِهِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ بَنَى اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٧٩)– محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر نَو کا ارداہ کیا، تو لوگوں نے اس بات کو ناپسند کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس (مسجد) کو اس کی اصل حالت پر رہنے دیا جائے۔ تو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جو اللہ کے لیے مسجد بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اسی جیسا گھر بنائے گا۔" [صحیح]-[متفق علیه]

شرح:

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بہتر انداز میں مسجد نبوی کی تعمیر نو کا ارادہ کیا، تو لوگوں نے ان کے اس ارادے کو ناپسند کیا۔ کیوں کہ اس سے مسجد نبوی اپنی اس شکل میں قائم نہ رہ پاتی،

جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھی۔ آپ کے زمانے میں مسجد کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی۔ اب عثمان رضی اللہ عنہ اس کی تعمیر پتھر اور چونے سے کرنا چاہتے تھے۔ لوگوں کی ناپسندیدگی دیکھ کر عثمان رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ جس نے ریا و نمود اور شہرت طلبی کی آلائشوں سے پاک ہو کر اللہ کی خوش نودی حاصل کرنے کے لیے ایک مسجد بنائی، اللہ تعالی اسے اسی نوعیت کا بہترین بدلہ عطا کرتے ہوئے اس کے لیے جنت میں اسی جیسا ایک گھر بنائے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسجد تعمیر کرنے کی ترغیب اور اس کی فضیلت۔
٢. مسجد کی توسیع اور تجدید بھی تعمیر کرنے کی فضیلت کے دائرے میں آتی ہے۔
٣. تمام اعمال میں اخلاص وللّٰہیت کی اہمیت۔

(٦٥٠٨٩)

(١٨٠) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَالْإِبِلُ؟ قَالَ: «وَلَا صَاحِبُ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ،

أَوْفَرَ مَا كَانَتْ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ»

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ: «وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ، وَلَا غَنَمٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا، لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ، وَلَا جَلْحَاءُ، وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ»

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَالْخَيْلُ؟ قَالَ: «الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي ظُهُورِهَا وَلَا رِقَابِهَا، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ، فِي مَرْجٍ وَرَوْضَةٍ، فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذَلِكَ الْمَرْجِ، أَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ، إِلَّا كُتِبَ لَهُ، عَدَدَ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٌ، وَكُتِبَ لَهُ، عَدَدَ أَرْوَاثِهَا وَأَبْوَالِهَا، حَسَنَاتٌ، وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا، أَوْ شَرَفَيْنِ، إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا وَأَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلَى نَهْرٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا، إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ، عَدَدَ مَا شَرِبَتْ، حَسَنَاتٍ»

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَالْحُمُرُ؟ قَالَ: «مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ، إِلَّا هَذِهِ الْآيَةَ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ»: {فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ} [الزلزلة: ٧-٨]. [صحيح] - [متفق عليه]

(١٨٠)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو بھی سونا یا چاندی والا شخص اپنے اس مال کا حق (زکوۃ) ادا نہیں کرتا، اس کے لیے قیامت کے دن آگ کی تختیاں تیار کی جائیں گی اور انہیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان سے اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور پشت کو داغا جائے گا۔ جب جب بھی تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گیں، انھیں دوبارہ گرمایا جائے گا۔ یہ عذاب ایک ایسے دن میں ہو گا، جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہو گی۔ (یہ سلسلہ جاری رہے گا) یہاں تک بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے اور (عذاب میں گرفتار شخص) جنت یا جہنم کی جانب اپنا راستہ دیکھ لے۔“

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اونٹوں کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اونٹوں کا مالک ہو اور وہ ان کا حق (زکوۃ) ادا نہ کرتا ہو اور ان کا حق یہ بھی ہے کہ ان کو پانی پلانے کے دن (ضرورت مندوں اور مسافروں کے لیے) ان کا دودھ دوہا جائے، تو قیامت کے دن اس شخص کو اونٹوں کے سامنے ایک ہموار میدان میں منہ کے بل اوندھا ڈال دیا جائے گا اور اس کے سارے اونٹ پہلے سے بھی زیادہ فربہ حالت میں وہاں موجود ہوں گے اور ان میں سے اونٹ کا ایک بچہ تک بھی کم نہ ہو گا۔ یہ اونٹ اپنے کھروں سے اس شخص کو روندیں گے اور اپنے منہ سے اسے کاٹیں گے۔ ان میں سے جب آخری اونٹ گزر جائے گا، تو اس پر ان میں سے پہلے اونٹ کو دوبارہ لوٹا دیا جائے گا۔ یہ عذاب ایسے دن میں ہو گا، جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی۔ (یہ سلسلہ جاری رہے گا) یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے اور وہ جنت یا جہنم کی جانب اپنا راستہ دیکھ لے۔“

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! گائے اور بکریوں کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص گایوں اور بکریوں کا مالک ہو اور ان کا حق ادا نہ کرتا ہو، قیامت کے دن اسے ایک ہموار میدان میں اس کی گایوں اور بکریوں کے سامنے اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا۔ ایک بھی گائے یا بکری کم نہیں دکھے گی۔ کسی کا سینگ نہ مڑا ہو گا، نہ ٹوٹا ہو گا اور نہ کوئی بلا سینگ ہو گی۔ وہ اپنے سینگوں سے اسے ماریں گی اور اپنے کھروں سے اسے کچلیں گی۔ جب آخری گائے یا بکری روند کر چلی جائے گی، تو پہلی کو دوبار لوٹا دیا جائے گا۔ یہ عذاب ایسے دن میں ہو گا، جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی۔ (یہ سلسلہ جاری رہے گا،) یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے"۔

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! گھوڑوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے بوجھ (گناہ کا باعث) ہوتے ہیں، دوسرے وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے پردہ ہوتے ہیں اور تیسرے وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے ثواب کا باعث بنتے ہیں۔ چنانچہ جو گھوڑے انسان کے لیے گناہ کا باعث ہوتے ہیں، وہ ایسے گھوڑے ہیں، جنہیں وہ ریاکاری، اظہارِ فخر اور اہل اسلام کے خلاف مقابلے کے لیے رکھتا ہے۔ یہ اس کے لیے گناہ کا باعث ہوتے ہیں۔ جو گھوڑے انسان کے لیے پردہ بنتے ہیں، وہ ایسے گھوڑے ہیں، جنہیں انسان اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے باندھتا ہے اور ان کی پیٹھ اور گردنوں کے بارے میں اللہ کے حق کو نہیں بھولتا۔ ایسے گھوڑے انسان کے لیے پردہ بنتے ہیں۔ جو گھوڑے انسان کے لیے اجر کا باعث ہوتے ہیں، وہ ایسے گھوڑے ہیں، جنہیں آدمی اللہ کے راستے میں جہاد کے مقصد سے مسلمانوں کے لیے چراگاہ یا باغ میں باندھ کر رکھے۔ وہ گھوڑے اس چراگاہ یا باغ میں جو کچھ بھی کھاتے ہیں ان کے کھانے کے بقدر اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کی لید اور پیشاب کے بقدر بھی اس کے لیے

نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اگر وہ اپنی رسی توڑ کر ایک ٹیلے یا دو ٹیلوں پر دوڑ کر چڑھ جائیں، تو ان کے پاؤں کے نشانات کے بقدر اور اس دوران گرنے والی لید پر بھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اگر ان کا مالک انہیں کسی نہر پر لے جائے اور وہ اس میں سے پانی پی لیں، حالاں کہ اس کا انہیں پانی پلانے کا ارادہ نہ بھی ہو، تب بھی وہ جتنا پانی پیتے ہیں، اس کے بقدر اللہ تعالی اس کے لیے نیکیاں لکھ دیتا ہے۔"

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا-اے اللہ کے رسول! گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا ہے، تاہم یہ منفرد اور جامع آیت موجود ہے: [فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ] (الزلزلہ: ۷-۸) "پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا۔" [الزلزلۃ: ۸] [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طرح کے اموال اور ان کی زکاۃ ادا نہ کرنے والے کو قیامت کے دن ملنے والی جزا کا ذکر کیا ہے۔ مثلا:

۱- سونا، چاندی اور ان کا حکم رکھنے والے دیگر اموال اور تجارتی سامان۔ ان پر اگر زکاۃ واجب ہو جائے اور زکاۃ ادا نہ کی جائے، تو قیامت کے دن ان کو پگھلا کر پہلے تختیوں کی شکل میں ڈھالا جائے گا اور اس کے بعد ان تختیوں کو جہنم کی آگ میں تپا کر ان کے مالک کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغا جائے گا۔ جب جب ان کی گرمی ماند پڑ جائے گی، ان کو دوبارہ تپایا جائے گا۔ عذاب کا یہ سلسلہ قیامت کے روز دن بھر جاری رہے گا اور وہ دن بھی پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ یہاں تک کہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ طے ہو جائے گا اسے جنت میں جانا ہے یا جہنم میں۔

۲-اونٹ کا جو مالک فرض زکاۃ اور اس کا حق ادا نہ کرتا ہو اور اس کا ایک حق یہ ہے کہ اس کا دودھ مسکینوں کو بھی پینے کے لیے دیا جائے، تو قیامت کے دن اس کے اونٹوں کو پہلے سے کہیں زیادہ فربہ حالت اور زیادہ تعداد میں لایا جائے گا، پھر اس کے مالک کو ان کے سامنے ایک ہموار اور وسیع و عریض زمین میں لٹا دیا جائے گا، اس کے بعد وہ اونٹ اسے اپنے پیروں سے روندیں گے اور اپنے دانتوں سے کاٹیں گے۔ جب آخری اونٹ گزر جائے گا، تو پہلے اونٹ سے پھر یہ سلسلہ شروع کر دیا جائے گا۔ عذاب کا یہ سلسلہ قیامت کے روز دن بھر جاری رہے گا اور وہ دن بھی پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ یہاں تک کہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ طے ہو جائے گا اسے جنت میں جانا ہے یا جہنم میں۔

۳-گائے اور بکری کا جو مالک ان کی فرض زکاۃ نہ دیتا ہو، قیامت کے دن اس کی گایوں اور بکریوں کو ان کی پوری تعداد میں اس طرح سامنے لایا جائے گا کہ ایک گائے یا بکری بھی ادھر ادھر نہیں ہو گی۔ سب جانور بالکل صحیح و سالم ہوں گے۔ نہ کسی کا سینگ مڑا ہوا ہو گا، نہ کسی کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو گا اور نہ کوئی جانور بلا سینگ کا ہو گا۔ پھر ان کے مالک کو ایک وسیع و عریض اور ہموار میدان میں ان کے سامنے لٹا دیا جائے گا۔ اس کے بعد یہ گائیں اور بکریاں اسے اپنے سینگوں ماریں گی اور اپنے پیروں سے اسے کچلیں گی۔ جب آخری گائے یا بکری گزر جائے گی، تو پہلی گائے یا بکری سے پھر سے یہ سلسلہ شروع کر دیا جائے گا۔ عذاب کا یہ سلسلہ قیامت کے روز دن بھر جاری رہے گا اور وہ دن بھی پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ یہاں تک کہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ طے ہو جائے گا اسے جنت میں جانا ہے یا جہنم میں۔

۴-گھوڑا پالنے والا۔ دراصل گھوڑے تین طرح کے ہوا کرتے ہیں:

۱-ایسا گھوڑا جو مالک کے لیے گناہ کا باعث ہو۔ اس سے مراد ایسا گھوڑا ہے، جسے نام و نمود، فخر اور اہل اسلام سے جنگ کے لیے پالا جائے۔

۲- ایسا گھوڑا جو انسان کے لیے پردے کا باعث ہو۔ اس سے مراد ایسا گھوڑا ہے، جسے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے رکھا جائے اور پھر اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے اسے کھلانے پلانے اور اس کی دیکھ بھال کا بہتر انتظام کیا جائے۔

۳- ایسا گھوڑا جو اجر و ثواب کا باعث ہو۔ اس سے مراد ایسا گھوڑا ہے، جسے مسلمانوں کی خاطر اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے رکھا جائے۔ یہ جب کسی چراگاہ یا باغ میں ہوتے ہیں، تو وہ اس چراگاہ یا باغ میں جو کچھ بھی کھاتے ہیں ان کے کھانے کے بقدر اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کی لید اور پیشاب کے بقدر بھی اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اگر وہ اپنی رسی توڑ کر ایک ٹیلے یا دو ٹیلوں پر دوڑ کر چڑھ جائیں، تو ان کے پاؤں کے نشانات کے بقدر اور اس دوران گرنے والی لید پر بھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اگر ان کا مالک انہیں کسی نہر پر لے جائے اور وہ اس میں سے پانی پی لیں، حالاں کہ اس کا انہیں پانی پلانے کا ارادہ نہ بھی ہو، تب بھی وہ جتنا پانی پیتے ہیں، اس کے بقدر اللہ تعالی اس کے لیے نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا گدھے بھی گھوڑوں کے حکم میں ہیں؟

تو آپ نے جواب دیا کہ گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی مخصوص حکم نازل نہیں ہوا ہے، تاہم یہ منفرد اور جامع آیت موجود ہے، جس کے دائرے میں ہر طرح کی نیکیاں اور گناہ آجاتے ہیں: [فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ] (الزلزلہ:۷-۸) (ترجمہ: پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا۔) یعنی جس نے اچھے ارادے سے گدھا پالا ہوگا، وہ اس کا ثواب سامنے دیکھے گا اور جو برے ارادے سے پالا ہوگا، اس کی سزا بھی سامنے دیکھے گا۔ اس آیت کی وسعتوں میں تمام اعمال داخل ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. زکاۃ دینا واجب ہے۔ اسے روکنے والے کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔
٢. سستی کی وجہ سے زکاۃ نہ دینے والا کافر تو نہیں ہے، لیکن وہ بڑے خطرے کے دہانے پر ہوتا ہے۔
٣. انسان جب کوئی نیکی کا کام کرتا ہے، تو اس کی جزئیات کا بھی اسے ثواب ملتا ہے، جب اصل نیکی کی نیت کرلی ہو، گرچہ ان جزئیات وتفصیلات کی اس نے نیت نہ کی ہو۔
٤. مال میں زکاۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہوتے ہیں۔
٥. اونٹ کا ایک حق یہ ہے کہ جب اسے پانی پلانے کے لیے گھاٹ میں لے جایا جائے، تو وہاں موجود غریبوں کو بھی اس کا دودھ دوہ کر پلایا جائے۔ تاکہ ضرورت مندوں کے لیے آسانی ہو جائے کہ ان کو گھر گھر نہ جانا پڑے اور جانور کو بھی سہولت ہو۔ ابن بطال کہتے ہیں: مال پر دو طرح کے حق عائد ہوتے ہیں: ایک فرض عین اور دوسرا اس کے سوا۔ چنانچہ مسکینوں کو دودھ پلانے کا شمار ان حقوق میں ہوگا، جو مکارم اخلاق سے تعلق رکھتے ہیں۔
٦. اونٹ، بیل اور بکری کا ایک ضروری حق یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی مادہ جانور کو گابھن کرنے کے لیے چھوڑنے کو کہا جائے، تو چھوڑ دیا جائے۔
٧. گدھوں اور ان تمام چیزوں کا، جن کے بارے میں کوئی نص موجود نہ ہو، حکم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کے اس قول کے عموم میں داخل ہیں: (فمن يعمل مِثقال ذرة خيرًا يَره، ومن يعمل مِثقال ذرة شرًا يره)۔
٨. اس آیت میں نیک کام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اور برا کام کرنے سے ڈرایا گیا ہے، خواہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

(٢٦١١)

(١٨١) – عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۱۸۱)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: ”صدقہ مال کو گھٹاتا نہیں ہے، بندہ کے عفو و درگزر سے کام لینے سے اللہ اس کی عزت کو مزید بڑھاتا ہے اور جو آدمی اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالی اسے بلندیوں سے نوازتا ہے“۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ صدقہ مال کو گھٹاتا نہیں ہے، بلکہ اسے بلا و مصیبت سے محفوظ رکھتا ہے اور بدلے میں صدقہ کرنے والے کو بڑی بھلائی عطا کرتا ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو مال میں اضافہ ہوا، کمی نہیں۔

انتقام لینے اور گرفت کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود عفو و درگزر سے کام لینے سے انسان کے طاقت و عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔

جب کوئی اللہ کی رضاجوئی کے لیے تواضع اور انکساری کا رویہ اختیار کرتا ہے، اس میں کسی کا خوف، کسی کو خوش کرنے اور کسی سے کسی منفعت کا حصول جیسی باتیں پیش نظر نہیں ہوتیں، تو بدلے میں اللہ تعالی اسے بلندی اور عزت عطا کرتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. خیر و بھلائی اور کامیابی و کامرانی شریعت کی پیروی اور نیکی کے کام کرنے میں ہے، اگرچہ کچھ لوگ اس کے برخلاف سوچیں۔

(٥٥١٢)

(١٨٢) – عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «قَالَ اللهُ: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٨٢)–ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی نے فرمایا:”اے ابن آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بیان فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: اے آدم کی اولاد! تم ان جگہوں میں خرچ کرو، جہاں خرچ کرنا واجب اور مستحب ہے، میں تم کو کشادگی عطا کروں گا، تمھیں اس کا بدلہ عطا کروں گا اور اس میں تمھارے لیے برکت ڈال دوں گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. صدقہ کرنے اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب۔
٢. نیک کاموں میں خرچ کرنا روزی میں اضافہ اور برکت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ بندے کو اس کے خرچ کرنے کا بدلہ عطا کرتا ہے۔
٣. یہ حدیث ان حدیثوں میں سے ہے، جن کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے رب سے روایت کیا ہے۔ اس طرح کی حدیث کو حدیث قدسی یا حدیث الہی کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسی حدیث جس کے الفاظ اور معنی دونوں اللہ کی جانب سے ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے اندر قرآن کے وہ خصائص نہیں پائے جاتے، جن کی بنیاد پر اسے ایک الگ امتیاز حاصل ہے۔ مثلا اس کی تلاوت کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرنا، اس کی تلاوت کے لیے طہارت حاصل کرنا، اس کا معجزہ ہونا اور اس جیسا کلام پیش کرنے کا چیلنج پیش کیا جانا وغیرہ۔

(٥٨٠٥)

(١٨٣) – عن أبي مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٨٣)–ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب آدمی اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے، تو یہ اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے گھر کے لوگوں، جیسے بیوی، والدین اور بچوں وغیرہ پر، جن پر خرچ کرنا لازم ہے، اللہ کا تقرب حاصل کرنے اور ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے، تو اسے صدقے کا ثواب ملے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اہل خانہ پر خرچ کرنے کا بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔
٢. مؤمن اپنا ہر کام اللہ کی خوش نودی اور اس کے یہاں ملنے والے اجر و ثواب حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے۔
٣. ہر کام کرتے وقت، جس میں خرچ کرنا بھی شامل ہے، دل میں اچھی نیت رکھنی چاہیے۔

(٢٣٦٠)

(١٨٤) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٨٤)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین قسم کے عمل (کا ثواب) جاری رہتا ہے۔ صدقۂ جاریہ، یا ایسا علم جس

سے اس کے بعد بھی فائدہ اٹھایا جائے، یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ انسان کی موت کے ساتھ اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اسے موت کے بعد ثواب بس تین چیزوں کا ملتا ہے، کیوں کہ ان کا سبب وہ خود ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں درج ذیل ہیں:

۱- ایسا صدقہ جس کا ثواب مسلسل اور ہمیشہ جاری رہے کبھی بند نہ ہو۔ جیسے وقف، مسجد کی تعمیر اور کنواں کھدوانا وغیرہ۔

۲- ایسا علم جس سے لوگ بہرہ ور ہوتے رہیں۔ جیسے علمی کتابوں کی تصنیف اور کسی شخص کو تعلیم سے آراستہ کرنا، جو اس کی موت کے بعد بھی علم کی نشر و اشاعت کا کام کرتا رہے۔

۳- مومن اور صالح اولاد، جو اپنے والدین کے لیے دعا کرتے رہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اہل علم کا اجماع ہے کہ انسان کو موت کے بعد جن چیزوں کا ثواب ملتا رہتا ہے، ان میں صدقۂ جاریہ، لوگوں کے لیے مفید علم اور دعا شامل ہیں۔ کچھ حدیثوں میں حج کا ذکر بھی ہوا ہے۔

۲. ان تین چیزوں کا ذکر بطور خاص اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ چیزیں خیر کے کاموں میں اساس کی حیثیت رکھتی ہیں اور عام طور پر اہل فضل چاہتے ہیں کہ یہ چیزیں ان کے بعد باقی رہیں۔

۳. ویسے تو ہر نفع بخش علم کا اجر و ثواب ملتا ہے، لیکن اس معاملے میں شرعی علم اور اس کے حصول میں مدد گار علوم سر فہرست ہیں۔

۴. ان تین چیزوں میں بھی سب سے زیادہ نفع بخش چیز شرعی علم ہے۔ کیوں کہ اسے سیکھنے

والا اس علم سے تو مستفید ہوتا ہی ہے، اس کے ساتھ ساتھ شریعت کی حفاظت بھی ہوتی ہے اور اللہ کی ساری مخلوق فیض یاب ہوتی ہے۔ علم کے اندر ایک جامعیت یہ ہے کہ اس سے آپ کے دور کے لوگوں کے ساتھ ساتھ آپ کے بعد کے لوگ بھی فیض یاب ہوں گے۔

۵. اولاد کی صالح تربیت کی ترغیب۔ کیوں کہ صالح اولاد اپنے والدین کو آخرت میں نفع پہنچاتی ہے۔ اس نفع رسانی کی ایک صورت یہ ہے کہ صالح اولاد اپنے والدین کے لیے دعا کرتی ہے۔

٦. والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب۔ یہ بھی والدین کے ساتھ اس حسن سلوک میں شامل ہے جس سے اولاد مستفید ہوتی ہے۔

۷. ویسے تو دعا اولاد کے علاوہ کوئی اور کرے، تب بھی میت کو فائدہ ہوتا ہے، لیکن آپ نے بطور خاص اولاد کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ کسی بھی انسان کے لیے اس کی اولاد ہی تادم حیات دعا کرتی رہتی ہے۔

(٦٥٥٢٦)

(١٨٥) – عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ أَنَّهُ قَالَ: أَقْبَلْتُ أَقُولُ مَنْ يَصْطَرِفُ الدَّرَاهِمَ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنهما: أَرِنَا ذَهَبَكَ، ثُمَّ ائْتِنَا، إِذَا جَاءَ خَادِمُنَا، نُعْطِكَ وَرِقَكَ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: كَلَّا، وَاللهِ لَتُعْطِيَنَّهُ وَرِقَهُ، أَوْ لَتَرُدَّنَّ إِلَيْهِ ذَهَبَهُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۸۵)– مالک بن اوس بن حدثان سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں یہ کہتے ہوئے آیا کہ

(دینار سے) درہم بدل کر کون دے گا؟ تو طلحہ بن عبید اللہ نے، جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، کہا: مجھے اپنا سونا دکھاؤ، پھر (بعد میں) آؤ، جب ہمارا خادم آ جائے گا، تو ہم تمھیں تمھاری چاندی دے دیں گے۔ یہ سن کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر گز نہیں، اللہ کی قسم! تم اسے اس کی چاندی دے دوگے یا پھر اس کا سونا واپس کر دوگے۔ کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چاندی سونے کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ گیہوں گیہوں کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ جَو جَو کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ کھجور کھجور کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

تابعی مالک بن اوس بتا رہے ہیں کہ ان کے پاس کچھ سونے کے دینار تھے۔ ان کو وہ چاندی کے درہموں سے بدلنا چاہتے تھے۔ لہذا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں اپنے دینار دیں کہ میں ان کو دیکھ لوں۔ پھر خریدنے کا ارادہ ہو گیا، تو کہا کہ جب ہمارا خادم آئے، تو آپ آ جائیں، ہم آپ کو چاندی کے درہم دے دیں گے۔ اتفاق سے وہاں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ انھوں نے اس طرح کے معاملے کو غلط بتایا اور طلحہ کو قسم دے کر کہا کہ وہ یا تو چاندی ابھی دے دیں یا پھر لیا ہوا سونا واپس کر دیں۔ انھوں نے اس کا سبب یہ بتایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کو چاندی سے یا چاندی کو سونے سے بیچنا ہو، تو لین دین ہاتھوں ہاتھ ہو جانا چاہیے، ورنہ معاملہ سود پر مشتمل ہو جائے گا اور اس بنا پر یہ بیع حرام ہو گی۔ لہذا سونے کو چاندی کے بدلے میں یا چاندی کو سونے کے بدلے میں بیچنا اسی وقت درست ہو گا، جب لین دین ہاتھوں ہاتھ ہو اور دونوں جانب سے قبضہ ہو جائے۔ اسی طرح گیہوں کو گیہوں کے بدلے، جو کو جو کے بدلے اور کھجور کو کھجور کے بدلے بیچنا اسی وقت درست ہو گا، جب وزن اور ناپ برابر ہو اور دونوں جانب قبضہ اسی وقت ہو جائے۔ ان چیزوں میں

نہ تو ایک طرف نقد اور ایک طرف ادھار رکھا جاسکتا ہے اور قبضے سے پہلے الگ ہو جانے کو روا رکھا جاسکتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اس حدیث مین پانچ اصناف کا ذکر ہے۔ سونا، چاندی، گیہوں، جو اور کھجور۔ جب بیع میں دونوں جانب ایک ہی صنف کی چیز ہو، تو اس کے صحیح ہونے کے لیے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ عقد کی مجلس ہی میں دونوں جانب قبضہ مکمل ہو جائے اور دوسری یہ کہ وزن برابر ہو۔ اگر ایسا نہیں ہوتا، تو اس میں "ربا الفضل" آ جائے گا۔ لیکن اگر خرید و فروخت کی صنف الگ الگ ہو جائے، تو عقد کے صحیح ہونے کے لیے ایک ہی شرط ہوگی۔ وہ ہے، مجلس عقد ہی میں قیمت پر قبضہ کر لینا۔ اگر یہ شرط پوری نہیں ہوتی، تو اس میں "ربا النسیئة" آ جائے گا۔

۲. عقد کی مجلس سے مراد خرید و فروخت کی جگہ ہے۔ اس سے فرق نہیں پڑتا کہ دونوں بیٹھے ہوں، چل رہے ہوں یا سوار ہوں۔ اسی طرح الگ ہونے سے مراد وہی ہے، جسے عرف عام میں الگ ہونا مانا جائے۔

۳. اس حدیث میں آئی ہوئی ممانعت کے دائرے میں ہر طرح کا سونا آ جاتا ہے۔ ڈھلا ہوا ہو کہ غیر ڈھلا ہو۔ ایسے ہی ہر طرح کی چاندی بھی آ جاتی ہے۔ ڈھلی ہوئی ہو کہ غیر ڈھلی ہوئی۔

۴. دور حاضر کی کرنسیوں کو آپس میں بدلتے وقت اسی بات کا خیال رکھنا ضروری ہوگا، جس کا خیال سونے کو چاندی سے بدلتے وقت رکھنا پڑتا ہے۔ یعنی طرفین کی آپسی رضامندی کے مطابق کمی بیشی ہو تو جائز ہے، لیکن بیع کی مجلس میں دونوں جانب قبضہ ضروری ہے۔ ایسا

نہیں ہو تو اس میں سود در آئے گا اور بیع باطل ہو جائے گی۔

٥. سودی معاملات جائز نہیں ہیں اور اس طرح کا عقد باطل ہے، چاہے دونوں طرف سے رضامندی موجود ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ اسلام انسانیت اور سماج کے حق کی حفاظت کرتا ہے، خواہ وہ اپنا حق چھوڑنا بھی کیوں نہ چاہے۔

٦. غلط کام ہوتا ہوا دیکھ کر منع کرنا چاہیے۔ طاقت ہو تو روکنا بھی چاہیے۔

٧. غلط کام سے منع کرتے وقت دلیل بھی پیش کر دینی چاہیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہی کر کے دکھایا۔

(٥٨٨٩)

(١٨٦) – عَنْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ رضي الله عنه قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ قِبَلَهُ، وَقِيلَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ، قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ، ثَلَاثًا، فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ، فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ، عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، فَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ». [صحيح] - [رواه الترمذي وابن ماجه وأحمد]

(١٨٦)–عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم مدینہ تشریف لائے، تو لوگ آپ کی جانب دوڑ پڑے۔ ہر طرف شور تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم تشریف لا چکے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم تشریف لا چکے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم تشریف لا چکے ہیں۔ یہ جملہ انھوں نے تین بار دوہرایا۔ دیکھنے کے لیے میں بھی لوگوں کی بھیڑ میں داخل ہوا۔ جب دھیان سے آپ کا چہرہ دیکھا تو میرے لیے یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ یہ کسی

جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اس دوران میں نے آپ کو جو پہلی بات کہتے ہوئے سنی، وہ یہ تھی: "لوگو! سلام عام کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات میں جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤگے۔" [صحیح]-[اسے ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کو دیکھا، تو آپ کی طرف دوڑ پڑے۔ آپ کی طرف دوڑ کر جانے والوں میں عبد اللہ بن سلام بھی شامل تھے۔ وہ یہودی تھے۔ آپ کو دیکھ کر انھوں نے پہچان لیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ کیوں کہ اس سے نور، جمال اور سچی ہیبت آشکارا تھی۔ اس دوران انھوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو پہلی بات سنی، وہ یہ تھی کہ آپ نے لوگوں کو کچھ ایسے اعمال کی ترغیب دی، جو دخول جنت کا سبب ہیں۔ جیسے:

١- سلام عام کرنا اور بہت زیادہ سلام کرنا۔ جان پہچان والے کو بھی اور ان جان کو بھی۔

٢- کھانا کھلانا۔ شکل صدقہ کی ہو، ہدیہ کی ہو یا ضیافت کی ہو۔

٣- رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔ رشتہ داری والد کی جانب کی ہو یا والدہ کی جانب کی۔

٤- رات کے وقت، جب لوگ سو رہے ہوں، جاگ کر نفل نماز پڑھنا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسلمانوں کے درمیان سلام عام کرنا مستحب ہے۔ لیکن غیر مسلم کو سلام نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ السلام علیکم کہہ کر سلام کر دے، تو جواب میں صرف وعلیکم کہا جائے گا۔

(٥٥٢٠)

(١٨٧) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: {يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ} [المؤمنون: ٥١] وَقَالَ: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ} [البقرة: ١٧٢] ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟». [صحيح - [رواه مسلم]

(١٨٧)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے۔ اللہ نے اپنے مومن بندوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے، جس کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ”يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا“ [سورہ مومنون: ۵۱] (اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔) نیز ارشاد فرمایا: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ“ [سورہ بقرہ: ۱۷۲] (اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمھیں دے رکھی ہیں انھیں کھاؤ، پیو۔) پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر پر نکلا ہوا ہو، اس کے بال بکھرے ہوئے اور جسم غبار آلود ہو۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگتے ہوئے کہے: ”اے میرے رب! اے میرے رب!“ حالاں کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہو۔ ایسے میں بھلا اس کی دعا کہاں سے قبول ہو گی؟“ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ بلاشبہ اللہ پاک ہے، مقدس ہے، کمیوں اور عیوب سے منزہ ہے اور کمالات سے متصف ہے۔ وہ انھی اعمال، اقوال اور اعتقادات کو قبول کرتا ہے، جو پاک ہوں اور جنھیں صرف اللہ کی رضاجوئی کے لیے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق کیا جائے۔ اللہ کا تقرب صرف اسی طرح کی عبادتوں کے ذریعے حاصل کیا جانا چاہیے۔ یاد رہے کہ اعمال کی پاکیزگی کا ایک اہم ترین ذریعہ حلال کھانا کھانا ہے۔ حلال کھانا کھانے سے انسان کا عمل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح اللہ نے رسولوں کو حلال روزی کھانے اور نیک عمل کرنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح اہل ایمان کو بھی دیا ہے۔ ارشاد باری ہے: "يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا" [سورہ مومنون:٥١] (اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔) نیز ارشاد فرمایا: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ" [سورہ بقرہ:١٧٢] (اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمھیں دے رکھی ہیں انھیں کھاؤ۔)

پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام غذا کھانے سے خبر دار فرمادیا۔ کیوں کہ حرام غذا عمل کو فاسد کر دیتی ہے اور اسے اللہ کی بارگاہ میں قبول ہونے نہیں دیتی۔ چاہے قبول ہونے کے ظاہری اسباب جتنے بھی پائے جائیں۔ مثلا:

١- کسی نیکی کے کام، جیسے حج، جہاد اور صلہ رحمی وغیرہ کے لیے لمبا سفر کرنا۔

٢- انسان کا پریشان حال ہونا۔ جیسے اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں اور دھول مٹی لگنے کی وجہ سے اس کے جسم اور کپڑے کا رنگ بدلا ہوا ہو۔ اور یہ سب کچھ اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا شخص مضطر ہے۔

٣- دعا کے لیے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھانا۔

٤- اللہ کے اسما کو وسیلہ بنانا اور الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرنا۔ مثلا یارب یارب کہنا۔

قبولیت دعا کے مذکورہ اسباب پائے جانے کے باوجود انسان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اس کا کھانا حرام کا، اس کا پینا حرام کا، اس کا لباس حرام کا ہے اور اس کی پرورش حرام غذا سے ہوئی ہے۔ لہذا اس کی دعا قبول ہو ہی نہیں سکتی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ عز و جل اپنی ذات، صفات، افعال اور احکام میں کامل ہے۔

٢. خالص اللہ کی رضاجوئی کی خاطر اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرنے کا حکم۔

٣. ایسا اسلوب اختیار کرنا جس سے عمل کی رغبت اور حوصلہ پیدا ہو. اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "اللہ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا ہے, جس کا رسولوں کو حکم دیا ہے"۔ کیوں کہ جب مومن کو یہ معلوم ہو گا کہ وہ جو کام کرنے جا رہا ہے، اس کا حکم رسولوں کو بھی دیا گیا تھا، تو اس کے اندر رسولوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس کام کو کرنے کا جذبہ پیدا ہو گا۔

٤. دعا کی قبولیت کی راہ میں حائل ہونے والی چیزوں میں سے ایک چیز حرام غذا کھانا ہے۔

٥. اس حدیث میں قبولیت دعا کا سبب بننے والی پانچ چیزوں کا ذکر ہے: ١- طویل سفر۔ کیوں کہ اس سے انکساری پیدا ہوتی ہے، جو دعا کی قبولیت کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ ٢- اضطراری حالت۔ ٣- ہاتھوں کو آسمان کی جانب اٹھانا۔ ٤- اللہ کی ربوبیت کا بار بار ذکر کرتے ہوئے الحاح وزاری سے کام لینا۔ یہ بھی دعا کی قبولیت کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ ٥- پاکیزہ چیزیں کھانا اور پینا۔

٦. حلال غذا کھانا عمل صالح میں ممد و مددگار ہوتا ہے۔

٧. قاضی کہتے ہیں: طیب خبیث کی ضد ہے۔ طیب لفظ جب اللہ کے وصف کے طور پر آئے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمام کمیوں سے منزہ اور تمام برائیوں سے پاک ہے۔ جب کسی بندے کے وصف کے طور پر آئے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گندے اخلاق اور برے اعمال سے دور اور اچھے اخلاق و اعمال کا حامل

ہے۔جب اموال کے وصف کے طور پر آئے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلال اور عمدہ ہے۔

(٤٣١٦)

(١٨٨) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا، أَوْ وَضَعَ لَهُ، أَظَلَّهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ». [صحيح] - [رواه الترمذي وأحمد]

(١٨٨)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کے قرض کا کچھ حصہ معاف کر دیا، اسے قیامت کے دن اللہ تعالی اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہو گا"۔ [صحیح]-[اسے ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا کہ جس نے کسی تنگ دست قرض دار کو مہلت دی یا اس کے قرض کا کچھ حصہ معاف کر دیا، بدلے میں قیامت کے دن اللہ تعالی اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، جس دن سورج بندوں کے سروں سے قریب ہو جائے گا اور انہیں سورج کی بڑی سخت تپش کا سامنا ہو گا۔ اس دن سایہ اسی کو نصیب ہو گا، جسے اللہ تعالیٰ سایہ فراہم کرے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے بندوں پر آسانی کرنے کی فضیلت اور یہ عمل قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے نجات حاصل کرنے کا ایک سبب ہے۔
٢. انسان کو بدلہ اسی نوعیت کا دیا جاتا ہے، جس نوعیت کا اس کا عمل ہوتا ہے۔

(٣١٨٦)

(١٨٩) – عن جابر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى». [صحيح] - [رواه البخاري]

(١٨٩)– جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ ایسے شخص پر رحم کرے، جو بیچتے، خریدتے اور مطالبہ کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے“۔ [صحیح]- [اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس شخص کے لیے رحمت کی دعا کی ہے، جو کچھ خریدتے بیچتے وقت نرمی اور فراخی سے کام لے چنانچہ خریدنے والے کے ساتھ سامان کی قیمت کے سلسلے میں سختی سے کام نہ لے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اور اسی طرح خریدتے وقت بھی نرمی، سخاوت اور فراخی سے کام لے اور سامان کا بھاؤ کم نہ دے۔ اسی طرح قرض کا مطالبہ کرتے وقت بھی نرمی، سخاوت اور فراخی سے کام لے اور کسی تنگ دست اور محتاج کے ساتھ سختی سے کام لینے کی بجائے نرمی سے قرض کا مطالبہ کرے اور نادار ہونے پر مہلت بھی دے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اسلامی شریعت کا ایک مقصد ایسی باتوں کی حفاظت کرنا ہے جو مسلمانوں کے آپسی تعلقات کو خوش گوار رکھتی ہیں۔

٢. خرید و فروخت وغیرہ جیسے معاملات میں لوگوں کے ساتھ اعلی اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی ترغیب۔

(٣٧١٦)

(١٩٠) – عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ: إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ

عَنهُ، لَعَلَّ اللهَ يَتَجَاوَزُ عَنَّا، فَلَقِيَ اللهَ فَتَجَاوَزَ عَنهُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٩٠)-ابو هریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ وہ اپنے کارندے کو (جب قرض کی وصولی کے لئے بھیجتا تو) کہہ دیتا: اگر تم کسی تنگ دست کے پاس آؤ تو اس سے درگزر کرنا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ بھی ہم سے درگزر کرے۔ چنانچہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ نے اسے بخش دیا۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے شخص کے بارے میں بتا رہے ہیں، جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا یا سامان ادھار بیچا کرتا تھا' اور قرض کی وصولی کے لیے لوگوں کے پاس جانے والے اپنے کارندے سے کہا کرتا تھا کہ: جب تم ایسے قرض دار کے یہاں جاؤ، جس کے پاس قرض چکانے کے لیے کچھ نہ ہو، تو اس کے ساتھ درگزر سے کام لو۔ یعنی یا تو اس سے اصرار کے ساتھ مطالبہ نہ کرو اور کچھ مہلت دے دو' یا پھر اس کے پاس کم و بیش جو بھی ہو لے لو۔ اپنے کارندے کو اس طرح کا حکم وہ اس امید میں دیا کرتا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کے ساتھ درگزر سے کام لے اور اسے معاف کر دے۔ چنانچہ جب اس کی وفات ہوئی تو اللہ نے اس کے ساتھ درگزر سے کام لیا اور اس کے گناہ معاف کر دیے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت ان پر احسان کرنا، ان کو معاف کر دینا اور نادار لوگوں کے ساتھ درگزر سے کام لینا قیامت کے دن بندے کی نجات کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

۲. مخلوق پر احسان کرنا، اللہ کے تئیں مخلص ہونا اور اس کی رحمت کی امید رکھنا گناہوں کی بخشش کا سبب ہے۔

(۳۷۵۳)

(۱۹۱) – عن خَولة الأنصاريةِ رضي الله عنها قالت: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: «إِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(۱۹۱)–خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو کہتے ہوئے سنا: ”بلاشبہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے لیے قیامت کے دن جہنم ہے“۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ کچھ لوگ مسلمانوں کے مال میں غلط تصرف کرتے ہیں اور اس پر ناحق قبضہ کر بیٹھتے ہیں۔ دراصل یہ ایک عام معنی ہے، جس میں ناجائز طریقے سے مال جمع کرنا، کمانا اور غلط جگہوں میں خرچ کرنا سب کچھ شامل ہے۔ اس کے دائرے میں یتیموں کا مال ہڑپ جانا، وقف کے اموال پر قبضہ کر لینا، امانتوں کا انکار کر دینا اور بغیر کسی حق کے عوامی فنڈز پر ہاتھ صاف کرنا بھی آتا ہے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کی جزا جہنم ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. لوگوں کے ہاتھوں میں جو مال ہے، وہ اللہ کا مال ہے۔ اللہ نے لوگوں کو اس کا وارث بنایا ہے، تاکہ صحیح طریقے سے اس کا استعمال کریں اور اس کے غلط استعمال سے اجتناب

کریں۔اس کے اندر امراء وحکام اور دیگر سارے لوگ بھی شامل ہیں۔

۲۔ عوامی فنڈز کے بارے میں شریعت نے بڑا سخت رویہ اپنایا ہے۔جسے عوامی فنڈز کی دیکھ بھال کی ذمے داری ملے،اس سے قیامت کے دن فنڈ کی فراہمی اور خرچ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

۳۔ اس وعید کے اندر مال میں غیر شرعی طور پر تصرف کرنے والا ہر شخص داخل ہے،چاہے مال خود اسی کا ہو یا کسی دوسرے کا۔

(٥٣٣١)

(١٩٢) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَالَ اللَّهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ المِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(١٩٢)—ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آدم کی اولاد کا ہر عمل اس کے لیے ہے،سوائے روزے کے کہ وہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔روزہ ایک ڈھال ہے۔جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو،تو فحش گوئی نہ کرے اور نہ شور و غل کرے۔اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرے یا اس سے جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے،روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوش بو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔روزے دار کے لیے دو خوشی کے مواقع ہیں،جن میں وہ خوش ہوتا ہے:جب وہ روزہ افطار کرتا ہے،تو خوش ہوتا ہے اور

جب اپنے رب سے ملے گا تو (اس کی جزا دیکھ کر) اپنے روزے سے خوش ہو گا"۔ [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اللہ تعالی حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

آدم کی اولاد کے ہر عمل کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ سوائے روزے کے۔ کیوں کہ روزہ میرے لیے ہے۔ اس میں ریا نہیں ہوتی۔ اس کا بدلہ بھی میں ہی دوں گا اور مجھے ہی پتہ ہے کہ اسے کتنا ثواب ملنا ہے اور اس کی نیکیوں کو کتنا گنا بڑھایا جانا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: "روزہ ڈھال ہے۔" یعنی جہنم کی آگ سے حفاظت کا ذریعہ، پردہ اور ایک مضبوط قلعہ ہے۔ کیوں کہ روزہ انسان کو خواہشات کا شکار ہونے اور گناہوں میں پڑنے سے روکتا ہے۔ جب کہ جہنم خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔

(جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو، تو فحش گوئی نہ کرے)۔ یعنی جماع اور اس کے مقدمات سے متعلق کوئی بات نہ کرے۔ ساتھ ہی مطلقا کوئی دوسری فحش گوئی بھی نہ کرے۔

(اور نہ شور و غل کرے) یعنی نہ جھگڑے اور نہ چیخ و پکار کرے۔

(اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرے یا اس سے لڑنے پر آمادہ ہو)۔ یعنی رمضان کے مہینے میں تو کہہ دے کہ اس وقت میں روزے سے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لڑنا ترک کر دے۔ لیکن اگر ہر حال میں لڑنے پر آمادہ ہو، تو جہاں تک ہو سکے کم سے کم زور صرف کر کے اس سے بچ نکلے۔

اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہستی کی قسم کھا کر بتایا، جس کے ہاتھ میں آپ کی جان تھی کہ روزے کی وجہ سے روزے دار کے منہ کی بدلی ہوئی بو اللہ کے یہاں اس سے کہیں زیادہ پاکیزہ ہے، جتنا انسان کے یہاں مشک کی بو۔ اسی طرح انسان کے جمعہ اور ذکر کی مجلسوں

میں مشک لگانے کا جتنا ثواب ملتا ہے، اس سے کہیں زیادہ ثواب کی حامل ہے یہ بو ہوتی ہے۔

روزے دار کے لیے خوشی کے دو مواقع ہیں۔ افطار کے وقت افطار کی خوشی کہ بھوک اور پیاس ختم ہو گئی، روزہ پورا ہوا، عبادت مکمل ہوئی اور اس کے ذریعے اللہ نے معاملہ آسان کر دیا کہ اگلے کل پھر روزہ رکھا جا سکے۔

(اور جب اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے سے خوش ہو گا) اللہ کی جانب سے ملنے والے اجر و ثواب کو دیکھ کر۔

حدیث کے کچھ فوائد:

1. روزے کی فضیلت اور یہ کہ روزہ انسان کو دنیا میں شہوتوں سے اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔
2. روزے کے آداب میں فحش گوئی اور شور و غل سے اجتناب، لوگوں کی ایذا رسانیوں پر صبر اور برائی کا مقابلہ صبر و احسان سے کرنے جیسی چیزیں شامل ہیں۔
3. روزے دار یا عبادت گزار جب اپنی عبادت کے مکمل اور پورا ہونے پر خوش ہوتا ہے، تو اس سے اس کے اخروی اجر و ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔
4. انسان کو مکمل خوشی اللہ سے ملتے وقت نصیب ہو گی، جب صبر کرنے والوں اور روزے داروں کو بلا حساب و کتاب اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔
5. ضرورت کے وقت یا کسی مصلحت کی بنا پر لوگوں کو اپنی عبادت سے مطلع کرنا ریاکاری میں داخل نہیں ہے۔ کیوں کہ اس حدیث میں آپ نے (میں روزے دار ہوں) کہنے کا حکم دیا ہے۔
6. کامل روزہ رکھنے والا روزے دار وہ ہے، جس کے اعضائے جسم گناہوں سے بچے رہیں، زبان جھوٹ اور فحش گوئی سے دور رہے اور پیٹ کھانے پینے سے گریزاں رہے۔

7. ویسے تو غیر روزے دار کے لیے بھی چیخنا، چلانا اور لڑنا جھگڑنا ممنوع ہے، لیکن روزے دار کے لیے ممانعت دوچند ہو جاتی ہے۔

8. یہ حدیث ان حدیثوں میں سے ایک ہے، جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک رب سے روایت کیا ہے۔ اس طرح کی حدیث کو حدیث قدسی یا حدیث الٰہی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ حدیث ہے، جس کے لفظ اور معنیٰ دونوں اللہ کے ہوں۔ البتہ اس کے اندر قرآن کی خصوصیات، جیسے اس کی تلاوت کا عبادت ہونا، اس کے لیے طہارت حاصل کرنا اور اس کا معجزہ ہونا وغیرہ نہیں پائی جاتیں۔

(٣٥٤٦)

(١٩٣) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» [صحيح] - [متفق عليه]

(١٩٣)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کے حصول کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی ﷺ بتا رہے ہیں کہ جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے، روزے کی فرضیت اور روزے دار بندوں کے لیے اللہ کی جانب سے تیار شدہ بیش بہا اجر و ثواب کی تصدیق کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے حصول کی خاطر، ریاکاری اور شہرت طلبی سے بچتے ہوئے، رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اخلاص کی فضیلت اور رمضان کے روزے اور دیگر نیک کاموں میں اس کی اہمیت۔

(٣١٩٦)

(١٩٤) – عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ المؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ. [صحيح] - [رواه مسلم]

(١٩٤)–امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں عبادت میں جتنی محنت کرتے تھے، اتنی دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ [صحیح]

-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ داخل ہوتا تو اس میں دوسرے دنوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ عبادت اور طرح طرح کے نیکی کے کاموں میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ آپ ایسا ان راتوں کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور لیلۃ القدر کی طلب میں کیا کرتے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ماہ رمضان میں بالعموم اور اس کے آخری عشرہ میں خاص طور سے کثرت سے نیکی اور طرح طرح کے اچھے کام کرنے کی ترغیب۔

٢. رمضان کا آخری عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہو کر مہینے کے آخر تک رہتا ہے۔

٣. فضیلت والے اوقات کو نیکی کے کاموں میں لگانا مستحب ہے۔

(٣٧٥٥)

(١٩٥) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ. [صحيح] - [متفق عليه]

(١٩٥)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: مجھے میرے دوست (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت کی؛ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنے، چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتا رہے ہیں کہ ان کے دوست اور ساتھی یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین باتوں کی وصیت کی:

۱- ہر مہینے تین دن روزہ رکھنے کی۔

۲- ہر روز چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے کی۔

۳- سونے سے پہلے وتر کی نماز پڑھنے کی۔ یہ وصیت بطور خاص اس شخص کے لیے ہے، جسے اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں جاگ نہیں سکے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الگ الگ ساتھیوں کو الگ الگ طرح کی وصیتیں اس لیے کی تھیں کہ آپ ان کے احوال سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ کس کے لیے کیا مناسب ہے۔ مثلاً توانا کے لیے جہاد، عبادت گزار کے لیے عبادت اور عالم کے لیے علم مناسب ہے۔

٢. ابن حجر عسقلانی ہر مہینے تین دن کے روزے کی وصیت کے بارے میں کہتے ہیں: بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ان روزوں سے مراد ایام بیض یعنی ہجری مہینے کے تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں دن کے روزے ہیں۔

۳. ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی نماز سونے سے پہلے پڑھ لینا مستحب ہے۔ لیکن یہ اس کے حق میں ہے، جسے جاگ پانے کا بھروسہ نہ ہو۔

۴. ان تینوں اعمال کی اہمیت۔ کیوں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی ساتھیوں کو ان کی وصیت کی ہے۔

۵. ابن دقیق العید چاشت کی دو رکعتوں کے بارے میں کہتے ہیں: شاید آپ نے کم سے کم رکعتوں کا ذکر کیا ہے، جنھیں پڑھنے کی تاکید وارد ہوئی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چاشت کی نماز مستحب ہے اور اس کی کم سے کم رکعت دو ہے۔

٦. چاشت کی نماز کا وقت: چاشت کی نماز کا وقت سورج ڈوبنے کے لگ بھگ پندرہ منٹ بعد سے شروع ہوتا ہے اور ظہر کی نماز سے لگ بھگ دس منٹ پہلے تک رہتا ہے۔ یہ نماز کم سے کم دو رکعت ہے۔ جب کہ زیادہ سے زیادہ کتنی پڑھی جا سکتی ہے، اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے آٹھ رکعت کہا ہے اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

۷. وتر کی نماز کا وقت: وتر کی نماز کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے فجر طلوع ہونے تک رہتا ہے۔ یہ نماز کم سے کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعت ہے۔

(٤٥٣٨)

(١٩٦) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» [صحيح] - [متفق عليه]

(۱۹٦) – ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جو ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کے حصول کی نیت سے شب قدر میں قیام کرتا ہے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی ﷺ یہاں شب قدر کی فضیلت بیان کر رہے ہیں، جو ماہِ رمضان کی آخری دس راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوا کرتی ہے۔ اس رات کی فضیلت یہ ہے کہ جس نے اس رات کی فضیلت پر یقین رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کرنے کی نیت سے اس میں جاگ کر نماز پڑھی، دعا کی، قرآن کی تلاوت کی، ذکر و اذکار میں مشغول رہا اور اپنے عمل کو ریاکاری اور شہرت طلبی کی آلائشوں سے پاک رکھا، تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. شب قدر کی فضیلت اور اس میں قیام کی ترغیب۔
٢. نیک اعمال اسی وقت قبولیت سے سرفراز ہوتے ہیں، جب انہیں نیک نیتی کے ساتھ انجام دیا جائے۔
٣. اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہی ہے کہ ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کرنے والے کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(٤٢٠٢)

(١٩٧) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: «مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ».
[صحيح] - [متفق عليه]

(١٩٧)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جس شخص نے حج کیا اور اس نے (اس دوران) جماع اور اس کے مقدمات، فحش گوئی اور گناہ کے کاموں سے پرہیز کیا، تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے پاک ہو کر اس طرح) لوٹتا ہے، جیسے اس دن تھا، جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ جس نے اللہ تعالی کے لیے حج کیااور اس دوران جماع اور اس کے مقدمات جیسے بوس و کنار اور مباشرت وغیرہ سے پرہیز کیا، فحش گوئی سے گریزاں رہا، نافرمانی اور گناہ کے کاموں سے دور رہااور ان کاموں سے دور رہا، جو احرام کے دوران منع ہیں، وہ اپنے حج سے بخشے بخشائے اور گناہوں سے پاک صاف ہو کر لوٹتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح بچہ گناہوں سے پاک صاف پیدا ہوتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. گناہ کے کام اگرچہ تمام حالات میں ممنوع ہیں، لیکن حج کے دوران ان کی ممانعت اور بڑھ جاتی ہے۔ ایسا مناسک حج کی تعظیم کی وجہ سے ہے۔

۲. انسان گناہوں سے پاک صاف پیدا ہوتا ہے۔ اس کے اوپر کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں ہوتا۔

(۲۷۵۸)

(١٩٨) – عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَا مِنْ أَيَّامٍ العَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِن هَذِهِ الأَيَّامِ» يعني أيامَ العشر، قالوا: يا رسُولَ الله، ولا الجهادُ في سبيلِ الله؟ قال: «وَلَا الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِن ذَلِكَ بِشَيْءٍ». [صحيح] - [رواه البخاري وأبو داود، واللفظ له]

(۱۹۸)–عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: "ایسے کوئی دن نہیں ہیں، جن میں نیکی کے کام کرنا اللہ کے نزدیک ان دنوں میں نیکی کے کام کرنے سے زیادہ محبوب ہو"۔ آپ کی مراد ذوالحجہ مہینہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ نے جواب دیا: "نہیں، اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی نہیں۔ سوائے اس شخص کے جو جان اور مال کے ساتھ نکلتا ہو اور پھر ان میں سے کچھ بھی لے کر واپس نہ آتا ہو۔" [صحیح]-[اسے بخاری اور ابوداود نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ابوداود کے روایت کردہ ہیں]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ ماہ ذی الحجہ کے شروع کے دس دنوں میں نیکی کے کام کرنا سال کے دیگر دنوں میں نیکی کے کام کرنے سے افضل ہے۔ چنانچہ صحابۂ کرام نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دس دنوں کے علاوہ دیگر دنوں میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ بہتر ہے یا ان دس دنوں میں نیکی کرنا؟ کیوں کہ ان کو پتہ تھا کہ جہاد افضل ترین اعمال میں سے ایک عمل ہے۔

جس کا جواب دیتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ان دس دنوں میں نیکی کے کام کرنا دیگر دنوں میں جہاد کرنے سے بھی بہتر ہے۔ ہاں! اس شخص کی بات الگ ہے، جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکل پڑا اور سب کچھ اللہ کے راستے میں نچھاور کر دیا۔ اس شخص کا یہ عمل ان دس فضیلت والے دنوں میں نیکی کے کام کرنے سے بہتر ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ماہ ذی الحجہ کے شروع کے دس دنوں میں نیکی کے کام کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ لہذا مسلمان کو ان دس دنوں کو غنیمت جانتے ہوئے ان کے اندر خوب نیکی کے کام، جیسے اللہ کا ذکر، قرآن کی تلاوت، تکبیر، تہلیل، تحمید، نماز، صدقہ، روزہ اور دیگر تمام نیک کام کرنے چاہئیں۔

(٦٢٥٥)

(١٩٩) – عَنْ أَبِي الحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضي الله عنهما: مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ، وَإِنَّ الكَذِبَ رِيبَةٌ». [صحيح] - [رواه الترمذي والنسائي وأحمد]

(١٩٩)–ابو الحوراء سعدی کہتے ہیں: میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا یاد کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے یہ یاد کیا ہے: "جو چیز تمھیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔ کیوں کہ سچائی اطمینان ہے اور جھوٹ شک و شبہ ہے۔" [صحیح]-[اسے ترمذی نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ایسے اقوال و اعمال سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، جن کے بارے میں یہ شک و شبہ پیدا ہو کہ ممنوع ہیں یا نہیں؟ حلال ہیں یا حرام؟ انسان کو ایسی چیزیں اپنانی چاہیے، جن کے اچھے اور حلال ہونے کا یقین ہو۔ کیوں کہ ان سے انسان کا دل مطمئن رہتا ہے۔ جب کہ شک و شبہ والی چیزیں انسان کے دل کو بے چین اور مضطرب رکھتی ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے تمام معاملات کی بنیاد یقین پر رکھے اور بصیرت و آگہی کے ساتھ دین پر عمل کرے۔
٢. مشتبہ چیزوں میں پڑنے کی ممانعت۔
٣. اگر آپ اطمینان اور آرام چاہتے ہیں تو مشکوک چیزوں کو ترک کر دیں اور ان سے دامن کش ہو جائیں۔

۴. اللہ تعالی اپنے بندوں پر رحیم ومہربان ہے، بایں طور کہ اس نے انہیں ایسے کاموں کا حکم دیاہے جن سے ذہن ودل کا سکون حاصل ہوتا ہے اور ایسے کاموں سے منع فرمایاہے جن سے بے قراری اور حیرانگی پیدا ہوتی ہے۔

(۴۵۶۴)

(۲۰۰) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا، مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۰۰)–ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے ان خیالات کو معاف کر دیاہے، جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں، جب تک ان پر عمل نہ کرلیا جائے یا زبان سے ادا نہ کر دیا جائے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ ایک مسلمان کے دل میں آنے والے برے خیالات کی بناپر اس وقت تک اس کا مواخذہ نہیں ہوگا، جب تک ان پر عمل نہ کیاجائے یا ان کو بولا نہ جائے۔ کیوں کہ اس طرح کے خیالات معاف ہیں۔ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ امت محمدیہ کے افراد کے ذہن ودماغ میں گردش کرنے والے اور ان کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات کو اس وقت تک قابل مواخذہ قرار نہیں دیاہے، جب تک دل کے اندر بیٹھ نہ جائیں اور دل ان سے مطمئن نہ ہو جائے۔ ہاں جس کے دل میں تکبر، گھمنڈ اور نفاق وغیرہ برے خیالات بیٹھ جائیں اور جگہ بنالیں، یا جو اپنے اعضاء سے ان پر عمل کرلے یا زبان سے ان کا اظہار کر دے، تو پھر وہ قابل مواخذہ ہوگا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

ا. اللہ تبارک وتعالی نے ان افکار وخیالات کو معاف کر دیا ہے، جو دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی انسان اپنے دل میں ان کے بارے میں سوچتا ہے اور اس کے ذہن میں وہ خیالات گزرتے ہیں۔

۲. اگر انسان کے ذہن میں طلاق کا خیال آئے لیکن نہ وہ زبان سے بولے اور نہ قلم سے تحریر کرے تو اس کا اپنے دل میں طلاق کی بات کرنا اور اس بارے میں سوچنا طلاق شمار نہیں کیا جائے گا۔

۳. دل سے گزرنے والے خیالات چاہے جتنے بڑے ہوں، اس وقت تک قابل مواخذہ نہیں ہیں، جب تک دل کے اندر جاگزیں نہ ہو جائیں اور انسان ان پر عمل نہ کرے یا زبان سے ان کو نہ بولے۔

۴. امت محمدیہ کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے دل میں آنے والے برے خیالات کی باز پرس نہیں ہو گی۔ جب کہ پہلے کی تمام امتوں سے باز پرس ہونی ہے۔

(۵۸۱۴۴)

(٢٠١) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۰۱)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ تمھارے جسموں اور تمھاری شکلوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے"۔ [صحیح] - [اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ اللہ بندوں کے رنگ وروپ اور ان کے جسموں کو نہیں دیکھتا کہ خوب صورت ہیں یا بد صورت؟ تندرست ہیں یا بیمار؟ ان کی دولت بھی نہیں دیکھتا کہ کم ہے یا

زیادہ؟ اللہ عزوجل ان چیزوں اور ان چیزوں میں ان کے تفاوت کی بنیاد پر ان کا حساب نہیں لیتا۔ اللہ ان کے دلوں اور دلوں کے اندر موجود تقوی، یقین، سچائی، اخلاص یا پھر ریاکاری اور شہرت طلبی کو دیکھتا ہے۔ اللہ بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہے کہ صحیح ہیں یا غلط اور انھیں باتوں کی بنیاد پر ان کو جزا یا سزا دیتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. دل کی اصلاح اور اسے ہر مذموم صفت سے پاک صاف رکھنے کا اہتمام۔
٢. دل کی اصلاح اخلاص پر مبنی ہے اور عمل کی درستگی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر۔ اللہ کے یہاں یہی دونوں چیزیں دیکھی جاتی ہیں اور انہی کا اعتبار ہے۔
٣. انسان کو مال و دولت، خوب صورتی اور اس دنیا کی کسی بھی چیز کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے۔
٤. اس میں باطن کی اصلاح کی بجائے ظاہر پر توجہ مبذول کرنے سے خبردار کیا گیا ہے۔

(٤٥٥٥)

(٢٠٢) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: قال رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ اللهَ يَغَارُ، وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ عَلَيْهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٠٢)- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور بے شک مؤمن کو بھی غیرت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو غیرت اس بات پر آتی ہے کہ بندہ وہ کام کرے، جسے اللہ نے اس پر حرام کیا ہے“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ بے شک اللہ کو غیرت آتی ہے اور وہ نفرت اور ناپسند کرتا ہے۔ اللہ کو غیرت اس بات پر آتی ہے کہ مؤمن زنا، لواطت، چوری اور شراب نوشی جیسے گناہ کے کام کرے، جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

ا. جب اللہ کے محارم کو پامال کیا جائے، تو اس کے غضب اور اس کی سزا کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

(٣٣٥٤)

(٢٠٣) – عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: «الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٠٣)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو“۔ صحابۂ کرام نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی ایسی جان کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن مؤمنہ عورتوں پر تہمت لگانا“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو سات ہلاک کرنے والے جرائم اور گناہوں سے دور رہنے کا حکم دے رہے ہیں۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ وہ سات جرائم اور گناہ کیا ہیں؟ تو فرمایا:

۱- شرک کرنا۔ یعنی کسی کو کسی بھی طرح سے اللہ کے جیسا قرار دینا اور کوئی بھی عبادت غیر اللہ کے لیے کرنا۔ شرک سے آغاز اس لیے کیا کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

۲- جادو کرنا۔ جادو نام ہے اس طرح گرہ لگانے، دم کرنے اور دواؤں وغیرہ کے استعمال کا، جو جادو کیے ہوئے شخص کے جسم میں اثر انداز ہو کر اس کی جان لے لے، یا اسے بیمار کر دے یا میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دے۔ یہ ایک شیطانی عمل ہے۔ اس کے بیش تر حصے کے لیے شرک کرنے اور ناپاک ارواح کو خوش کرنے والے کچھ کام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

۳- کسی ایسی جان کا قتل کرنا، جسے کسی شرعی سبب کے بغیر قتل کرنے سے اللہ نے منع کیا ہو اور شرعی سبب کے پائے جانے پر بھی قتل کرنے کا کام حاکم کا ہو۔

۴- سود لینا، چاہے اسے کھایا جائے اور اس سے کسی اور طرح سے فائدہ اٹھایا جائے۔

۵- ایسے نابالغ بچے کا مال ہڑپ لینا، جس کا باپ مر گیا ہو۔

۶- کفار کے ساتھ ہو رہی جنگ کے میدان سے بھاگ کھڑا ہونا۔

۷- پاک دامن آزاد عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ اسی طرح مردوں پر بھی زنا کی تہمت لگانا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. یاد رہے کہ بڑے گناہ صرف سات ہی نہیں ہیں۔ البتہ ان سات کا ذکر ان کی خطرناکی کے پیش نظر کیا گیا ہے۔

٢. قصاص، ارتداد اور محصن (شادی شدہ) ہونے کے باوجود زنا کرنے پر جان کو قتل کرنا جائز ہے اور یہ کام شرعی حاکم کرے گا۔

(٣٣٣١)

(٢٠٤) - عن أبي بكرة رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟» ثَلَاثًا، قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ» وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: «أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ»، قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ. [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٠٤)-ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟" یہ بات آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تین مرتبہ دہرائی۔ لوگوں نے کہا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔" آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پہلے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، لیکن سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور پھر فرمایا: "خبردار! جھوٹی بات کہنا"۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس بات کو اتنی مرتبہ دہراتے رہے کہ ہم نے کہا: کاش آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خاموش ہو جائیں"۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں بتاتے ہوئے ان تین گناہوں کا ذکر کیا:

١- اللہ کا شریک ٹھہرانا: شرک نام ہے کوئی بھی عبادت اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے کرنے اور غیر اللہ کو الوہیت، ربوبیت اور اسماء وصفات میں اللہ کے برابر لا کھڑا کرنے کا۔

٢- ماں باپ کی نافرمانی: یعنی قول و فعل کے ذریعہ یا ان کی خدمت میں کوتاہی کر کے ان کو کسی طرح کی تکلیف دینا۔

۳- جھوٹ بولنا، جس میں جھوٹی گواہی دینا بھی شامل ہے: اس سے مراد ہر وہ گھڑی ہوئی اور جھوٹی بات ہے، جس کا مقصد کسی کا مال ہڑپنا یا کسی کو بے عزت کرنا وغیرہ ہو۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولنے سے بار بار خبردار کرکے یہ بتایا ہے کہ جھوٹ ایک بری چیز ہے اور سماج پر اس کے بڑے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آپ نے جھوٹ بولنے سے اتنی بار خبردار کیا کہ صحابہ نے آپ کی پریشانی کو دیکھ کر کہا کہ کاش آپ خاموش ہو جاتے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. سب سے بڑا گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے، کیوں کہ اللہ نے اسے سب سے پہلا اور سب سے بڑا کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔ اس کی تاکید اللہ تعالی کا یہ قول بھی کرتا ہے: "یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جس کے لئے جو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔"

۲. والدین کے حقوق کی اہمیت، کیوں کہ اللہ تعالی نے ان کا حق اپنے حق کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔

۳. گناہ کی دو قسمیں ہیں؛ صغیرہ گناہ اور کبیرہ گناہ۔ کبیرہ گناہ سے مراد ہر وہ گناہ ہے، جس کی کوئی دنیوی سزا متعین ہو، جیسے حدود اور لعنت وغیرہ یا جس پر کوئی اخروی وعید سنائی گئی ہو، جیسے جہنم میں داخلے کی وعید۔ کبیرہ گناہوں میں سے بھی کچھ گناہوں کی حرمت دیگر کبیرہ گناہوں کے مقابلے میں زیادہ شدید ہے۔ جب کہ صغیرہ گناہوں سے مراد کبیرہ گناہ کے علاوہ دیگر گناہ ہیں۔

(۲۹۳۱)

(٢٠٥) – عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «الْكَبَائِرُ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(٢٠٥)–عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: "کبیرہ گناہ ہیں: اللہ کا شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی کا قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔" [صحیح] -[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبیرہ گناہ بیان کر رہے ہیں۔ دراصل کبیرہ گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں، جن میں ملوث ہونے والوں کو دنیا یا آخرت کی کوئی سخت وعید سنائی گئی ہو۔

چنانچہ سب سے پہلا کبیرہ گناہ ہے اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ یاد رہے کہ شرک نام ہے کوئی بھی عبادت اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے کرنے اور غیر اللہ کو الوہیت، ربوبیت اور اسما و صفات میں اللہ کے برابر لا کھڑا کرنے کا۔

دوسرا کبیرہ گناہ ہے والدین کی نافرمانی کرنا۔ واضح رہے کہ اس سے مراد والدین کو تکلیف دینے والا ہر قول و فعل اور ان کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرنا ہے۔

تیسرا گناہ ناحق کسی کو جان سے مار دینا ہے۔ مثلا کسی کو ظلم و سرکشی کے طور پر مار دینا۔

چوتھا گناہ ہے جھوٹی قسم کھانا۔ یعنی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔ اسے عربی میں "یمین غموس" اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ قسم کھانے والے کو گناہ یا جہنم میں ڈبو دیتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. جھوٹی قسم کھانا اتنا خطرناک گناہ اور بڑا جرم ہے کہ اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔ بلکہ توبہ ہی

اسے مٹا سکتی ہے۔

٢. اس حدیث میں ان چار کبیرہ گناہوں پر اکتفا دراصل ان کی سنگینی کے پیش نظر کیا گیا ہے، یہ بتانے کے لیے نہیں کہ کبیرہ گناہ یہی چار ہیں۔

٣. گناہ کی دو قسمیں ہیں؛ صغیرہ گناہ اور کبیرہ گناہ۔ کبیرہ گناہ سے مراد ہر وہ گناہ ہے، جس کی کوئی دنیوی سزا متعین ہو، جیسے حدود اور لعنت وغیرہ یا جس پر کوئی اخروی وعید سنائی گئی ہو، جیسے جہنم میں داخلے کی وعید۔ کبیرہ گناہوں میں سے بھی کچھ گناہ کی حرمت دیگر کبیرہ گناہوں کے مقابلے میں زیادہ شدید ہے۔ جب کہ صغیرہ گناہوں سے مراد کبیرہ گناہ کے علاوہ دیگر گناہ ہیں۔

(٣٠٤٤)

(٢٠٦) - عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ».

[صحيح] - [متفق عليه]

(٢٠٦)-عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔" [صحیح] - [متفق علیه]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ قیامت کے دن ایک دوسرے پر ظلم کے تعلق سے جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا، وہ خون جیسے قتل اور زخم وغیرہ ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

ا. خون کا معاملہ بڑا اہم ہے۔ کیوں کہ آغاز اہم ترین چیز سے کیا جاتا ہے۔

۲. گناہ ان سے جڑی ہوئی برائی کی وجہ سے بڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ کسی بے گناہ انسان کا قتل کرنا ایک بہت بڑی برائی ہے اور اللہ کے ساتھ کفر و شرک کے علاوہ کوئی بھی گناہ اس سے بڑا نہیں ہے۔

(۲۹۶۲)

(٢٠٧) – عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا». [صحيح] - [رواه البخاري]

(۲۰۷)–عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی معاہد کو قتل کیا، وہ جنت کی بو تک نہیں پائے گا، جب کہ اس کی بو چالیس سال کی مسافت سے مل جاتی ہے۔" [صحيح] -[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم اس شخص کو بڑی سخت وعید سنا رہے ہیں، جس نے کسی ایسے کافر کو جس کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ ہو قتل کیا۔ وعید یہ ہے کہ وہ جنت کی بو تک نہیں پائے گا، جب کہ اس کی بو چالیس سال کی مسافت تک جاتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

ا. معاہد، ذمی اور امن لے کر دارالاسلام میں داخل ہونے والے غیر مسلم کا قتل حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

٢. معاہد اپنے ملک میں رہنے والے ایسے غیر مسلم کو کہتے ہیں، جس سے اس بات کا عہد و پیمان ہو چکا ہو کہ وہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کرے گا اور مسلمان بھی اس سے جنگ نہیں کریں گے۔ ذمی ایسے غیر مسلم کو کہتے ہیں جو مسلم ملک میں رہتا ہو اور جزیہ ادا کرتا ہو۔ جب کہ مستامن ایسے غیر مسلم کو کہتے ہیں جو عہد و امان کے ساتھ متعینہ وقت تک کے لیے مسلم ملک میں داخل ہو۔

٣. اس حدیث میں غیر مسلموں سے کیے گئے وعدے کو توڑنے سے خبر دار کیا گیا ہے۔

(٦٤٦٣٧)

(٢٠٨) – عن جُبَير بن مُطْعِم رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٠٨)۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: "رشتے ناتے کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جس نے اپنے رشتے داروں سے ان کے واجب حقوق روک دیے، ان کو تکلیف دی یا ان کے ساتھ برا سلوک کیا، وہ اس بات کا حق دار ہے کہ جنت میں کبھی داخل نہ ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. رشتے ناتے کو کاٹنا کبیرہ گناہ ہے۔

٢. صلہ رحمی عام عرف کے مطابق کی جائے گی۔ اس کی نوعیت جگہ، وقت اور اشخاص کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔

٣. صلہ رحمی زیارت، صدقہ، اچھے برتاؤ، بیمار کی مزاج پرسی، بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے وغیرہ سے ہوتی ہے۔

۴. قطع رحمی جس قدر قریبی رشتے دار کی ہو گی، گناہ اتنا ہی زیادہ ہو گا۔

(٥٣٦٧)

(٢٠٩) – عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ».
[صحيح] - [متفق عليه]

(٢٠٩)–انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: ”جو اس بات کا خواہش مند ہو کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کر دی جائے، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کیا کرے“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم رشتے داروں کی صلہ رحمی کی ترغیب دے رہے ہیں۔ مثلا یہ کہ ان کی زیارت کی جائے اور ان کی جسمانی اور مالی مدد کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ صلہ رحمی روزی میں کشادگی اور درازئ عمر کا سبب ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. عربی لفظ "الرَّحِم" سے مراد والد اور والدہ دونوں کی طرف کے رشتے دار ہیں۔ رشتہ جتنا قریب کا ہو گا، صلہ رحمی کا اتنا ہی حق دار ہو گا۔

٢. انسان کو جزا اسی نوعیت کی دی جاتی ہے، جس نوعیت کا اس کا عمل ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص حسن سلوک اور احسان کے ذریعے صلہ رحمی کرتا ہے، اللہ اس کی عمر اور روزی میں برکت عطا کرتا ہے۔

٣. صلہ رحمی روزی میں کشادگی اور درازئ عمر کا سبب ہے۔ حالاں کہ ویسے تو روزی اور عمر دونوں چیزیں متعین ہوتی ہیں، لیکن کبھی کبھی عمر اور روزی میں برکت ہو جاتی ہے اور انسان اپنی

زندگی میں دوسرے لوگوں سے زیادہ مقدار میں اور زیادہ نفع بخش کام کر جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ روزی اور عمر میں زیادتی سے مراد حقیقی زیادتی ہے۔ واللہ اعلم

(۵۳۷۲)

(۲۱۰) – عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا». [صحيح] - [رواه البخاري]

(۲۱۰)–عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ”رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلے میں رشتہ جوڑے، بلکہ رشتہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس سے ناتا توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے“۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ: اصلا رشتہ جوڑنے اور رشتے داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا وہ نہیں ہے، جو بھلائی کے بدلے میں بھلائی کرے۔ بلکہ اصل رشتہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑنے کا کام کرے۔ اس کے رشتے دار اس کے ساتھ برا کریں، تب بھی وہ ان کے ساتھ اچھا کرے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. شریعت کی نظر میں معتبر صلہ رحمی یہ ہے کہ قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے، ظلم کرنے والے کو معاف کیا جائے اور نہ دینے والے کو دیا جائے۔ بھلائی کے بدلے میں بھلائی کرنا اصل صلہ رحمی نہیں ہے۔

۲. صلہ رحمی کا مطلب ہے جہاں تک ہو سکے، رشتے داروں کو خیر پہنچانا۔ مثلا مالی مدد کرنا، ان

کے حق میں دعا کرنا، ان کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا وغیرہ۔ اسی طرح جہاں تک ہوسکے ان کو شر سے بچانا۔

(٣٨٥٤)

(٢١١) – عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟»، قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ»، قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢١١)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہوتی ہے؟" صحابہ کرام نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس انداز میں کرو، جو اسے ناپسند ہو"۔ پوچھا گیا کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں فی الواقع موجود ہو، تب بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو تم بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہے، تو تم نے اس کی غیبت کی ہے اور جو تم بیان کر رہے ہو، اگر وہ اس میں موجود نہیں ہے، تو تم نے اس پر تہمت باندھی"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں حرام کردہ غیبت کی حقیقت بیان فرمارہے ہیں۔ دراصل غیبت نام ہے کسی مسلمان کی غیر موجودگی میں اس کے بارے میں ایسی بات کرنے کا، جو اسے پسند نہ ہو۔ چاہے کہی گئی بات کا تعلق اس کے جسمانی بناوٹ سے ہو یا عادت و اخلاق سے۔ جیسے کسی کے بارے میں بھینگا، دھوکے باز اور جھوٹا وغیرہ ایسی باتیں کہنا، جن سے مذمت ہوتی ہو۔ چاہے وہ بات اس کے اندر موجود ہی کیوں نہ ہو۔

اگر موجود نہ ہو، تو یہ بہتان یعنی الزام تراشی ہے، جو کہ غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم دینے کا بہترین طریقہ کہ آپ مسائل کو سوال کی شکل میں پیش کرتے تھے۔

٢. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کا ادب واحترام کہ وہ صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کو بہتر معلوم ہے۔

٣. جس سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ نہ جانتا ہو، تو اسے اللہ بہتر جانتا ہے، کہہ دینا چاہیے۔

٤. شریعت اسلامیہ نے حقوق کی حفاظت کر کے اور لوگوں کے بیچ بھائی چارہ قائم کر کے ایک صاف ستھرا سماج بنانے کا کام کیا ہے۔

٥. غیبت حرام ہے، البتہ کچھ حالتوں میں کچھ مصلحتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی اجازت دی گئی ہے۔ ان میں ایک مصلحت ہے ظلم کو روکنا۔ مثلا مظلوم شخص کسی ایسے شخص کے سامنے ظالم کا ذکر کرے، جو اسے اس کا حق دلا سکے۔ وہ کہے کہ مجھ پر فلاں شخص نے ظلم کیا ہے یا میرے ساتھ فلاں شخص نے ایسا سلوک کیا ہے۔ شادی کرنے، ساجھے دار اور پڑوسی بننے وغیرہ کے بارے میں مشورہ کرنا بھی اس طرح کی مصلحتوں میں شامل ہے۔

(٥٣٢٦)

(٢١٢) – عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ شَرِبَ الخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَتُبْ، لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الآخِرَةِ». [صحيح] - [رواه مسلم وأخرج البخاري الجملة الأخيرة منه]

(٢١٢)–عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نشہ آور چیز 'خمر' (شراب) ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ کیے بنا اس کی لت لے کر مر گیا، وہ آخرت میں اسے پینے سے محروم رہے گا"۔

[صحیح]-[اسے مسلم نے روایت کیا ہے اور بخاری نے اس کا آخری جملہ روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ عقل کو غائب کر دینے والی ہر چیز خمر اور نشہ آور شے ہے۔ خواہ کھانے کی چیز ہو، پینے کی چیز ہو، سونگھنے کی چیز ہو یا کچھ اور۔ ساتھ ہی یہ کہ نشہ لانے والی اور عقل کو غائب کرنے والی ہر چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور اس کے استعمال سے منع کیا ہے۔ کم ہو یا زیادہ۔ جس نے کسی بھی نشہ آور شے کا استعمال پابندی سے کیا اور اس سے توبہ کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو گیا، تو وہ اللہ کے اس عقاب کا مستحق ہو گیا کہ جنت میں اسے شراب پینے سے محروم رکھا جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. شراب کو حرام قرار دیے جانے کی علت اس کا نشہ آور ہونا ہے۔ لہذا ہر نشہ آور شے حرام ہے۔

٢. اللہ تعالی نے شراب کو اس لیے حرام قرار دیا، کیوں کہ اس میں بڑے بڑے نقصانات اور

مفاسد مضمر ہیں۔

۳. جنت کے اندر شراب نوشی کمال لذت اور تمام نعمت کی دلیل ہوگی۔

۴. جو دنیا میں خود کو شراب نوشی سے نہیں روکے گا، اللہ اسے جنت کی شراب سے محروم رکھے گا۔ کیوں کہ انسان کو بدلہ اسی جنس کا دیا جاتا ہے، جس جنس کا اس کا عمل رہتا ہے۔

۵. موت سے پہلے جلد از جلد گناہوں سے توبہ کر لینے کی ترغیب۔

(۵۸۲۵۹)

(٢١٣) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ. [صحيح] - [رواه الترمذي وأحمد]

(۲۱۳)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فیصلے کے سلسلے میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔[صحیح]-[اسے ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ایسے لوگوں کے حق میں اللہ کی رحمت سے دھتکارے جانے اور دور کر دیے جانے کی بد دعا کی ہے، جو رشوت دیتے اور لیتے ہوں۔

اس کے اندر وہ چیزیں بھی شامل ہیں، جو قاضیوں کو ان فیصلوں کے بارے میں دی جاتی ہیں، جو ان کو کرنا ہوتا ہے اور جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دینے والا غلط طریقے سے اپنے حق میں فیصلہ دلوا لے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. رشوت دینا، لینا، اور رشوت میں واسطہ بننا اور اس میں کسی بھی طرح کی مدد کرنا حرام ہے،

کیوں کہ یہ غلط کام میں مدد کرنا ہے۔

۲. رشوت میں ملوث ہونا کبیرہ گناہ ہے، کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت کی ہے۔

۳. قضا اور فیصلے کے سلسلے میں رشوت دینا اور لینا زیادہ بڑا جرم اور سخت گناہ ہے۔ کیوں کہ یہ ظلم اور اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کو درکنار کرکے من مانی انداز میں فیصلہ کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔

(٦٤٦٨٩)

(٢١٤) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا» وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ «بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۱۴)–ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ”ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، خرید و فروخت کی بولی میں قیمت بڑھا کر ایک دوسرے کو دھوکا نہ دو، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور تم میں سے کوئی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔ اے اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہ کرے، اس کو بے سہارا نہ چھوڑے اور اس کو حقیر نہ سمجھے۔ تقویٰ یہاں ہے۔" اور آپ ﷺ نے یہ الفاظ اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمائے۔ "کسی بھی آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔۔ ہر مسلمان کا

خون، اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی ﷺ نے ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کی ہے اور اس کی کچھ ذمہ داریاں اور آداب بیان کیے ہیں۔ مثلا: پہلی وصیت: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو کہ ایک دوسرے کی نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنے لگو۔ دوسری وصیت: اگر سامان خریدنے کا ارادہ نہ ہو، تو بیچنے والے کا فائدہ یا خریدنے والے کا نقصان کرنے کے لیے اس کی قیمت نہ بڑھاؤ۔ تیسری وصیت: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ بغض نام ہے کسی کا برا کرنے کے بارے میں سوچنے کا۔ بغض محبت کی ضد ہے۔ البتہ اللہ کے لیے بغض اس سے مستثنی ہے۔ اللہ کے لیے بغض رکھنا واجب ہے۔ چوتھی وصیت: ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو۔ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ رکھو کہ تم اپنے بھائی سے منہ موڑو، اعراض کرو اور قطع تعلق کر لو اور وہ بھی تمھارے ساتھ ایسا ہی کرے۔ پانچویں وصیت: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی فروخت پر فروخت نہ کرے۔ مثلا جب کوئی شخص کسی سے کچھ خرید چکا ہو، تو اس سے یہ نہ کہو کہ میں اس سے کم قیمت میں اسی طرح کا سامان یا اسی قیمت پر اس سے بہتر سامان دے دوں گا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے ایک جامع وصیت کی اور فرمایا: مذکورہ منع کردہ امور سے ایسے دور رہو، آپس میں اس طرح محبت، نرم روی، شفقت، ملاطفت، نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے تعاون، صاف دلی اور ہر حال میں خیر خواہی کا معاملہ کرو کہ بھائی کی طرح دکھائی دو۔ اس اخوت کے کچھ تقاضے بھی ہیں، جیسے: اپنے مسلمان بھائی پر ظلم اور دست درازی نہ کرے۔ جب کسی مسلمان بھائی پر ظلم ہو رہا ہو اور آدمی اس کی مدد کر سکتا ہو اور اسے ظلم سے بچا سکتا ہو، تو اسے اکیلا اور بے سہارا نہ

چھوڑے۔ اسے حقیر و کم تر نہ جانے اور اسے ہیچ نظر سے نہ دیکھے۔ یہ رویہ دراصل دل میں موجود کبر کی وجہ سے سامنے آتا ہے۔ اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ تین بار بتایا کہ تقوی دل کے اندر ہوا کرتا ہے۔ تقوی، جس کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی حسن اخلاق کا پیکر ہو اور اللہ کا خوف اور اس کا دھیان رکھے، اگر وہ کسی کے دل میں جاگزیں ہو جائے تو وہ کسی مسلمان کو حقیر نہیں جان سکتا۔ انسان کے برا اور بد اخلاق ہونے کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے، جو دل میں موجود کبر و غرور کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے پیچھے مذکور باتوں پر مہر لگاتے ہوئے فرمایا کہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون حرام ہے، نہ اسے جان سے مار سکتا ہے، نہ زخمی کر سکتا ہے اور نہ مار پیٹ کر سکتا ہے اور نہ کوئی دوسری جسمانی اذیت دے سکتا ہے۔ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال حرام ہے، اسے ناحق لے نہیں سکتا۔ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت و آبرو بھی حرام ہے، اس کی ذات پر یا اس کے حسب و نسب پر زبان درازی نہیں کی جا سکتی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ایمانی اخوت کے سبھی تقاضوں پر عمل کرنے کا امر و حکم اور اس کے منافی اقوال و اعمال کے ارتکاب کی ممانعت۔
٢. تقوی کی بنیاد دل میں موجود اللہ کی معرفت، اس کی خشیت اور اس کا دھیان ہے۔ اسی تقوی کے نتیجے میں نیک اعمال وجود میں آتے ہیں۔
٣. ظاہری انحراف دل کے تقوے کی کم زوری کی دلیل ہے۔
٤. اپنے قول یا فعل سے کسی مسلمان کو کسی طرح کی اذیت دینے کی نہی۔
٥. کوئی مسلمان دوسرے کی طرح بننے کی تمنا کرے، تو یہ حسد کے دائرے میں نہیں آتا،

جب تک اس میں دوسرے کے پاس موجود نعمت کے زائل ہونے کی تمنا شامل نہ ہو۔ دوسرے کی طرح بننے کی تمنا کو رشک کہا جاتا ہے، جو جائز ہے اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

٦. انسان فطری طور پر اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی کسی کام میں اس سے آگے بڑھ جائے۔ ایسے میں اگر وہ دوسرے کی نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرے، تو یہ حسد ہے، جو کہ مذموم ہے۔ لیکن اگر اپنے اندر اس سے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرے، تو یہ رشک ہے، جو جائز ہے۔

٧. کسی مسلمان بھائی کے سودے پر سودا کرنے میں خریدار کو یہ بتانا داخل نہیں ہے کہ اس نے خریداری میں بڑا دھوکہ کھایا ہے۔ یہ تو خیر خواہی ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ نیت اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی ہو، بیچنے والے کو نقصان پہنچانا نہیں۔ اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے۔

٨. مسلمان بھائی کے سودے پر سودا کرنا اس وقت مانا نہیں جائے گا، جب تک دونوں خریدنے اور بیچنے پر راضی نہ ہوئے ہوں اور قیمت متعین نہ ہوئی ہو۔

٩. اللہ کے لیے رکھا جانے والا بغض اس حدیث میں منع کردہ بغض میں شامل نہیں ہے، بلکہ یہ واجب اور ایمان کی ایک مضبوط ترین کڑی ہے۔

(٤٧٠٦)

(٢١٥) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ؛ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢١٥)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "برے گمان

سے بچو، کیوں کہ برا گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔ کسی کی چھپی ہوئی باتوں کو دیکھنے اور سننے کی کوشش مت کرو، کسی کی کمیوں کو تاہیوں کے پیچھے نہ پڑو، ایک دوسرے سے حسد مت کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے کینہ کپٹ نہ رکھو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ایسی چیزوں سے منع کر رہے ہیں، جو مسلمانوں کے آپسی انتشار اور دشمنی کا سبب بنتی ہیں۔ ان میں سے کچھ چیزیں یہ ہیں:

"الظن": دل میں آنے والا ایسا برا خیال جس کی کوئی دلیل نہ ہو۔ آپ نے بتایا ہے کہ یہ سب سے بڑی جھوٹی باتوں میں سے ہے۔

"التَّحَسُّس": آنکھ یا کان کے ذریعے لوگوں کی چھپی ہوئی باتیں تلاش کرنا۔

"التَّجَسُّس": چھپی ہوئی باتیں تلاش کرنا۔ اس لفظ کا استعمال اکثر برائی کی ٹوہ میں پڑنے کے لیے ہوتا ہے۔

"الحسد": دوسروں کو نعمت ملے، اس بات کو ناپسند کرنا۔

"التدابر": لوگ ایک دوسرے سے ملیں اور کنی کاٹ کر نکل جائیں۔ نہ سلام کلام ہو اور نہ ایک دوسرے سے میل جول رکھیں۔

"التباغض": ایک دوسرے کو ناپسند کرنا اور ایک دوسرے سے نفرت کرنا۔ مثلا دوسروں کو اذیت دینا، کسی کو دیکھ کر منہ بنانا اور اچھے سے نہ ملنا۔

اخیر میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی جامع بات کہی، جس سے مسلمانوں کے آپسی تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں۔ فرمایا: "اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔" دراصل اخوت ایک ایسا رابطہ ہے، جس سے لوگوں کے تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں اور پیار و محبت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. کسی ایسے شخص کے بارے میں برا گمان رکھنا نقصان دہ نہیں ہے، جس کے اندر اس کے آثار دکھائی پڑتے ہوں۔ مؤمن کو اس بات سے خبر دار رہنا چاہیے کہ برے اور گناہ گار لوگوں سے دھوکہ نہ کھائے۔

۲. یہاں مقصد اس برے گمان سے دور رکھنا ہے، جو دل میں بیٹھ جائے اور نکلنے کا نام نہ لے۔ جہاں تک ایسے برے گمان کی بات ہے، جو دل میں آئے اور ٹھہرے بغیر نکل جائے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

۳. کسی کی برائی کی ٹوہ میں رہنا اور حسد وغیرہ یہ ساری چیزیں حرام ہیں، جو مسلم سماج کے افراد کے بیچ آپسی نفرت اور قطع تعلق کا سبب بنتی ہیں۔

۴. اس بات کی وصیت کہ ایک مسلمان کے ساتھ بھائی جیسا معاملہ کرتے ہوئے اس کی خیر خواہی کرنی چاہیے اور اس سے محبت رکھنی چاہیے۔

(٥٣٣٢)

(٢١٦) - عن حذيفة رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۱۶)- حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو کہتے ہوئے سنا: "جنت میں چغل خور داخل نہیں ہو گا۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ ایسا چغل خور شخص، جو لوگوں کے تعلقات خراب کرنے کے ارادے سے ایک کی بات دوسرے کو پہنچاتا پھرتا ہو، وہ اس سزا کا مستحق ہے کہ جنت میں داخل نہ

ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. چغل خوری کبیرہ گناہ ہے۔

۲. چغل خوری کی ممانعت، کیوں کہ یہ افراد اور جماعتوں کے لیے بڑی نقصان دہ چیز ہے۔

(۵۳۶۸)

(۲۱۷) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا المُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ المُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَيَقُولَ: يَا فُلَانُ، عَمِلْتُ البَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۱۷)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو کہتے ہوئے سنا: ”میری تمام امت معاف کر دی جائے گی سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والوں کے۔ اور اعلانیہ گناہ کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ کوئی شخص رات کو کسی گناہ کا ارتکاب کرے اور اس کی صبح اس حال میں ہو کہ اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالے رکھا ہو اور وہ (کسی سے) کہے کہ اے فلاں! میں نے کل رات یہ یہ کام کیا ہے۔ جب کہ اس کی رات اس حال میں گزری تھی کہ اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالے رکھا تھا، لیکن صبح ہوتے ہی وہ خود اپنے بارے میں اللہ کے پردے کو کھولنے لگا“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ اس بات کی امید رہتی ہے کہ اللہ گناہ کرنے والے مسلمان کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرے۔ لیکن ایسا فخر اور بے شرمی کے ساتھ گناہ کرنے والے کے ساتھ نہیں ہوتا۔ وہ شخص عفو و درگزر کا حق دار نہیں ہے، جو رات میں گناہ کرتا ہو اور

صبح لوگوں کو بتاتا پھرتا ہو کہ اس نے گزشتہ رات فلاں گناہ کیا ہے، جب کہ اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ پوری رات اللہ نے پردہ ڈالے رکھا اور صبح ہوتے ہی اس نے اسے تار تار کر دیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کی جانب سے پردہ پوشی کے بعد گناہ کا اعلان کرنے کی مذمت۔
٢. گناہ کا اعلان کرنا ایک طرح سے اہل ایمان کے درمیان برائی عام کرنا ہے۔
٣. اللہ جس کی دنیا میں پردہ پوشی فرمائے گا، آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ یہ دراصل بندوں پر اللہ کے بے پایاں فضل و کرم کی ایک مثال ہے۔
٤. جس سے کوئی گناہ ہو جائے، وہ اپنے گناہ کو چھپائے اور اللہ کے سامنے توبہ کرے۔
٥. گناہ کا اعلان کرنے والے بڑے گناہ کے حق دار ہیں، جو جان بوجھ کر گناہ کا اعلان کرتے پھرتے ہیں اور خود کو اللہ کے عفو و درگزر سے محروم کر لیتے ہیں۔

(٣٧٥٦)

(٢١٨) – عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا، فَالنَّاسُ رَجُلَانِ: بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيمٌ عَلَى اللهِ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللهِ، وَالنَّاسُ بَنُو آدَمَ، وَخَلَقَ اللهُ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ، قَالَ اللهُ: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ} [الحجرات: ١٣]». [صحيح] - [رواه الترمذي وابن حبان]

(٢١٨)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطاب فرمایا: ”لوگو! اللہ تعالی نے تم سے جاہلیت کا فخر و غرور اور خاندانی تکبر ختم کر دیا

ہے۔ اب لوگ صرف دو طرح کے ہیں: اللہ کی نظر میں نیک متقی، کریم و شریف اور دوسرا فاجر و بد بخت، اللہ کی نظر میں ذلیل و کمتر۔ لوگ سب کے سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ}﴿اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے﴾ [سورہ حجرات: ۱۳] [صحیح]-[اسے ترمذی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فتح مکہ کے دن لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! اللہ نے تم سے جاہلی دور کے کبر و نخوت اور آبا و اجداد پر فخر کرنے کے طور طریقے کو دور کر دیا ہے۔ اب لوگ دو طرح کے ہیں:

یا تو نیکوکار، پرہیز گار، فرماں بردار اور اللہ عز و جل کی عبادت کرنے والا مؤمن ہے، جو کہ اللہ تعالی کی نظر میں قابل احترام ہے، چاہے لوگوں کی نظر میں حسب نسب والا نہ بھی ہو۔

یا پھر بدکار اور بدبخت کافر ہے، جو کہ اللہ کی نظر میں بے وقعت ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، چاہے لوگوں کی نظر میں حسب نسب والا اور عہدے اور منصب والا ہی کیوں نہ ہو۔

سارے کے سارے لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اس لیے مٹی سے پیدا ہونے والے انسان کو تکبر اور خود پسندی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی تائید اللہ تعالی کے اس فرمان سے ہوتی ہے: {يا أيها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم

عند الله أتقاكم إن الله عليم خبير}(اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے)۔[سورہ حجرات:۱۳]

حدیث کے کچھ فوائد:

۱- حسب ونسب پر فخر کرنے کی ممانعت۔

(٦٥٠٧٤)

(٢١٩) - عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الأَلَدُّ الخَصِمُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۱۹)- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ وہ آدمی ہے، جو سخت جھگڑالو ہو“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی سخت جھگڑالو قسم کے شخص سے نفرت کرتا ہے، جو حق بات کو تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوتا ہو اور اسے اپنی بحث سے نکارنے کی کوشش کرتا ہو یا پھر جھگڑتا تو حق بات کے لیے ہو، لیکن جھگڑتے وقت حدّ اعتدال کو پار کر جاتا ہو اور بلا علم بحث کرتا ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. مظلوم شخص کا شرعی طریقے سے عدالت میں جاکر اپنا حق مانگنا مذموم جھگڑے کے دائرے میں نہیں آتا۔

۲. بحث ومباحثہ اور جھگڑا زبان کی آفتوں میں سے ایک آفت ہے، جو مسلمانوں کے بیچ افتراق وانتشار کا سبب بنتا ہے۔

۳۔ بحث اگر حق کے لیے کی جائے اور اس کا طریقہ اچھا ہو، تو قابل تعریف ہے۔ لیکن اگر حق بات کو دبانے اور باطل کو ثابت کرنے کے لیے کی جائے، یا پھر بنا کسی دلیل کے کی جائے، تو قابل مذمت ہے۔

(٥٤٧٤)

(٢٢٠) – عن أبي بَكرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: «إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۲۰)–ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جب دو مسلمان تلواریں سونت کر ایک دوسرے کے مد مقابل آجائیں، تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہوں گے۔" میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! یہ شخص تو قاتل ہے (اس لیے جہنمی ہوا)، مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ بھی اپنے مد مقابل کو قتل کرنا چاہتا تھا“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی ﷺ بتا رہے ہیں کہ جب دو مسلمان اپنے اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر ایک دوسرے کے مد مقابل آ جائیں اور دونوں ایک دوسرے کی جان لینے پر آمادہ ہوں، تو قاتل اپنے بھائی کا قتل کرنے کی وجہ سے جہنمی ہو گا۔ صحابہ کو حدیث میں کہی گئی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ مقتول کیوں جہنم میں جائے گا؟ چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا کہ وہ جہنمی اس لیے ہو گا کہ وہ بھی اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ تھا اور وہ اپنے ارادے میں کام یاب اس لیے نہیں ہو سکا کہ اس کا مد مقابل اپنے ارادے میں کام یاب ہو گیا اور اس پر سبقت لے گیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. دل سے گناہ کا پختہ ارادہ کرنے والا اور اس کے اسباب کو بروئے کار لانے والا سزا کا مستحق ہے۔

۲. مسلمانوں کو آپسی لڑائی سے گریز کی سخت تاکید کی گئی ہے اور اس پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

۳. حق کی بنیاد پر مسلمانوں کے بیچ ہونے والی لڑائی اس وعید کے دائرے میں نہیں آئے گی۔ مثلا باغیوں اور فساد برپا کرنے والوں سے لڑائی۔

۴. کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو محض کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر نہیں ٹھہرایا جائے گا، کیوں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے باہم لڑنے والے دو لوگوں کو مسلمان کہا ہے۔

۵. جب دو مسلمان کسی بھی ایسے ہتھیار کے ساتھ آمنے سامنے ہو جائیں، جس سے جان لی جا سکتی ہو اور ان میں سے ایک شخص دوسرے شخص کی جان لے لے، تو جان لینے والے اور جان سے ہاتھ دھونے والا دونوں جہنمی ہوں گے۔ اس حدیث میں تلوار کا ذکر محض مثال کے طور پر ہوا ہے۔

(٤٣٠٤)

(٢٢١) – عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۲۱)– ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ نے فرمایا:

"جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے اور ان کو لوٹنے کے لیے ان پر

ہتھیار اٹھانے سے خبر دار کر رہے ہیں۔ جس نے ناحق ایسا کیا، اس نے بہت بڑا جرم اور کبیرہ گناہ کیا اور اس سخت وعید کا حق دار ہو گیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس حدیث میں اس بات سے بڑے سخت انداز میں خبر دار کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔

٢. مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانا اور ان کو قتل کرنا بہت ہی غلط کام اور زمین میں بہت بڑا فساد برپا کرنا ہے۔

٣. مذکورہ وعید کے دائرے میں حق کی بنیاد پر لڑی جانے والی جنگ، جیسے باغیوں اور فساد برپا کرنے والوں وغیرہ سے جنگ نہیں آتی۔

٤. مسلمانوں کو ہتھیار وغیرہ دکھا کر خوف زدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ چاہے مذاق کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔

(٢٩٩٧)

(٢٢٢) – عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: «لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا». [صحيح] - [رواه البخاري]

(٢٢٢)– عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: ”مرے ہوئے لوگوں کو برا مت کہو؛ کیوں کہ جو اعمال انھوں نے آگے بھیجے، ان تک وہ پہنچ چکے ہیں“۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ مرے ہوئے لوگوں کو برا کہنا اور ان کی عزت و آبرو پہ ہاتھ لگانا حرام ہے اور یہ بد اخلاقی ہے۔ کیوں کہ انھوں نے جو بھی بھلے برے اعمال آگے

بھیجے ہیں، ان تک وہ پہنچ چکے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کو اگر برا کہا جائے، تو یہ بات ان تک نہیں پہنچتی، لیکن زندہ لوگوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مرے ہوئے لوگوں کو برا کہنا حرام ہے۔
٢. مرے ہوئے لوگوں کو گالی دینے سے گریز اس لیے کرنا چاہیے تا کہ زندہ لوگوں کو اذیت نہ پہنچے اور سماج کو آپسی دشمنی اور بغض وعناد سے محفوظ رکھا جا سکے۔
٣. مرے ہوئے لوگوں کو گالی دینے سے منع کرنے کے پیچھے حکمت یہ ہے کہ مرے ہوئے لوگ اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال تک پہنچ چکے ہیں، لہذا ان کو گالی دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، جب کہ اس سے اس کے زندہ رشتے داروں کو تکلیف ہوتی ہے۔
٤. انسان کو ایسی کوئی بات نہیں کرنی چاہیے، جو مصلحت سے خالی ہو۔

(٥٣٦٤)

(٢٢٣) – عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ، فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٢٣)–ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: ”کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ رشتہ منقطع رکھے۔ دونوں ایک دوسرے سے ملیں اور یہ بھی منہ پھیر لے اور وہ بھی منہ پھیر لے۔ ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے، جو سلام میں پہل کر لے“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ تک بات چیت بند رکھے اور یہ حالت بنائے رکھے کہ دونوں ایک دوسرے سے ملیں، لیکن سلام کلام کچھ نہ ہو۔

ان دونوں میں بہتر شخص وہ ہے جو قطع کلامی کے اس سلسلے کو توڑے اور آگے بڑھ کر سلام کرے۔ معلوم رہے کہ یہاں بات چیت بند رکھنے سے مراد ذاتی مفاد کی خاطر بات چیت بند رکھنا ہے۔ رہی بات اللہ کے حق کی خاطر بات چیت بند رکھنے کی، جیسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والوں، بدعتیوں اور برے ساتھیوں سے قطع کلامی کرنا، تو اس کے لیے وقت کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ اس کا تعلق قطع کلامی کے پیچھے کار فرما مصلحت سے ہے۔ جیسے ہی یہ مصلحت دور ہو جائے، قطع کلامی کا سلسلہ بند ہو جانا چاہیے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. انسانی طبیعت کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے تین دن یا اس سے کم وقت تک بات چیت بند رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔
٢. سلام کی فضیلت، سلام سے دل کی کدورتیں دور ہوتی ہیں اور سلام محبت کی نشانی ہے۔
٣. اسلام مسلمانوں کے بیچ اخوت اور محبت کی فضا قائم کرنا چاہتا ہے۔

(٥٣٦٥)

(٢٢٤) – عن سهل بن سعد رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ».

[صحيح] - [رواه البخاري]

(۲۲۴)- سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: ”جو شخص مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرم گاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں“۔

[صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم دو باتیں بتا رہے ہیں، جن کا التزام کرنے والا جنت میں داخل ہو گا۔

۱- زبان کو ایسی باتوں سے محفوظ رکھنا، جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔

۲- زنا میں واقع ہونے سے شرم گاہ کی حفاظت کرنا۔

کیوں کہ ان دونوں اعضا سے کثرت سے گناہ ہو جایا کرتے ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. زبان اور شرم گاہ کی حفاظت جنت میں داخلہ ملنے کا سبب ہے۔
٢. زبان اور شرم گاہ کا ذکر بطور خاص اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ دونوں اعضا دنیا و آخرت کی آزمائش کے سب سے بڑے سرچشمے ہیں۔

(۳۴۷۵)

(٢٢٥) - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً- قَالَ: سَمِعْتُ أَرْبَعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَعْجَبْنَنِي، قَالَ: «لَا تُسَافِرِ المَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ: الفِطْرِ وَالأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا بَعْدَ العَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى، وَمَسْجِدِي هَذَا». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٢٥)- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک ہوئے تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے چار باتیں سنی ہیں، جو مجھے بڑی اچھی لگتی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے: "کوئی عورت دو دن کی مسافت کے سفر پر اس وقت تک نہ نکلے، جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا اس کا کوئی محرم نہ ہو، دو دنوں میں روزہ نہیں ہے، عید الفطر کے دن اور عید الاضحی کے دن، صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہیں ہے اور سفر کر کے بس تین مسجدوں کی جانب جانا جائز ہے، مسجد حرام، مسجد اقصی اور میری یہ مسجد۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے چار باتوں سے منع کیا ہے:

١- عورت کو دو دن کی مسافت اپنے شوہر یا کسی محرم کے بغیر اکیلے طے کرنے سے منع کیا ہے۔ محرم سے مراد بیٹا، باپ، بھتیجا، بھانجا، چچا اور ماموں وغیرہ ایسے لوگ ہیں، جن سے ہمیشہ کے لیے شادی حرام ہے۔

٢۔ عید الفطر اور عید الاضحی کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت۔ روزہ نذر کا ہو یا نفلی ہو یا کفارے کا۔

۳- عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک نفل نماز پڑھنے کی ممانعت۔

۴- حدیث میں ذکر شدہ تین مسجدوں کو چھوڑ کر کسی اور سرزمین کا سفر کرنے، اس کی فضیلت کا عقیدہ رکھنے اور وہاں زیادہ ثواب ملنے کا عقیدہ رکھنے کی ممانعت۔ ان تین مسجدوں کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کا سفر، وہاں نماز پڑھنے کے ارادے سے نہیں کیا جائے گا۔ کیوں کہ ان تین مسجدوں، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی کے علاوہ کسی اور جگہ میں نماز پڑھنے سے نماز کے ثواب میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. محرم کے بغیر عورت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

٢. ایک عورت سفر میں دوسری عورت کا محرم نہیں بن سکتی۔ کیوں کہ حدیث کے الفاظ ہیں: "زوجُها أو ذو محرم" یعنی عورت کا شوہر یا اس کا کوئی محرم۔

٣. ہر وہ مسافت جسے طے کرنے کو سفر کہا جائے، عورت کے لیے شوہر یا محرم کے بغیر اسے طے کرنا ممنوع ہوگا۔ یہ حدیث دراصل سائل کے حسب حال اور حسب موقع ہے۔

٤. محرم سے مراد عورت کا شوہر یا ایسا شخص ہے، جس سے ابدی طور پر شادی حرام ہو۔ یہ حرمت قرابت کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے، جیسے باپ، چچا اور ماموں۔ رضاعت کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے، جیسے رضاعی باپ اور رضاعی چچا۔ سسرالی رشتے کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے، جیسے سسر۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مسلمان، بالغ، عقل مند، ثقہ اور ایسا شخص ہو کہ خود اس سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ کیوں کہ محرم کا مقصد عورت کو تحفظ فراہم کرنا اور اس کے مصالح کی تکمیل ہے۔

٥. اسلامی شریعت نے عورت کا اور اسے تحفظ فراہم کرنے کا خاص خیال رکھا ہے۔

٦. فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد عام نفل نمازیں درست نہیں ہیں۔ البتہ اس سے فوت ہوئی فرض نمازوں کی قضا اور اسباب والی نمازیں، جیسے تحیۃ المسجد وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔

٧. سورج طلوع ہونے کے فوراً بعد نماز پڑھنا حرام ہے۔ اتنا انتظار کر لینا ضروری ہے کہ سورج ایک نیزے کے برابر اوپر اٹھ جائے، جس کی مدت لگ بھگ دس سے پندرہ منٹ ہے۔

٨. عصر کا وقت سورج ڈوبنے تک رہتا ہے۔

٩. اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ تینوں مساجد کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔

١٠. مذکورہ تینوں مسجدوں کی فضیلت اور دیگر مسجدوں پر ان کا امتیاز۔

١١. قبروں کی زیارت کے لیے سفر جائز نہیں ہے۔ قبر خواہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیوں نہ ہو۔ البتہ اس کی زیارت مدینے کے اندر رہنے والے یا کسی مشروع یا جائز مقصد سے وہاں پہنچنے والے کے لیے جائز ہے۔

(١٠٦٠٣)

(٢٢٦) – عن أسامة بن زيد رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

«مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٢٦)– اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا، جو مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ ضرر رساں ہو“۔ [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ آپ نے اپنے بعد مردوں کے حق میں ایسی کوئی آزمائش

نہیں چھوڑی، جو عورتوں سے زیادہ نقصان دہ ہو۔ عورت اگر اس کے گھر کی ہے، اس کی جانب سے کی جانے والی شریعت کی مخالفت کی وجہ سے مرد کو نقصان ہوتا ہے اور اگر گھر کی نہ ہو، تو اس کے ساتھ ملنے جلنے اور خلوت میں رہنے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی برائیوں کی وجہ سے مرد کا نقصان ہوتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ایک مسلمان کو عورت کے فتنے سے خبر دار رہنا چاہیے اور اس فتنے کی جانب لے جانے والے ہر راستے کو بند رکھنا چاہیے۔

٢. مؤمن کو اللہ سے رشتہ مضبوط رکھنا چاہیے اور فتنوں سے سلامتی کے لئے اللہ کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

(٥٨٣٠)

(٢٢٧) – عَن عَبْدِ اللَّهِ بنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٢٧)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اسی دوران آپ نے کہا: "اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے۔ کیوں کہ نکاح نظر کو نیچی رکھنے اور شرم گاہ کو (بُرائی سے) محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے اور اگر کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو، تو اسے چاہیے کہ روزے رکھے۔ کیوں کہ روزہ اس کی شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماع اور نکاح کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقت رکھنے والے تمام افراد کو شادی کرنے کی ترغیب دی ہے۔ کیوں کہ نکاح کر لینے کے بعد اس کی نظر اور شرم گاہ حرام چیزوں سے زیادہ محفوظ رہے گی اور بے حیائی کے کاموں میں پڑنے کے امکانات گھٹ جائیں گے۔ اگر کسی کے پاس نکاح کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو اور وہ جماع کی قوت رکھتا ہو، تو اسے روزے کا اہتمام کرنا چاہیے، کیوں کہ روزہ شہوت گھٹانے کا کام کرتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مذہب اسلام پاک دامنی کے اسباب مہیا کرنے اور بے حیائیوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

٢. نکاح کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھنے والے کو روزے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیوں کہ اس سے شہوت کمزور ہوتی ہے۔

٣. یہاں روزے کی تشبیہ 'وجاء' (خصی کرنے) سے اس لیے دی گئی ہے کہ 'وجاء' (خصی کرنا) نام ہے دونوں خصیوں کی رگوں کو کاٹ دینے کا، جس کے نتیجے میں جماع کی شہوت ختم ہو جاتی ہے اور بالکل اسی طرح روزے سے جماع کی شہوت کمزور ہو جاتی ہے۔

(٥٨٦٣)

(٢٢٨) - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢٢٨)- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا شیریں اور سرسبز وشاداب ہے اور اللہ اس میں تمہیں یکے بعد دیگرے بھیجنے والا ہے اور وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ لہذا دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو، کیونکہ بنی اسرائیل میں رونما ہونے والا پہلا فتنہ عورتوں کا ہی تھا۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ دنیا چکھنے میں میٹھی اور دیکھنے میں سرسبز وشاداب ہے، اس لیے انسان اس کے دھوکے میں آجاتا ہے، اس پر ٹوٹ پڑتا ہے اور اسے اپنا سب سے بڑا مقصد بنالیتا ہے۔ جب کہ اللہ نے اس دنیوی زندگی میں ہمیں ایک دوسرے کا جانشیں بنادیا ہے، تاکہ یہ دیکھے کہ ہمارا عمل کیسا رہتا ہے؟ ہم اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارتے ہیں یا اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ اس کے بعد آپ نے بتایا: اس بات سے خبردار رہنا کہ دنیا کے ساز وسامان اور چمک دمک تم کو دھوکے میں ڈال دیں اور اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں میں ملوث ہونے پر آمادہ کرلیں۔ دنیا کے جن فتنوں سے سب سے زیادہ بچنا ضروری ہے، ان میں سے ایک فتنہ عورتوں کا فتنہ ہے۔ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں سے ہی متعلق تھا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. تقوی کی راہ پر چلنے اور دنیا کی ظاہری چمک دمک کے شکار نہ ہونے کی ترغیب۔
٢. اس حدیث میں عورتوں کے فتنے میں پڑنے، جیسے اجنبی عورتوں کو دیکھنے اور ان کے ساتھ تنہائی میں رہنے وغیرہ سے خبردار کیا گیا ہے۔
٣. عورتوں کا فتنہ دنیا کے بڑے فتنوں میں سے ایک ہے۔
٤. ہمیں پچھلی امتوں سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ کیوں کہ جو کچھ بنی اسرائیل کے ساتھ

ہوا، وہ دوسروں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

۵. عورتوں کے فتنے کے مختلف روپ ہیں۔ جب وہ بیوی ہوتی ہے، تو کبھی کبھی مرد کو اتنا خرچ کرنے پر مجبور کرتی ہے، جو اس کی طاقت سے باہر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ دین کے کاموں میں وقت نہیں دے پاتا اور خود کو دنیا کی طلب میں لگا دیتا ہے اور جب وہ اجنبی عورت ہوتی ہے اور گھر سے سج دھج کر بے پردہ ہو کر باہر نکلتی اور مردوں کے ساتھ گھلتی ملتی ہے، تو اس سے زنا کے مختلف دروازے کھلتے ہیں۔ اس لیے ایک مؤمن کو عورت کے فتنے سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ کی رسی کو تھامے رہنا چاہیے اور اسی سے لو لگانا چاہیے۔

(۳۰۵۳)

(٢٢٩) – عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ» فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَرَأَيْتَ الحَمْوَ؟ قَالَ: «الحَمْوُ المَوْتُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۲۹)–عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: ”عورتوں کے پاس جانے سے اجتناب کرو“۔ ایک انصاری شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ! شوہر کے قریبی رشتہ دار (بھائی، چچازاد وغیرہ) کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شوہر کا قریبی رشتہ دار تو موت ہے“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط سے منع فرمایا۔ فرمایا کہ خود کو عورتوں کے پاس جانے سے بچاؤ اور عورتوں کو تمھارے پاس آنے سے بچاؤ۔

یہ سن کر ایک انصاری شخص نے عرض کیا: شوہر کے رشتے داروں، جیسے شوہر کے بھائی،

بھتیجے، چچا اور چچیرے بھائی وغیرہ، جن سے شادی شدہ نہ ہونے کی صورت میں اس کی شادی جائز ہوتی ہے، کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ان سے اسی طرح خبر دار رہو، جس طرح موت سے خبر دار رہتے ہو۔ کیوں کہ شوہر کے رشتے داروں کے ساتھ خلوت دینی فتنے اور ہلاکت کا سبب ہے۔ باپ اور بیٹوں کو چھوڑ کر شوہر کے دیگر رشتے داروں سے گھلنے ملنے کی ممانعت اجنبیوں کے بالمقابل تو بدرجۂ اولی ہونی چاہیے۔ کیوں کہ ان سے خلوت کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں اور برائی و فتنے کے امکانات بھی کہیں زیادہ رہتے ہیں۔ ایسا اس لئے ہے کیوں کہ ان کی پہنچ عورت تک آسان ہو جاتی ہے اور ان کے لئے عورت کے ساتھ تنہائی کے مواقع پالینا بھی معمولی بات ہوتی ہے اور ایسا ہونے پر اعتراض کی گنجائش بھی کم ہوتی ہے۔ عورت کا شوہر کے قریبی رشتہ داروں سے مکمل چھپ کر اور الگ تھلگ رہنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ اس معاملے میں عام طور سے تساہل بھی پایا جاتا ہے۔ کئی بار بھابھی کے ساتھ تنہائی ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ برائی اور بگاڑ کے معاملے میں موت جیسی ہے۔ اس کے برخلاف اجنبی شخص ہے کہ اس سے تو احتیاط برتی ہی جاتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اجنبی عورتوں کے پاس جانے اور ان کے ساتھ تنہائی میں رہنے کی ممانعت۔ یہ ممانعت بدکاری کے دروازوں کو بند کرنے کے لیے ہے۔

٢. یہ ایک عام حکم ہے، جس میں شوہر کے بھائی اور ایسے رشتے دار بھی داخل ہیں، جو محرم نہیں ہیں۔ لیکن ممانعت اسی وقت ہے، جب خلوت پائی جائے۔

٣. انسان کو ایسی جگہوں سے بچنا چاہیے، جہاں پھسلنے کا امکان ہو۔

۴. نووی کہتے ہیں: اہل لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "احماء" سے مراد شوہر کے رشتے دار، جیسے اس کا والد، چچا، بھائی، بھتیجا اور چچیرے بھائی وغیرہ ہیں۔ "الأَخْتَانَ" سے مراد بیوی کے رشتے دار ہیں۔ جب کہ "الأَصْهارَ" کے اندر دونوں طرف کے رشتے دار آ جاتے ہیں۔

۵. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے رشتے دار کی تشبیہ موت سے دی ہے۔ اس سلسلے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: عرب ناپسندیدہ چیز کو موت کہتے ہیں۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ اگر گناہ ہو جائے، تو دین کی موت ہے، اگر گناہ کے ساتھ ساتھ رجم واجب ہو گیا، تو دونوں کی موت ہے اور اگر گناہ ہو جائے اور شوہر غیرت میں آ کر طلاق دے دے، تو عورت کی ہلاکت ہے کہ اسے اپنے شوہر سے جدا ہونا پڑا۔

(۵۸۸۸)

(٢٣٠) – عن أبي موسى رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه وأحمد]

(۲۳۰)– ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ نے فرمایا: ”ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے“۔ [صحیح]-[اسے ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ عورت کی شادی صحیح ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ولی ہو، جو نکاح کرائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ولی کا ہونا شرط ہے۔ اگر ولی کی عدم موجودگی میں نکاح ہو جائے یا

عورت خود ہی شادی کرلے، تو اس کی شادی صحیح نہیں ہو گی۔

۲. ولی سے مراد عورت کا سب سے قریبی رشتے والا مرد ہے۔ لہذا قریب کے ولی کے ہوتے ہوئے دور کا ولی عورت کی شادی نہیں کرا سکتا۔

۳. ولی بننے کے لیے مکلف ہونا، مرد ہونا، مصالحِ نکاح سے واقفیت کی عمر میں ہونا، ولی اور زیرِ ولایت عورت کا ہم مذہب ہونا شرط ہے۔ جس کے اندر یہ اوصاف نہیں پائے جائیں گے، وہ نکاح کے لیے ولی بننے کا اہل نہیں ہو گا۔

(٥٨٠٦٦)

(٢٣١) – عن عقبة بن عامر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۳۱)–عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: ”وہ شرط پوری کی جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہے، جس کے ذریعہ تم نے عورتوں کی شرم گاہوں کو حلال کیا“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ پورا کیے جانے کی سب سے زیادہ حق دار شرط وہ شرط ہے، جو عورت کی شرم گاہ کو حلال کرنے کا سبب ہو۔ اس سے مراد وہ جائز شرطیں ہیں، جو نکاح کے وقت بیوی رکھتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. نکاح کے وقت شوہر بیوی میں سے کوئی جو شرطیں رکھے، ان کو پورا کرنا واجب ہے۔ ہاں! اگر وہ شرط کسی حلال کو حرام یا کسی حرام کو حلال ٹھہراتی ہو، تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہو گا۔

۲. نکاح کی شرطوں کو پورا کرنا دیگر شرطوں کو پورا کرنے کے مقابلے میں زیادہ ضروری ہے،

کیوں کہ ان کے ذریعے شرم گاہوں کو حلال کیا جاتا ہے۔

۳. اسلام میں شادی کی اہمیت کہ اس نے شادی کی شرطوں کو پورا کرنے کی تاکید کی ہے۔

(٦٠٢١)

(٢٣٢) – عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۳۲)–عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ نے فرمایا: "دنیا کچھ وقت تک کے لیے لطف اندوز ہونے کا سامان ہے اور دنیا کا سب سے بہتر سامان نیک عورت ہے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ دنیا اور اس میں جو کچھ بھی ہے، دراصل کچھ وقت تک لطف اندوز ہونے کی چیز ہے، جس کے بعد اسے ختم ہو جانا ہے اور اس فانی دنیا کی سب سے افضل چیز ایسی نیک عورت ہے کہ جب اس کا شوہر اس کی جانب دیکھے تو اسے خوش کر دے، جب اسے کوئی حکم دے تو اس حکم کی تعمیل کرے اور جب اسے چھوڑ کر کہیں جائے، تو اپنی ذات اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اللہ کی حلال کردہ دنیا کی اچھی چیزوں سے لطف اندوز ہونا جائز ہے، جب فضول خرچی اور فخر و مباہات سے اجتناب کیا جائے۔

۲. نیک بیوی کے انتخاب کی ترغیب، کیوں کہ نیک بیوی اللہ کے دین پر عمل کرنے میں مدد کرتی ہے۔

۳. دنیا کا سب سے اچھا سامان وہ ہے، جو اللہ کی اطاعت گزاری میں کام آئے یا معاون ثابت ہو۔

(٥٧٩٤)

(٢٣٣) – عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عنه قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي. [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢٣٣)- جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے (عورت پر) اچانک پڑنے والی نظر کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے مجھے نظر پھیر لینے کا حکم دیا۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کسی مرد کی نظر کسی اجنبی عورت پر اچانک بلا قصد و ارادہ پڑ جائے، تو وہ کیا کیا کرے؟ تو آپ نے ان سے کہا کہ جیسے ہی اسے اس کا احساس ہو، وہ فوراً اپنی نظر دوسری جانب کر لے۔ اگر ایسا کر لیتا ہے، تو اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نگاہ نیچی رکھنے کی ترغیب۔
٢. جسے دیکھنا حرام ہو، اگر اس پر اچانک بلا ارادہ نظر پڑ جائے، تو اسے دیکھتے رہنا حرام ہے۔
٣. اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ جانتے تھے کہ کسی اجنبی عورت کو دیکھنا حرام ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جریر رضی اللہ عنہ نے بلا ارادہ نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا اور معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا اس کا حکم بھی قصداً نظر ڈالنے ہی کا ہے؟
٤. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت بندوں کے مصالح پر توجہ دیتی ہے۔ چوں کہ عورتوں کو دیکھنے کے نتیجے میں کئی دنیوی اور اخروی مفاسد لازم آتے ہیں، اس لیے اسے حرام قرار دے دیا۔
٥. صحابہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرتے اور جو باتیں معلوم نہیں ہوتیں،

آپ سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ لہذا عام لوگوں کو بھی علما سے رجوع کرنا چاہیے اور جو باتیں سمجھ میں نہ آئیں، پوچھ لینی چاہیے۔

(٨٩٠٢)

(٢٣٤) – عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عنهُ قَالَ: ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، وَسَمَّى وَكَبَّرَ، وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا. [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۳۴)–انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے، سینگ والے مینڈھوں کی قربانی کی۔ دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، بسم اللہ اکبر کہا اور اپنا پاؤں دونوں کے پہلوؤں پر رکھا۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحی کے دن سینگوں والے دو چتکبرے مینڈھے ذبح کیے اور فرمایا: اللہ کے نام سے ذبح کر رہا ہوں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ ذبح کرتے وقت آپ نے اپنا پاؤں مینڈھے کی گردن پر رکھ دیا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. قربانی کرنے کی مشروعیت۔ اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع بھی ہے۔
٢. بہتر یہ ہے کہ قربانی کا جانور اسی طرح کا ہو، جس طرح کا جانور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کیا۔ کیوں کہ یہ دیکھنے میں اچھا ہوتا ہے، اس میں چربی ہوا کرتی ہے اور اس کا گوشت بڑا لذیذ ہوا کرتا ہے۔
٣. نووی کہتے ہیں: اس حدیث کی روشنی میں اپنی قربانی کا جانور کسی اور سے ذبح کروانے کے بجائے

خود اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کرنا مستحب ہے۔ البتہ کوئی عذر ہو، تو بات الگ ہے۔ لیکن اس وقت بھی خود موجود رہنا چاہیے۔ لیکن بلا اختلاف کسی دوسرے مسلمان سے ذبح کرانا بھی جائز ہے۔

۴. ابن حجر کہتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ کہنے کے ساتھ ساتھ اللہ اکبر کہنا اور جانور کی گردن کے دائیں حصے پر اپنا پاؤں رکھنا مستحب ہے۔ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جانور کو بائیں پہلو کے بل لٹا کر اس کے دائیں پہلو پر پاؤں رکھ دیا جائے گا، تا کہ ذبح کرنے والے کو دائیں ہاتھ سے چھری پکڑنے اور بائیں ہاتھ سے گردن کو پکڑے رہنے میں آسانی ہو۔

۵. سینگ والے جانور کی قربانی مستحب ہے۔ بغیر سینگ والے جانور کی بھی قربانی جائز ہے۔

(۲۹۷۱)

(۲۳۵) – عَن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حُذَيْفَةَ، فَاسْتَسْقَى فَسَقَاهُ مَجُوسِيٌّ، فَلَمَّا وَضَعَ القَدَحَ فِي يَدِهِ رَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي نَهَيْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ -كَأَنَّهُ يَقُولُ: لَمْ أَفْعَلْ هَذَا-، وَلَكِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَلْبَسُوا الحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الآخِرَةِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۳۵)–عبد الرحمن بن ابو لیلی سے روایت ہے کہ وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے کہ اسی دوران انھوں نے پینے کے لیے پانی مانگا، تو ایک مجوسی نے ان کو پانی پیش کیا۔ جب اس نے پانی کا پیالہ ان کے ہاتھ میں رکھا، تو انھوں نے اسے اس سے مار دیا اور فرمایا: اگر میں اسے ایک دو بار اس سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ایسا نہ کرتا – گویا وہ یہ کہنا چاہ رہے ہوں کہ: میں نے ایسا یوں ہی نہیں کیا–، لیکن میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”نہ ریشم و دیباج پہنو، نہ سونے اور چاندی کے برتن میں کچھ پیو اور نہ ہی ان سے بنی پلیٹوں میں کچھ کھاؤ۔ یہ دنیا میں ان

(کفار) کے لیے اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو ہر طرح کے ریشمی کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ جب کہ مردوں اور عورتوں دونوں کو سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے منع کیا ہے۔ ساتھ ہی بتایا کہ یہ چیزیں قیامت کے دن ایمان والوں کو بطور خاص نصیب ہوں گی۔ کیوں کہ وہ ان سے دنیا میں اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بچتے رہے ہیں۔ جب کے اس کے برخلاف کافروں کو آخرت میں یہ چیزیں نصیب نہیں ہوں گی۔ کیوں کہ وہ دنیوی زندگی میں اللہ کے حکم کو بالائے طاق رکھ کر ان چیزوں سے لطف اندوز ہو چکے ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مردوں پر ریشم اور دیباج کے کپڑے حرام ہیں اور انھیں پہننے والوں کو بڑی سخت وعید سنائی گئی ہے۔
٢. عورتوں کے لیے ریشم اور دیباج کے کپڑے حلال ہیں۔
٣. سونے اور چاندی کی پلیٹوں اور برتنوں میں کھانا اور پینا مردوں اور عورتوں دونوں پر حرام ہے۔
٤. یہاں حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بڑے سخت ردعمل کا اظہار کیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ انھوں نے اسے ایک سے زیادہ مرتبہ سونے اور چاندی کے برتن کے استعمال سے منع کیا تھا، لیکن اس نے اپنی روش نہیں بدلی۔

(٢٩٨٥)

(٢٣٦) – عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ المَجْنُونِ

حَتَّى يَعْقِلَ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي في الكبرى وابن ماجه وأحمد]

(۲۳۶)۔علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: "تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیاہے؛سوئے ہوئے شخص سے جب تک بیدار نہ ہو جائے،بچے سے جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے اور دیوانے سے جب تک اسے عقل نہ آجائے"۔[صحیح] -[اسے ابوداود، ترمذی، نسائی نے الکبری میں، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ تین افراد کو چھوڑ کر تمام انسان مکلف ہیں۔ یہ تین افراد اس طرح ہیں:

چھوٹا بچہ بڑا اور بالغ ہونے تک۔

فاقد العقل مجنوں دوبارہ عقل وشعور واپس آنے تک۔

سویا ہوا انسان جاگنے تک۔

یہ تینوں مکلف نہیں ہیں اور ان سے غلط کام ہو جائے تو ان کے کھاتے میں گناہ نہیں لکھا جاتا۔ البتہ چھوٹے بچے کے کھاتے میں نیکی لکھی جاتی ہے۔ لیکن مجنون اور سوئے ہوئے انسان کے کھاتے میں وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ کیوں کہ شعور نہ ہونے کی وجہ سے دونوں اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ ان کی عبادت صحیح ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. انسان اپنی اہلیت سے یا تو نیند کی وجہ سے محروم ہوتا ہے، جس کے سبب وہ واجبات کو ادا کرنے سے قاصر ہوتا ہے، یا کم سنی اور بچپنے کی وجہ سے، جس کے سبب اس کے اندر اہلیت موجود نہیں ہوتی، یا جنون کی وجہ سے، جس کے سبب عقل وشعور کام کرنا بند کردیتا ہے، یا اس کیفیت کی وجہ سے جو جنون کے حکم میں آتی ہے، جیسے حالت نشہ۔ چنانچہ جس شخص کے اندر تمیز اور تصور کرنے کی صحیح صلاحیت مفقود ہو، اس کے اندر مذکورہ تین میں سے کسی ایک سبب کی بنا پر اہلیت

بھی مفقود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے شخص سے اللہ تعالی کے حق میں اگر کوئی زیادتی یا کوتاہی سرزد ہو جائے، تو اللہ تعالی اپنے عدل وانصاف، حلم وبردباری اور جود وسخا کی بنا پر اسے معاف کر دیا ہے۔

۲. ان تینوں کے کھاتے میں گناہ نہ لکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیوی احکام ان پر نافذ نہیں ہوں گے۔ مثال کے طور پر مجنون اگر کسی کا قتل کر دے، تو اسے قصاص کے طور پر قتل نہیں کیا جائے گا اور اسے کفارہ بھی نہیں دینا ہو گا۔ البتہ اس کے خاندان کو دیت دینی ہو گی۔

۳. بالغ ہونے کی تین علامتیں ہیں: منی کا احتلام وغیرہ کے ذریعے نکلنا، یا ناف کے نیچے بال اگ جانا یا پندرہ سال پورے ہو جانا۔ عورت کے اندر ایک چوتھی چیز بھی پائی جاتی ہے، اور وہ ہے حیض کا آنا۔

۴. سبکی کہتے ہیں: حدیث میں آئے ہوئے 'صبی' لفظ کے معنی غلام (بچے) کے ہیں۔ جب کہ دیگر حضرات کہتے ہیں: بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہو، تو اسے (عربی میں) 'جنین' کہا جاتا ہے۔ جب پیدا ہو جائے، تو 'صبی' کہلاتا ہے۔ شیر خوارگی کا زمانہ گزرنے کے بعد سے سات سال تک 'غلام' کہلاتا ہے۔ بعد ازاں دس سال تک 'یافع' کہلاتا ہے۔ پھر پندرہ سال تک 'حزور' کہلاتا ہے۔ اور سیوطی کے بقول قطعی بات یہ ہے کہ بچے کو ان تمام احوال میں 'صبی' کہا جائے گا۔

(۵۸۱۴۸)

(۲۳۷) – عن ابن عمر رضي الله عنهما: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ. [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۳۷)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے کچھ حصے کا بال مونڈنے اور کچھ حصے کا بال چھوڑ دینے سے منع فرمایا ہے۔[صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے کچھ حصے کا بال مونڈنے اور کچھ حصے کا بال چھوڑ دینے سے منع فرمایا ہے۔

یہ ممانعت چھوٹے بڑے سبھی مردوں کے لیے ہے۔ رہی بات عورتوں کی، تو ان کو سر کے بال مونڈنے کی اجازت نہیں ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. شریعت اسلامیہ انسان کی ظاہری شکل وصورت پر بھی توجہ دیتی ہے۔

(٨٩١٤)

(٢٣٨) – عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وأَعْفُوا اللِّحَى». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٣٨)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مونچھیں تراشو اور داڑھیاں بڑھاؤ“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے رہے ہیں کہ مونچھوں کو اپنی حالت پر چھوڑا نہ جائے، بلکہ ان کو کاٹا جائے اور اچھی طرح کاٹا جائے۔

جب کہ اس کے مقابلے میں داڑھی کو بڑھانے اور اسے بھرپور انداز میں چھوڑنے کا حکم دے رہے ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. داڑھی مونڈنا حرام ہے۔

(٣٢٧٩)

(٢٣٩) - عَن أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢٣٩)- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور ایک عورت دوسری عورت کی شرمگاہ کو نہ دیکھے. ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کو دیکھے یا کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھے۔

حدیث میں وارد عربی لفظ "عورت" سے مراد جسم کا وہ حصہ ہے، جس کے ظاہر ہونے پر حیا محسوس ہو۔ مرد کے جسم کا چھپانے لائق حصہ ناف اور گھٹنوں کے بیچ کا حصہ ہے۔ جب کہ عورت کا پورا جسم اجنبی مردوں کے حق میں شرمگاہ ہے۔ البتہ عورتوں اور محرموں کے سامنے وہ جسم کے ان حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے، جو گھر میں کام کرتے وقت عام طور پر ظاہر ہو جایا کرتے ہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں یا ایک چادر کے نیچے رہے یا پھر کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں یا ایک چادر کے نیچے برہنہ ہو کر رہے۔ کیوں کہ یہ ایک دوسرے کی

شرمگاہ کو چھونے کا سبب بن سکتا ہے اور چھونا بھی دیکھنے کی طرح ممنوع ہے۔ بلکہ اس کی ممانعت کہیں زیادہ سخت ہے، کیوں کہ اس سے کہیں زیادہ بڑے مفاسد سامنے آسکتے ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. کسی کے شرمگاہ کو دیکھنے کی ممانعت۔ لیکن میاں بیوی اس سے مستثنی ہیں۔
۲. مذہبِ اسلام، معاشرے کی پاکیزگی اور بے حیائی کی طرف لے جانے والے تمام راستوں کی بندش کا خواہاں ہے۔
۳. بہ وقت ضرورت جیسے علاج وغیرہ کے لیے کسی کے شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ بلا شہوت ہو۔
۴. ایک مسلمان کو جہاں اپنی شرمگاہ کا پردہ کرنے کا حکم ہے، وہیں دوسرے کے جسم کی شرمگاہ کھل جانے پر نظر نیچی کر لینے کا حکم ہے۔
۵. ممانعت بطور خاص مرد کے ساتھ مرد اور عورت کے ساتھ عورت پر اس لیے مرکوز ہے کہ یہاں نظر پڑ جانے اور شرمگاہ کھل جانے کا امکان زیادہ رہتا ہے۔

(۸۹۰۴)

(٢٤٠) – عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَكَانَ يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۴۰)–عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نہ تو فحش گو تھے اور نہ بہ تکلف بد زبانی کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ”تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

برا کام یا بری بات کرنا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا حصہ نہیں تھا۔ ایسا آپ نہ بالقصد کرتے تھے اور نہ جان بوجھ کر۔ آپ بڑے ہی اخلاق مند تھے۔
آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے نزدیک تمھارے بیچ افضل شخص وہ ہے، جو اخلاقی اعتبار سے سب سے اچھا ہو۔ یعنی دوسروں کے ساتھ بھلا کرتا ہو، ہنس کر ملتا ہو، کسی کو اذیت نہ پہنچاتا ہو، کوئی اذیت دے تو برداشت کرلیتا ہو اور لوگوں سے گھل مل کر رہتا ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مؤمن کو بری بات اور برے کام سے دور رہنا چاہیے۔
٢. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاقی کمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی کے کاموں اور اچھی باتوں کے علاوہ کچھ اور جاری نہیں ہوتا تھا۔
٣. حسن اخلاق میں مقابلہ آرائی اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ ہونا چاہیے۔ اس میدان میں جو آگے بڑھ گیا، اس کا شمار سب سے اچھے اور کامل ترین ایمان والے لوگوں میں ہو گیا۔

(٥٨٠٣)

(٢٤١) – عن عائشة رضي الله عنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ».
[صحيح بشواهده] - [رواه أبو داود وأحمد]

(٢٤١)–عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”مومن اپنے حُسنِ اخلاق کے ذریعے روزے دار اور شب بیدار عبادت

گزار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے"۔ [یہ حدیث اپنے شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔] - [اسے ابو داود اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ حسن اخلاق انسان کو ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور پابندی کے ساتھ تہجد پڑھنے والے انسان کے برابر لا کھڑا کر دیتا ہے۔ دراصل حسن اخلاق نام ہے دوسروں کا بھلا کرنے، اچھی بات کرنے، ہنس کر ملنے، کسی کو اذیت دینے سے بچنے اور تحمل سے کام لینے کا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اسلام نے اخلاق کو سنوارنے اور باکمال اخلاق پر بڑی توجہ دی ہے۔
٢. حسن اخلاق کی فضیلت اس قدر ہے کہ بندہ حسن اخلاق کے ذریعے کبھی روزہ نہ توڑنے والے روزے دار اور کبھی نہ تھکنے والے تہجد گزار کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے۔
٣. دن میں روزہ رکھنا اور رات میں قیام کرنا دو بہت بڑے اعمال ہیں، جن کے لیے نفس کو بڑی مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ لیکن حسن اخلاق کا حامل انسان ان دونوں اعمال کو کرنے والے انسان کے برابر جا کھڑا ہوتا ہے، کیوں کہ حسن معاملہ کے لیے انسان کو اپنے نفس سے لڑنا پڑتا ہے۔

(٥٧٩٩)

(٢٤٢) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ». [حسن] - [رواه أبو داود والترمذي وأحمد]

(٢٤٢)—ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "سب سے کامل ایمان والا مؤمن وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تمھارے اندر سب سے اچھا

انسان وہ ہے، جو اپنی عورتوں کے حق میں سب سے اچھا ہو۔" [حَسَنٌ]-[اسے ابوداود، ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ سب سے کامل ایمان والا مؤمن وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ دراصل حسن اخلاق کا مظاہرہ مسکرا کر ملنے، دوسروں کا بھلا کرنے، خوش کلامی کرنے اور کسی کو تکلیف نہ دینے سے ہوتا ہے۔

اسی طرح سب سے بہتر مؤمن وہ ہے جو اپنی عورتوں، مثلا بیوی، بیٹیوں، بہنوں اور دیگر رشتے دار عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہو۔ کیوں کہ یہ عورتیں حسن اخلاق کی سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اچھے اخلاق کی فضیلت اور ان کا ایمان کا حصہ ہونا۔

٢. عمل بھی ایمان میں داخل ہے اور ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔

٣. اسلام نے عورت کو عزت و احترام کا مقام دیا ہے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ترغیب دی ہے۔

(٥٧٩٢)

(٢٤٣) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ: «تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ»، وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ: «الْفَمُ وَالْفَرْجُ». [حسن صحيح] - [رواه الترمذي وابن ماجه وأحمد]

(٢٤٣)- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا

کہ کون سی چیز لوگوں کو سب سے زیادہ جنت میں داخل کرے گی، تو آپ نے جواب دیا: "اللہ کا ڈر اور اچھے اخلاق۔" اسی طرح آپ سے پوچھا گیا کہ کون سی چیز لوگوں کو سب سے زیادہ جہنم میں داخل کرے گی، تو آپ نے جواب دیا: "منہ اور شرم گاہ۔" [حسن صحیح]-[اسے ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے کے سب سے بڑے اسباب دو ہیں۔ جو کہ یہ ہیں:

اللہ کا ڈر اور اچھے اخلاق۔

حدیث میں آئے ہوئے الفاظ "تقوی اللہ" کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اور اللہ کے عذاب کے درمیان ایک آڑ بنا لے۔ یہ آڑ دراصل اللہ کے اوامر کی تعمیل اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے اجتناب سے بنتی ہے۔

جب کہ حسن اخلاق کا مظاہرہ خندہ پیشانی کے ساتھ ملنے، دوسروں کا بھلا کرنے اور ان کو کوئی تکلیف نہ دینے سے ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف انسان کے جہنم میں جانے کے بھی سب سے بڑے اسباب دو ہیں۔ جو کہ یہ ہیں:

زبان اور شرم گاہ۔ زبان سے دروغ گوئی، غیبت اور چغلی جیسے گناہ صادر ہوتے ہیں۔

اور شرم گاہ سے زنا اور لواطت جیسی برائیاں سامنے آتی ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. جنت میں داخلے کی سعادت کے کچھ اسباب اللہ سے وابستہ ہیں، جن میں سے ایک سبب اللہ کا ڈر ہے اور کچھ اسباب لوگوں سے وابستہ ہیں، جن میں سے ایک سبب حسن اخلاق ہے۔

٢. انسان کے لیے زبان ایک خطرناک عضو ہے اور اس کا (غلط استعمال) جہنم میں جانے کا ایک سبب ہے۔

۳. انسان کے لیے شہوت پسندی اور فحاشی بہت سنگین چیزیں ہیں اور اکثر لوگ اسی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے۔

(۵۴۲۷)

(٢٤٤) – عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا. [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۴۴)–انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے انسان تھے۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقی اعتبار سے سب سے مکمل انسان تھے اور تمام اخلاق و محاسن، جیسے اچھی بات کرنا، دوسروں کا بھلا کرنا، ہنس کر ملنا، اذیت دینے سے بچنا اور کوئی اذیت دے تو صبر کرنا وغیرہ میں سب سے آگے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اخلاق میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل ہونا۔
۲. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن اخلاق کے معاملے میں مکمل نمونہ اور آئیڈیل ہیں۔
۳. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے آپ کو اچھے اخلاق سے مزین کرنے کی ترغیب۔

(۶۱۸۰)

(٢٤٥) – قال سعد بن هشام بن عامر عندما دخل على عائشة رضي الله عنها: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنْبِئِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَتْ: فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ. [صحيح] - [رواه مسلم في جملة حديثٍ طويلٍ]

(۲۴۵)–سعد بن ہشام بن عامر جب عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، تو کہا: اے ام المؤمنین! مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتایئے، تو انھوں نے کہا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: پڑھتا تو ہوں۔ فرمایا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔ [صحیح] - [اسے مسلم نے ایک لمبی حدیث کے ضمن میں روایت کیا ہے]

شرح:

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا، تو انھوں نے نہایت ہی جامع الفاظ میں جواب دیا۔ انھوں نے سوال کرنے والے کو قرآن کا حوالہ دیا، جو ہر اعتبار سے ایک مکمل کتاب ہے۔ انھوں نے بتایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ جن چیزوں کا قرآن نے حکم دیا ان پر عمل کرتے اور جن چیزوں سے قرآن نے روکا ان سے دور رہتے تھے۔ اس طرح آپ کے اخلاق کی جو تصویر بنتی ہے، وہ ہے قرآن پر عمل کرنا، اس کے بیان کردہ حدود کے دائرے میں رہنا اور اس کی پیش کردہ مثالوں اور قصوں سے نصیحت حاصل کرنا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن میں پیش کردہ اخلاق کو اپنی شخصیت میں اتارنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

٢. اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی تعریف اور یہ کہ آپ کے اخلاق وحی کے

سر چشمے سے لیے گئے تھے۔

٣. قرآن تمام اعلی اخلاق کا سر چشمہ ہے۔

٤. اسلامی اخلاق کے اندر پورا دین یعنی تمام اوامر کی انجام دہی اور نواہی سے اجتناب داخل ہے۔

(٨٢٦٥)

(٢٤٦) – عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ المُؤمنينَ رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ، فِي تَنَعُّلِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَطُهُورِهِ، وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ. [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٤٦)–امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوتا پہننا، کنگھی کرنا، طہارت حاصل کرنا اور اپنے سبھی کاموں کو دائیں سے کرنا پسند کرتے تھے۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائق تکریم کاموں کو دائیں جانب سے شروع کرنا پسند کرتے تھے۔ مثلا: جوتا پہنتے وقت پہلے دائیں پاؤں میں پہننا، سر اور داڑھی کے بالوں کو کنگھی کرتے، سنوارتے اور تیل لگاتے وقت دائیں جانب سے شروع کرنا، وضو کے دوران دائیں ہاتھ اور دائیں پیر کو بائیں ہاتھ اور بائیں پیر پر مقدم رکھنا چاہیے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. امام نووی کہتے ہیں: شریعت کا ایک عام قاعدہ یہ ہے کہ ہر باعزت کام جیسے کپڑا، پاجامہ پہننا اور جوتا پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن کاٹنا، مونچھیں تراشنا، بال میں کنگھی کرنا، بغل کے بال اکھیڑنا، سر منڈوانا، نماز سے سلام پھیرنا، طہارت کے اعضا کو دھونا، بیت الخلا سے نکلنا، کھانا اور پینا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کو بوسہ دینا وغیرہ، کو دائیں سے کرنا مستحب ہے۔ جب کہ اس کے بالمقابل کام، جیسے بیت الخلا میں داخل

ہونا، مسجد سے نکلنا، ناک صاف کرنا، استنجا کرنا، کپڑا، پاجامہ اتارنا اور موزہ اتارنا وغیرہ کو بائیں سے شروع کرنا مستحب ہے۔ یہ سب کچھ دراصل دائیں کی عزت و شرف کی بنا پر ہے۔

۲. "دائیں سے کرنا پسند کرتے تھے"۔ اس کے اندر کاموں کا آغاز دائیں ہاتھ، دائیں پیر اور دائیں جانب سے کرنا اور کسی چیز کا لین دین دائیں ہاتھ سے کرنا شامل ہے۔

۳. امام نووی کہتے ہیں: جان لیں کہ کچھ اعضاے وضو کے بارے میں دائیں سے آغاز مستحب نہیں ہے۔ یہ اعضا ہیں دونوں کان، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گال۔ ان اعضا کو ایک ساتھ پاک کیا جائے گا۔ اگر ایسا کرنا دشوار ہو، تو دائیں کو مقدم رکھا جائے گا۔

(٣٠١٨)

(٢٤٧) – عن شداد بن أوس رضي الله عنه قال: ثِنْتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۴۷)–شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ دو باتیں ہیں، جن کو میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا۔ آپ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالی نے ہر کام کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ لہذا جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب (جانور) ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص (جانور ذبح کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ) اپنی چھری کو خوب تیز کر لے اور ذبح کیے جانے والے جانور کو آرام پہنچائے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہمارے اوپر تمام چیزوں میں احسان فرض کیا ہے۔ جب کہ احسان کا مطلب ہے ہمیشہ اللہ تعالی کا دھیان اپنے ذہن میں رکھنا۔ اس کی عبادت کرتے وقت اور بھلائی کرتے وقت اور لوگوں کی تکلیف دور کرتے وقت۔ قتل اور ذبح کرتے وقت احسان کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

کسی کو بطور قصاص قتل کرتے وقت احسان یہ ہے کہ قتل کا سب سے آسان، سب سے ہلکا اور سب سے تیز طریقہ اختیار کیا جائے۔

جب کہ ذبح کرتے وقت احسان یہ ہے کہ جانور پر رحم کرتے ہوئے ہتھیار کو تیز کر لیا جائے، ہتھیار کو ذبیحے کی نظروں کے سامنے تیز نہ کیا جائے اور ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح نہ کیا جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مخلوق پر اللہ کا لطف وکرم۔

٢. قتل اور ذبح کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں کاموں کو شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کیا جائے۔

٣. اسلامی شریعت ایک مکمل شریعت ہے اور اس کے اندر ہر طرح کی بھلائی موجود ہے، جس کی ایک مثال جانور کے ساتھ رحم وکرم کا برتاؤ بھی ہے۔

٤. قتل کے بعد انسان کے جسمانی اعضا کو کاٹنا (مثلہ) منع ہے۔

٥. ہر وہ کام حرام ہے، جس میں جانور کو عذاب دینے کا پہلو پایا جائے۔

(٤٣١٩)

(٢٤٨) – عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۴۸)–عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں رحمن عز و جل کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔ جب کہ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے، جو اپنی رعایا، اپنے اہل و عیال اور اپنے ماتحت لوگوں میں عدل وانصاف کرتے ہوں گے“ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ جو لوگ اپنے ماتحت لوگوں اور گھر والوں کے بیچ اپنے فیصلوں میں انصاف سے کام لیتے ہیں اور حق کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، وہ قیامت کے دن ایسی اونچی جگہوں میں بیٹھے ہوں گے، جو نور سے بنے ہوں گے۔ یہ نور سے بنی ہوئی اونچی جگہیں ان کی عزت افزائی کے لیے بنائی گئی ہوں گی۔ یہ اونچی جگہیں نہایت مہربان اللہ کے دائیں جانب واقع ہوں گی۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. انصاف کی فضیلت اور انصاف کرنے کی ترغیب۔
٢. انصاف ایک عام لفظ ہے، جس کے دائرے میں سارے عہدے، لوگوں کے بیچ کیے جانے والے فیصلے، یہاں تک کہ بیویوں اور بچوں کے بیچ انصاف کرنا وغیرہ بھی آ جاتے ہیں۔
٣. قیامت کے دن عدل وانصاف کرنے والوں کے مقام ومرتبے کا بیان۔

۴. قیامت کے دن ایمان والوں کے منازل ان کے اعمال کے حساب سے متفاوت ہوں گے۔
۵. ترغیب کا اسلوب دعوت کا ایک ایسا اسلوب ہے، جو نیکی کا کام کرنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔

(۴۹۳۵)

(٢٤٩) – عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ، مَنْ ضَارَّ ضَرَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللَّهُ عَلَيْهِ».
[صحيح بشواهده] - [رواه الدارقطني]

(۲۴۹)–ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہ (ابتداءً) کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ بدلے کے طور پر نقصان پہنچانا۔ جو دوسرے کا نقصان کرے گا، اللہ اس کا نقصان کرے گا اور جو دوسرے کو مشقت میں ڈالے گا، اللہ اسے مشقت میں ڈالے گا“۔ [یہ حدیث اپنے شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔]-[اسے امام دار قطنی نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ خود اپنے نفس کو اور دوسروں کو کسی بھی طرح کا ضرر پہنچانے سے بچنا ضروری ہے۔ نہ تو خود کو اذیت دینا جائز ہے اور نہ کسی اور کو اذیت دینا جائز ہے۔ دونوں ہی باتیں ناجائز ہیں۔ کسی کے لیے بھی ضرر کے مقابلے میں ضرر پہنچانا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ ضرر کا ازالہ ضرر کے ذریعے قصاص کے علاوہ کہیں اور جائز نہیں ہے، اور یہ بھی اس وقت جائز ہے جب ظلم وتعدی نہ ہو۔

پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کرتے ہوئے بتایا کہ جو شخص لوگوں کو نقصان پہنچائے گا، اسے خود نقصان کا شکار ہونا پڑے گا اور جو شخص لوگوں کو مشقت میں ڈالے گا، اسے خود مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. جتنا نقصان پہنچایا گیا ہو اس سے زیادہ بدلہ لینا جائز نہیں ہے۔

۲. اللہ نے اپنے بندوں کو کسی ایسے کام کا حکم نہیں دیا ہے، جو ان کے لیے نقصان دہ ہو۔
۳. قول، فعل یا ترک کے ذریعے نہ کسی کو بلاوجہ ضرر پہنچانا جائز ہے اور نہ بدلے میں ضرر پہنچانا جائز ہے۔
۴. انسان کو جزا اسی جنس کی دی جاتی ہے، جس جنس کی اس کا عمل رہتا ہے۔ چنانچہ جو دوسرے کا نقصان کرے گا، اللہ اس کا نقصان کرے گا اور جو دوسرے کو مشقت میں ڈالے گا، اللہ اسے مشقت میں ڈالے گا۔
۵. شریعت کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ ضرر کو زائل کیا جائے گا۔ لہذا شریعت ضرر کو قبول نہیں کرتی، بلکہ اسے رد کرتی ہے۔

(۴۷۱۱)

(٢٥٠) – عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ: إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ: إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۵۰)—ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: "اچھے ہم نشیں اور برے ہم نشیں کی مثال بعینہ ایسی ہی ہے جیسے کہ عطر فروش اور بھٹی پھونکنے والا۔ عطر فروش یا تو تمھیں عطر تحفے میں دے دے گا یا پھر تم اس سے عطر خرید لو گے یا (کم از کم) تمھیں اس سے خوش بو تو آئے گی ہی۔ جب کہ بھٹی میں پھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلا ڈالے گا یا پھر تمھیں اس سے بدبو آئے گی۔" [صحیح]-[متفق علیه]

شرح:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے لوگوں کی ایک مثال دی ہے:
پہلی قسم: صالح ہم نشیں اور دوست، جو اللہ اور اس کی رضا کے کاموں کی راہ دکھائے اور نیکی کے کاموں میں معین و مددگار ہو۔ اس کی مثال خوشبو بیچنے والے کی طرح ہے۔ وہ یا تو ہدیہ کرے گا یا تم اس

سے خرید لوگے یا کم از کم اس کی خوشبو تمھارے مشام جاں کو معطر کرے گی۔

دوسری قسم: برا دوست اور ہم نشیں، جو اللہ کی راہ سے روکے، گناہ کے کاموں میں مدد کرے اور برے برے کام کرے اور اس کی صحبت اور دوستی سے اس کے ہمنشیں اور دوست کو مذمت لاحق ہو۔ ایسے دوست کی مثال اس لوہار کی طرح ہے، جو بھٹی پھونکتا رہتا ہو۔ وہ یا تو اڑتی ہوئی چنگاریوں سے تمھارے کپڑے جلا دے گا یا پھر اس کی بھٹی کی بدبو سے تمہاری طبیعت مکدر ہوتی رہے گی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. سامع کو کوئی بات سمجھانے کے لیے مثال پیش کرنا جائز ہے۔

۲. نیک اور صالح لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنے اور بگڑے ہوئے اور بد خلق لوگوں سے الگ رہنے کی ترغیب۔

(۳۱۲۷)

(٢٥١) – عن أبي هريرة رضي الله عنه: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْصِنِي، قَالَ: «لَا تَغْضَبْ» فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ: «لَا تَغْضَبْ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(۲۵۱)–ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ایک شخص نے اللہ کے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت کریں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”غصہ مت کیا کرو“۔ اس نے یہ سوال بار بار دہرایا اور آپ ﷺ ہر بار یہی فرماتے رہے کہ غصہ مت کیا کرو۔ [صحیح]–[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

ایک صحابی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ ان کو کوئی ایسی بات بتائیں، جو ان کے لیے سود مند ثابت ہو۔ لہذا آپ نے ان سے کہا کہ وہ غصہ نہ کیا کریں۔ یعنی ایک تو غصہ دلانے والی چیزوں سے بچیں اور دوسرا جب غصہ آ جائے، تو اپنے اوپر قابو رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ غصے میں آ کر قتل کر دیں، مار دیں یا گالی گلوج وغیرہ کرنے لگیں۔

اس صحابی نے کئی بار اپنی بات دہرائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ہر بار بس اتنا کہا کہ تم غصہ نہ کیا کرو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اس حدیث میں غصہ اور غصہ دلانے والی چیزوں سے خبردار کیا گیا ہے۔ کیوں کہ غصہ ساری برائیوں کی جڑ ہے اور اس سے بچے رہنا تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔
٢. اللہ کے لیے غصہ آنا، جیسے اللہ کے احکام کی پامالی پر غصہ آنا قابل تعریف چیز ہے۔
٣. ضرورت پڑنے پر بات کو دہرانا چاہیے، تاکہ سننے والا سمجھ جائے اور بات کی اہمیت ذہن میں بیٹھ جائے۔
٤. عالم سے وصیت کی گزارش کرنے کی فضیلت۔

(٤٧٠٩)

(٢٥٢) – عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٥٢)–ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”طاقتور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دیتا ہو، بلکہ طاقتور وہ ہے، جو غصّہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ اصل قوت جسمانی قوت اور طاقت ور لوگوں کو پچھاڑ دینے کی قوت نہیں ہے۔ بلکہ اصل قوت والا انسان وہ ہے، جو غصہ کے وقت اپنے نفس سے لڑے اور اس پر غالب رہے۔ کیوں کہ یہ اپنے اوپر کنٹرول رکھنے اور شیطان پر حاوی ہونے کی دلیل ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

ا. غصہ کے وقت بردباری برتنے اور اپنے اوپر کنٹرول رکھنے کی فضیلت۔ یہ دراصل ان اعلی اقدار میں سے ہے، جن کی اسلام نے ترغیب دی ہے۔

۲. غصے کے وقت اپنے نفس سے لڑنا دشمن سے لڑنے سے زیادہ مشکل ہے۔

۳. اسلام نے دور جاہلیت کی قوت کے مفہوم کو اعلی اقدار اور بلند اخلاق میں بدل دیا۔ چنانچہ سب سے طاقت ور انسان وہ ہے، جو اپنے اوپر کنٹرول رکھے۔

۴. غصے سے دور رہنا چاہیے، کیوں کہ غصہ فرد اور سماج کے لیے ایک نقصان دہ چیز ہے۔

(۵۳۵۱)

(٢٥٣) - عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنهما قال: قال رَسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا حَدَّث كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۵۳)- عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا: "چار خصلتیں جس شخص کے اندر ہوں گی، وہ خالص منافق ہو گا۔ جس کے اندر ان میں سے ایک خصلت ہو گی، اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہو گی، جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے دے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار خصلتوں سے خبر دار کیا ہے کہ جب کسی مسلمان کے

اندر جمع ہو جائیں، تو وہ ان خصلتوں کی بنا پر منافقوں کے بے حد مشابہ ہو جاتا ہے۔ دراصل یہاں بات اس شخص کی ہو رہی ہے، جس کی شخصیت پر یہ اوصاف حاوی ہو جائیں۔ اگر کسی کے اندر یہ اوصاف کبھی کبھار دکھیں، تو وہ اس میں داخل نہیں ہو گا۔ یہ چار خصائل ہیں:

۱- جب بات کرے تو جان بوجھ کر جھوٹ بولے اور سچ بولنے سے گریز کرے۔

۲- جب کوئی معاہدہ کرے، تو اسے پورا نہ کرے اور سامنے والے کے ساتھ دھوکہ کر ڈالے۔

۳- جب کوئی وعدہ کرے، تو اسے نہ نبھائے۔ توڑ ڈالے۔

۴- جب کسی کے ساتھ جھگڑا کرے، تو بڑے سخت انداز میں جھگڑا کرے۔ حق سے گریز کر جائے، حق کی تردید اور اسے باطل ثابت کرنے کے لیے بہانے تلاش کرنے لگے اور ناحق بات اور جھوٹ بکے۔

کیوں کہ نفاق نام ہے دل میں کچھ اور رکھنے اور ظاہر کچھ اور کرنے کا۔ اور یہ معنی ان خصائل کے حامل شخص کے اندر پایا جا رہا ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ ان خصائل کے حامل شخص کا نفاق دراصل اس شخص کے حق میں ہو گا، جس نے اس سے بات کی ہے، عہد کیا ہے، اس کے پاس امانت رکھی ہے اور جھگڑا کیا ہے۔ مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اسلام کے سلسلے میں منافق ہے۔ مسلمان ہونے کا دکھاوا کرتا ہے اور اندر کفر چھپائے رکھتا ہے۔ جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو گی، اس کے اندر نفاق کی ایک صفت ہو گی۔ جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. نفاق کی کچھ علامتوں کا بیان، تاکہ ان میں واقع ہونے سے خوف دلا کر خبر دار کیا جا سکے۔

۲. حدیث کا مقصود یہ ہے کہ یہ خصائل نفاق کے خصائل ہیں اور ان کا حامل شخص ان خصائل میں منافقوں کے مشابہ اور ان کے اخلاق کا حامل ہے۔ مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ایسا منافق ہے، جو مسلمان ہونے کا دکھاوا کرتا ہو اور دل میں کفر چھپائے رکھتا ہو۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے، جس پر یہ خصائل حاوی ہو جائیں

اور وہ ان خصلتوں کو معمولی سمجھنے لگے۔ کیوں کہ اس طرح کا شخص عام طور پر بدعقیدہ بھی ہوا کرتا ہے۔

۳. غزالی کہتے ہیں: دراصل دین داری کا انحصار تین چیزوں پر ہے: قول، فعل اور نیت۔ یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قول میں بگاڑ کا اشارہ جھوٹ کے ذریعے، فعل میں بگاڑ کا اشارہ خیانت کے ذریعے اور نیت میں بگاڑ کا اشارہ وعدہ خلافی کے ذریعے فرمایا۔ کیوں کہ وعدہ خلافی اسی وقت معیوب ہے، جب وعدہ کرتے وقت ہی وعدہ پورا نہ کرنے کی نیت کر لی جائے۔ اس کے برخلاف اگر کسی نے وعدہ پورا کرنے کی نیت رکھی، لیکن کوئی رکاوٹ حائل ہو گئی اور وعدہ پورا نہیں کر سکا، تو اس کا یہ عمل نفاق کے دائرے میں نہیں آئے گا۔

۴. نفاق کی دو قسمیں ہیں: ایک اعتقادی نفاق، جو انسان کو ایمان کے دائرے سے باہر نکال دیتا ہے۔ اعتقادی نفاق نام ہے اسلام کا اظہار کرنے اور اندر کفر چھپائے رکھنے کا۔ دوسرا عملی نفاق، جو انسان کو ایمان کے دائرے سے باہر تو نہیں نکالتا، لیکن ہے کبیرہ گناہ۔

۵. ابن حجر کہتے ہیں: علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص اپنے دل اور زبان سے تصدیق کرے اور اس کے باوجود یہ کام کرے، تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اسے ایسا منافق بھی نہیں گردانا جائے گا، جس کا ٹھکانہ سدا کے لیے جہنم ہو۔

٦. نووی کہتے ہیں: علما کی ایک جماعت کہتی ہے: اس سے مراد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے منافق ہیں، جنھوں نے مومن ہونے کی بات کہہ کر جھوٹ بولا، دین کی امانت اٹھائی اور خیانت کی، دین پر قائم رہنے اور اس کی مدد کرنے کا وعدہ کر کے اسے توڑ ڈالا اور اپنے جھگڑوں میں بدزبانی کا مظاہرہ کیا۔

(٦٥١٢٣)

(٢٥٤) - عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الفَاحِشِ وَلَا البَذِيءِ». [صحيح] - [رواه الترمذي]

(۲۵۴)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "مومن طعنہ مارنے والا، لعنت کرنے والا، بے حیا اور فحش گو نہیں ہوتا ہے۔" [صحیح]-[اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ایک کامل ایمان والے مومن کو زیب نہیں دیتا کہ کسی کے نسب پر زبان درازی کرے، بہت زیادہ گالی گلوج اور لعن طعن کرے اور حیا و شرم سے عاری ہو کر قول و فعل کے ذریعہ فحش و قبیح صفت سے متصف ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نصوص شرعیہ کے اندر ایمان کی نفی کسی حرام کام کے ارتکاب یا واجب کے ترک کرنے کی بنا پر ہی کی جاتی ہے۔
٢. اعضا و جوارح اور خاص طور سے زبان کو بری باتوں سے محفوظ رکھنے کی ترغیب۔
٣. سندھی کہتے ہیں: 'الطعّان' اور 'اللعّان' کے مبالغے کے صیغے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ لعن طعن اگر کم مقدار میں مستحق لوگوں پر کیا جائے، تو اس سے اہل ایمان کی صفات سے متصف ہونے کا وصف مجروح نہیں ہوتا۔

(٦٥٨٦٩)

(٢٥٥) – عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ، فَقَالَ: «الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۵۵)–عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں سمجھاتے ہوئے سنا، تو فرمایا: "حیا ایمان کا حصہ ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے بھائی کو زیادہ حیا نہ کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے سنا تو اس کے سامنے یہ واضح کر دیا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے اور حیا سے انسان کا بھلا ہی ہوتا ہے۔

حیا ایک ایسی صفت ہے، جو انسان کو اچھا کام کرنے اور برے کام سے بچنے پر آمادہ کرتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. جو اچھے کام سے روکے، اسے حیا نہیں، بلکہ خجالت، عاجزی، کم زوری اور بزدلی کہیں گے۔
۲. اللہ سے حیا کا مطلب ہے اس کے احکام کی تعمیل کرنا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے دور رہنا۔
۳. لوگوں سے حیا کا مطلب ہے ان کا احترام کرنا، ان کو ان کا مناسب مقام دینا اور ان چیزوں سے دور رہنا جن کو عادۃً برا سمجھا جاتا ہے۔

(٥٣٤٨)

(٢٥٦) – عن المِقدام بن معدي كرب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي في السنن الكبرى وأحمد]

(۲۵۶)–مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: "جب کوئی آدمی اپنے بھائی سے محبت کرتا ہو، تو اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے" [صحیح] - [اسے ابوداود، ترمذی، نسائی نے السنن الکبری میں اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اسباب میں سے ایک سبب بیان کر رہے ہیں، جو ایمان والوں کے بیچ آپسی رشتے کو مضبوط کرنے اور محبت عام کرنے کا کام کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب کوئی شخص کسی سے محبت رکھے تو اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ایسی خالص محبت کی فضیلت جو اللہ کے لیے رکھی جائے اور جس کے پیچھے کوئی دنیوی مقصد کارفرمانہ ہو۔
٢. جس شخص سے اللہ کے لیے محبت رکھی جائے، اسے یہ بات بتا دینا مستحب ہے، اس سے محبت و الفت میں اضافہ ہوتا ہے۔
٣. ایمان والوں کے درمیان آپسی محبت کا فروغ ایمانی اخوت کو مضبوط بناتا ہے اور معاشرے کو بکھراؤ سے محفوظ رکھتا ہے۔

(٣٠١٧)

(٢٥٧) - عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ». [صحيح] - [رواه البخاري من حديث جابر، ورواه مسلم من حديث حذيفة]

(٢٥٧)- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر اچھا کام صدقہ ہے"۔ [صحیح] - [اسے بخاری نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور مسلم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ ہر اچھا اور دوسرے کو فائدہ پہنچانے والا قول و عمل صدقہ ہے اور اس میں اجر و ثواب ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. صدقہ صرف وہ مال ہی نہیں ہے، جو انسان دوسرے کو دیتا ہے، بلکہ انسان کا کیا ہوا ہر اچھا کام، اس کی کہی ہوئی ہر اچھی بات اور دوسروں کو پہنچایا ہوا ہر نفع صدقہ کے دائرے میں آتا ہے۔

٢. اس میں نیک عمل اور ہر ایسے کام کی ترغیب دی گئی ہے، جو دوسروں کے لیے نفع رساں ہو۔

٣. کسی بھی اچھے کام کو حقیر نہیں جاننا چاہیے، خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

(٥٣٤٦)

(٢٥٨) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيطُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٥٨)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”ہر دن، جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے تمہارا دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے، کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھانے یا اس کا سامان اٹھا کر اس پر رکھوانے میں اس کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے، نماز کی طرف جانے کے لیے اٹھنے والا ہر قدم صدقہ ہے اور راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹانا بھی صدقہ ہے۔“ [صحیح] - [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ہر مکلف مسلمان کو ہر روز اس کی ہڈی کے ہر جوڑ کے بدلے میں ایک ایک نفلی صدقہ اس بات کے شکر کے طور پر کرنا ہے کہ اللہ نے اسے عافیت دی اور اس کی ہڈیوں میں جوڑ بنائے، جن کی وجہ سے اعضاے جسم کو سمیٹنا اور پھیلانا ممکن ہو سکا۔ یہ صدقہ تمام طرح کی نیکی کے کاموں سے ادا ہو سکتا ہے۔مال دینے پر موقوف نہیں ہے۔ مثلا: دو جھگڑ رہے لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا اور صلح کرا دینا صدقہ ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو سواری پر چڑھ نہ پا رہا ہو، سواری پر چڑھا دینا یا اس کا سامان لاد دینا صدقہ ہے۔ اچھی بات، جیسے ذکر، دعا اور سلام وغیرہ صدقہ ہیں۔ نماز کے لیے جاتے وقت اٹھنے والا ہر قدم صدقہ ہے۔راستے سے کسی اذیت دہ چیز کو ہٹا دینے صدقہ ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. انسان کی ہڈیوں کا جڑاؤ اور ان کی سلامتی اللہ کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ہے۔ چنانچہ ہر ایک ہڈی کا یہ حق ہے کہ اس کی طرف سے خاص صدقہ کیا جائے، تاکہ اس نعمت پر اللہ کا شکر بجالایا جاسکے۔

٢. ان نعمتوں کی بقا کے لیے ہر روز نئے سرے سے شکر ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

٣. ہر روز نوافل اور صدقوں کا اہتمام کرنے کی ترغیب۔

٤. لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت۔

٥. اپنے بھائی کی مدد کرنے کی ترغیب۔ کیوں کہ اپنے بھائی کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے۔

٦. نماز باجماعت میں شریک ہونے، اس کے لیے چل کر جانے اور مسجد کو آباد کرنے کی ترغیب۔

۷. مسلمانوں کے راستوں کا احترام کرنا واجب ہے، بایں طور کہ ان راستوں پر ایسا کوئی کام نہ کیا جائے، جس سے ان کو تکلیف یا نقصان پہنچے۔

(۳۵٦۸)

(۲۵۹) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۵۹)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی مومن کی دنیا کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کر دی، اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کر دے گا۔ جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی، اللہ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی عیب پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے۔ جب کوئی قوم اللہ کے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتی ہے اور اسے آپس میں پڑھتی پڑھاتی ہے، تو ان پر سکینت کا نزول ہوتا ہے، (اللہ تعالیٰ

کی) رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ اپنے پاس موجود فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ اور جس کا عمل اسے پیچھے کر دے، اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جاسکتا۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک مسلمان کو اسی نوعیت کا اجر و ثواب ملتا ہے، جو وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتا ہے۔ جس نے کسی مسلمان سے دنیا کی کوئی بھی پریشانی اور سختی دور کی، تو اللہ تعالیٰ بدلے کے طور پر اسے قیامت کے دن کی پریشانیوں اور مشکلات میں سے کسی ایک پریشانی اور سختی سے نجات عطا فرمائے گا۔ جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی، اسے سہولت فراہم کی اور اس کی تنگ دستی کو دور کیا، اللہ دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانی کی راہیں نکالے گا۔ جو شخص کسی مسلمان سے ہونے والی کسی لغزش سے واقف ہو گیا، جس کا شکار اسے نہیں ہونا چاہیے تھا، پھر اس پر پردہ ڈال دیا، تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کی لغزشوں پر پردہ ڈالے گا۔ اللہ بندے کی مدد اس وقت تک کرتا رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کے دینی و دنیوی کاموں میں اس کی مدد کرنے کی راہ پر گام زن رہتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ مدد دعا کے ذریعے بھی ہو سکتی ہے، بدن کے ذریعے بھی ہو سکتی ہے اور مال وغیرہ کے ذریعے بھی۔ جو شخص اللہ کی رضاجوئی کی خاطر علم شرعی کی تلاش میں چل پڑا، اس کے بدلے میں اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ جب کچھ لوگ اللہ کے کسی گھر میں جمع ہوتے ہیں، اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور اسے آپس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں، تو ان پر وقار و اطمینان کی بارش ہوتی ہے، ان کو اللہ کی رحمت اپنے سایے میں لے لیتی ہے، فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے ان کی تعریف کرتا ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا ذکر اللہ اپنے مقرب فرشتوں میں کر دے۔ جس کا عمل ناقص

ہو، اس کا نسب اسے سر گرم عمل رہنے والے لوگوں کے مرتبے تک پہنچا نہیں سکتا۔ لہذا انسان کو اپنے اونچے حسب نسب اور آبا و اجداد کے فضل و شرف پر بھروسہ کر کے عمل کے میدان میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. ابن دقیق العید کہتے ہیں: یہ حدیث مختلف طرح کے علوم، قواعد اور آداب پر مشتمل ایک عظیم ترین حدیث ہے۔ اس میں مسلمانوں کی ضرورتیں پوری کرنے اور انھیں اپنے علم، مال، تعاون، مشورہ یا خیر خواہی وغیرہ سے مستفید کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲. تنگ دست انسان کے ساتھ آسانی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۳. مسلم بندہ کی مدد کرنے پر ابھارا گیا ہے، کیوں کہ بندہ جس قدر اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اسی قدر اللہ تعالی بھی اس کی مدد کرتا ہے۔

۴. مسلمان کی پردہ پوشی کے اندر اس کی کمیوں کی کھوج بین نہ کرنا بھی شامل ہے۔ کسی سلف نے کہا: میں نے کچھ لوگوں کو پایا جن کے عیوب نہیں تھے، لیکن جب انھوں نے لوگوں کے عیوب کا چرچا کرنا شروع کر دیا، تو لوگوں نے بھی ان کے عیوب کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بر خلاف میں نے کچھ لوگوں کو پایا، جن کے عیوب تھے، لیکن انھوں نے لوگوں کے عیوب کا ذکر نہیں کیا، تو ان کے عیوب بھلا دیے گئے۔

۵. پردہ پوشی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ برائی کو ہونے دیا جائے اور اس کی نکیر کرنا چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ برائی کی نکیر بھی کی جائے گی اور پردہ پوشی سے بھی کام لیا جائے گا۔ دراصل پردہ پوشی ایسے شخص کی کرنی ہے، جو برائی اور سرکشی میں معروف نہ ہو۔ جو برائی اور سرکشی میں معروف ہو چکا ہو، اس کا معاملہ حکومتی اہل کاروں تک پہنچا دیا جائے گا۔ بہ شرطیکہ اس سے کوئی دوسری برائی جنم لینے کا

اندیشہ نہ ہو۔ کیوں کہ اس طرح کے شخص کی پردہ پوشی اس کی حوصلہ افزائی کرے گی، اسے بندوں کو تکلیف دینے پر آمادہ کرے گی اور دوسرے برائی کرنے والوں کو جری بنائے گی۔

٦. طلب علم، تلاوت قرآن اور قرآن کا دور کرنے کی ترغیب۔

٧. نووی کہتے ہیں: اس حدیث میں قرآن کریم کی تلاوت کے لیے مسجد میں یک جا ہونے کی دلیل موجود ہے۔ اس فضیلت کے حصول میں مدرسہ اور رباط وغیرہ میں جمع ہونے کو مسجد میں جمع ہونے کے زمرے میں رکھا جائے گا۔

٨. جزا و ثواب اعمال کی بنیاد پر ملتا ہے۔ حسب نسب کی بنیاد پر نہیں۔

(٣٨٠١)

(٢٦٠) - عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ القِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ». [صحيح] - [رواه الترمذي]

(٢٦٠)-ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹیں گے، جب تک اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اسے کس چیز میں فنا کیا، اس کے علم کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اس سے کیا کیا، اس کے مال کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اس کے جسم کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اسے کہاں کھپایا۔" [صحیح]-[اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں قیامت کے دن کوئی بھی شخص حساب کی جگہ سے

جنت یا جہنم کی جانب اس وقت تک بڑھ نہیں سکے گا، جب تک اس سے کچھ باتیں پوچھ نہ لی جائیں:

۱- اس نے اپنی زندگی کن کاموں میں گزاری؟

۲- اس نے جو علم حاصل کیا تھا، کیا اسے اللہ کے لیے حاصل کیا تھا، کیا اس پر عمل کیا تھا اور کیا اسے اس کے مستحق تک پہنچایا تھا؟

۳- اس کے پاس جو مال تھا، اسے کہاں سے کمایا تھا؟ کمائی کے راستے حلال تھے یا حرام؟ ساتھ ہی اسے کہاں خرچ کیا تھا؟ اللہ کی رضامندی کے کاموں میں یا ناراضگی کے کاموں میں۔

۴- اسے جو جسم، قوت، عافیت اور جوانی ملی ہوئی تھی، اسے کن کاموں میں خرچ کیا تھا؟

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. زندگی کو اللہ کو راضی کرنے والے اعمال میں لگانے کی ترغیب۔

۲. بندوں کو اللہ کی بے شمار نعمتیں حاصل ہیں اور ہر بندے کو اللہ کے حضور اسے ملی ہوئی نعمتوں کے بارے میں جواب دینا ہوگا۔ اس لیے اسے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی رضا کے کاموں میں ہی خرچ کرنا چاہیے۔

(٣٩٥٠)

(٢٦١) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوِ القَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۶۱)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیواؤں اور مسکینوں کے لیے تگ و دو کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے یا رات میں قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ جو شخص کسی ایسی عورت کی دیکھ بھال کرے، جس کا شوہر فوت ہو چکا ہو اور اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو، اسی طرح کسی ضرورت مند غریب کی مدد کے لیے آگے آئے اور اس طرح کے لوگوں پر اس یقین کے ساتھ اپنا مال خرچ کرے کہ اس کا بدلہ اللہ کے یہاں ملنے والا ہے، تو وہ اجر و ثواب کے معاملے میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا تھکے بغیر تہجد کی نماز پڑھنے والے اور بلا ناغہ لگاتار روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ایک دوسرے کی مدد کرنے، ایک دوسرے کی ذمے داریاں اٹھانے اور کمزور لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی ترغیب۔
٢. عبادت کے اندر ہر اچھا کام شامل ہے۔ بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرنا بھی عبادت ہے۔
٣. ابن ہبیرہ کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اسے ایک ساتھ روزہ رکھنے والے، تہجد پڑھنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کا اجر عطا کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے بیواؤں کی ان کے شوہر کی طرح دیکھ بھال کی، اپنے خرچ چلانے کی طاقت نہ رکھنے والے غریبوں پر اپنا بچا ہوا مال خرچ کیا اور اپنی محنت سے کمائے ہوئے مال کا صدقہ کیا، اس لیے اس کا نفع روزے، تہجد اور اللہ کی راہ میں جہاد کے برابر ہوگا۔

(٣١٣٥)

(٢٦٢) – عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٦٢)– ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے، جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ اللہ اور آخرت کے دن، جہاں ہر شخص کو جانا ہے اور اپنے عمل کا بدلہ حاصل کرنا ہے، پر ایمان رکھنے والے بندے کو اس کا ایمان ان کاموں کی ترغیب دیتا ہے:

١- اچھی بات کرنا: جیسے تسبیح، تہلیل، بھلائی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور لوگوں کے درمیان صلح صفائی کی کوشش کرنا۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکتا ہو، تو خاموش رہے، کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور اپنی زبان کی حفاظت کرے۔

٢- پڑوسی کی عزت کرنا: یعنی اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اسے تکلیف نہ دینا۔

٣- ملنے کے لیے آنے والے مہمان کی عزت کرنا: یعنی اس کے ساتھ خوش مزاجی سے بات کرنا اور اسے کھانا کھلانا وغیرہ۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہر خیر و بھلائی کی اساس ہے اور اس سے اچھے کام کرنے

کی ترغیب ملتی ہے۔

۲. اس میں انسان کو زبان کی آفتوں سے خبردار کیا گیا ہے۔

۳. اسلام محبت اور عزت واحترام کا مذہب ہے۔

۴. یہ تین کام دراصل ایمان کے خصائل اور قابل تعریف آداب میں سے ہیں۔

۵. زیادہ بولنا کبھی کبھی مکروہ اور حرام کی جانب لے جاتا ہے، اس لیے سلامتی بس اسی وقت بولنے میں ہے، جب کوئی اچھی بات کرنی ہو۔

(۵۴۳۷)

(٢٦٣) – عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال لي النبي صلى الله عليه وسلم: «لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ».

[صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۶۳)–ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”کسی بھی اچھے کام کو ہرگز حقیر مت جانو، خواہ تمہارا اپنے بھائی کے ساتھ خوش باش چہرے کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو“۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا کام کرنے کی ترغیب دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسان کسی اچھے کام کو حقیر نہ جانے، چاہے وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی ایک مثال ملاقات کے وقت مسکرا کر ملنا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس کی حرص ہونی چاہیے، کیوں کہ اس سے مسلمان بھائی کو انسیت ملتی ہے اور اس کے اندر مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مومنوں کی آپسی محبت اور ملاقات کے وقت مسکرا کر ملنے کی فضیلت۔
٢. اسلامی شریعت ایک مکمل اور جامع شریعت ہے، جس میں مسلمانوں کی خیر و فلاح اور ان کے درمیان اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھنے والی ساری باتیں پائی جاتی ہیں۔
٣. اچھا کام کرنے کی ترغیب، چاہے تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو۔
٤. مسلمانوں کو خوش ہونے کا موقع دینا مستحب ہے، کیوں کہ اس سے آپسی محبت پیدا ہوتی ہے۔

(٥٣٤٨)

(٢٦٤) – عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسعُودٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٦٤)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سچ بولنے کو لازم پکڑو۔ بلاشبہ سچ نیکوکاری کا راستہ بتلاتا ہے اور نیکوکاری یقیناً جنت میں پہنچا دیتی ہے۔ انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا ہی ارادہ رکھتا ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ عز و جل کے یہاں صدیق (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے مکمل پرہیز کرو، کیوں کہ جھوٹ گناہ کا راستہ بتلاتا ہے اور گناہ یقیناً جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کا ہی ارادہ رکھتا ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ عز و جل کے

یہاں کذاب (بہت جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ بولنے کا حکم دیا اور بتایا کہ سچ بولنے کا اہتمام انسان کو دائمی عمل صالح کی جانب لے جاتا ہے اور اچھے کاموں کی پابندی انسان کو جنت تک لے جاتی ہے۔ انسان جب سری اور علانیہ طور پر مسلسل سچ بولنے کا اہتمام کرتا ہے، تو صدیق نام کا حق دار بن جاتا ہے، جس کے معنی ہیں سچ بولنے کا بہت زیادہ اہتمام کرنے والا۔ اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ سے خبر دار کیا۔ کیوں کہ جھوٹ انسان کو استقامت کی راہ سے ہٹا دیتا ہے اور شر وفساد اور گناہوں کی جانب لے جاتا ہے اور اس طرح اسے جہنم تک پہنچا دیتا ہے۔ انسان جب مسلسل بہ کثرت جھوٹ بولتا رہتا ہے، تو اللہ کے یہاں جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. سچ بولنا ایک عمدہ خصلت ہے، جو اکتساب اور مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے۔ کیوں کہ جب انسان مسلسل سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے، تو سچ بولنا اس کی طبیعت بن جاتا ہے اور وہ اللہ کے یہاں سچ بولنے والوں اور نیک لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

٢. جھوٹ بولنا ایک بری عادت ہے، جس کا انسان لمبے وقت تک جھوٹ بولتے رہنے اور قولی و فعلی طور اسی کو اوڑھنا بچھونا بنا لینے کی وجہ سے عادی بن جاتا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ انسان اس کا عادی بن جاتا ہے اور اللہ کے یہاں جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

٣. صدق لفظ کا اطلاق زبان سے سچ بولنے پر بھی ہوتا ہے، جو کہ کذب کی ضد ہے، نیت کی سچائی پر بھی ہوتا ہے، جسے اخلاص کہا جاتا ہے، کسی خیر کی نیت میں سچے عزم پر بھی ہوتا ہے، اعمال کی سچائی پر بھی ہوتا ہے، جس کا کم ترین درجہ ظاہر وباطن کا برابر ہونا ہے اور احوال قلب کی سچائی پر بھی ہوتا ہے، جیسے خوف ورجا وغیرہ میں سچائی۔ ان تمام اوصاف کا حامل شخص صدیق کہلائے گا اور ان میں کچھ اوصاف کا حامل شخص صادق۔

(٥٥٠٤)

(٢٦٥) – عن جرير بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَنْ لَا يَرْحَمِ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٦٥)–جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر اللہ بھی رحم نہیں کرتا“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر اللہ عز و جل بھی رحم نہیں کرتا۔ اس طرح دیکھا جائے تو اللہ کی مخلوقات پر رحم کرنا اللہ کی رحمت کے حصول کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ویسے تو ساری مخلوقات پر رحم کرنا مطلوب ہے، لیکن لوگوں کا ذکر ان پر توجہ کے پیش نظر کیا گیا ہے۔
٢. اللہ بڑا رحم والا ہے اور اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ کیوں کہ جزا اسی نوعیت کی دی جاتی ہے، جس نوعیت کا اس کا عمل ہوتا ہے۔
٣. لوگوں پر رحم کرنے کے ضمن میں ان کا بھلا کرنا، ان کو برائی سے بچانا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا بھی آتا ہے۔

(٥٤٣٩)

(٢٦٦) – عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحمنُ، ارحَمُوا أهلَ الأَرضِ يَرْحَمْكُم مَن فِي السَّمَاءِ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي وأحمد]

(۲۶۶)- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ”رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا“۔

[صحیح]-[اسے ابوداود، ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں، ان پر نہایت رحم والا اللہ رحم کرتا ہے، جس کی رحمت نے ساری چیزوں کو اپنے دائرے میں لے رکھا ہے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے زمین کے اوپر رہنے والی تمام چیزوں، جیسے انسانوں، جانوروں اور پرندوں وغیرہ پر رحم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا بدلہ یہ ہے کہ اللہ آپ پر آسمانوں کے اوپر سے رحم کرے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اسلام دین رحمت ہے، جو اللہ کی اطاعت گزاری اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک پر مبنی ہے۔
۲. اللہ عز وجل رحمت کی صفت سے متصف ہے۔ وہ رحمن و رحیم ہے، جو اپنے بندوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرتا ہے۔
۳. انسان کو بدلہ اسی جنس کا دیا جاتا ہے، جس جنس کا اس کا عمل رہتا ہے۔ اسی اصول کے مطابق رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے۔

(٨٢٨٩)

(٢٦٧) – عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ

مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۶۷)- عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "(کامل) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کی ایذا رسانی) سے مسلمان محفوظ رہیں اور (حقیقی) مہاجر وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ نہ انھیں گالی دے، نہ ان پر لعنت کرے، نہ ان کی غیبت کرے اور نہ ان کو کسی اور طرح سے زبانی اذیت پہنچائے۔ اسی طرح اس کے ہاتھ سے بھی مسلمان محفوظ رہیں۔ نہ ان پر ظلم کرے، نہ ناحق ان کے مال پر قبضہ کرے اور نہ اس طرح کا کوئی دوسرا کام کرے۔ اصل مہاجر وہ ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں چھوڑ دے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. مکمل مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان دوسری کو اذیت نہ دے۔ اذیت مادی ہو یا معنوی۔

۲. زبان اور ہاتھ کا ذکر بطور خاص اس لیے کیا گیا ہے کہ انسان کے ان دونوں اعضا سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں اور ان کے ذریعے بہت سے نقصانات پہنچائے جاتے ہیں۔ در حقیقت بیش تر برائیاں انھیں دونوں اعضا سے سرزد ہوتی ہیں۔

۳. گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالی کے اوامر کا التزام کرنے کی ترغیب۔

۴. سب سے افضل مسلمان وہ ہے، جو اللہ تعالی کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق ادا کرے۔

۵. ظلم کبھی قولی ہوتا ہے اور کبھی عملی۔

٦. کامل ہجرت یہ ہے کہ انسان اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں چھوڑ دے۔

(١٠١٠١)

(٢٦٨) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٦٨)–ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو کہتے ہوئے سنا ہے: ”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر عائد ہونے والے کچھ حقوق بتا رہے ہیں۔ پہلا حق: سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینا۔

دوسرا حق: مریض کی عیادت اور زیارت کرنا۔

تیسرا حق: جنازے کے پیچھے پیچھے گھر سے نماز گاہ اور وہاں سے قبرستان تک جانا اور تدفین کا کام پورا ہو جانے تک ساتھ رہنا۔

چوتھا حق: دعوت قبول کرنا، جب کوئی شخص شادی کے ولیمہ وغیرہ کی دعوت دے۔

پانچواں حق: چھینکنے والے کا جواب دینا۔ یعنی جب چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔ پھر اس کے جواب میں چھینکنے والا يهديكم الله ويصلح بالكم کہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسلمانوں کے آپسی حقوق کی تاکید اور ان کے درمیان محبت و بھائی چارہ کو فروغ دینے کے

سلسلے میں اسلام کی عظمت۔

(٣٤٠٦)

(٢٦٩) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢٦٩)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے، جب تک مؤمن نہ بن جاؤ اور مؤمن اس وقت تک نہیں بن سکتے، جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمھیں ایسا کام نہ بتاؤں، جسے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے؟ اپنے درمیان سلام عام کرو۔“ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ جنت میں بس ایمان والے ہی داخل ہوں گے، جب کہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا اور مسلم سماج کا حال اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ لوگ ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگیں۔ اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے محبت عام کرنے کا سب سے افضل طریقہ بتایا۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان سلام عام کیا جائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. جنت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ایمان ضروری ہے۔
٢. کمال ایمان میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو۔
٣. سلام عام کرنا اور مسلمانوں کو سلام کرنا مستحب ہے۔ کیوں کہ اس سے لوگوں کے

درمیان محبت اور امن وشانتی پھیلتی ہے۔

۴. سلام صرف مسلمان ہی کو کیا جائے گا۔ کیوں کہ حدیث میں "تمھارے درمیان" کے الفاظ آئے ہیں۔

۵. سلام کرنے سے قطع تعلق، قطع کلامی اور کدورت جیسی چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔

٦. مسلمانوں کے درمیان آپسی محبت کی اہمیت اور اس کا ایمان کے مکمل ہونے کے لیے ضروری ہونا۔

۷. ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سلام کے مکمل الفاظ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" ہیں۔ حالاں کہ "السلام علیکم" کہہ دینا بھی کافی ہے۔

(٣٣٦١)

(٢٧٠) – عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٧٠)–عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کا کون سا عمل سب سے اچھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جانے پہچانے اور ان جانے سب کو سلام کرو۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اسلام کا کون سا عمل سب سے اچھا ہے؟ تو جواب میں آپ نے دو اعمال کا ذکر کیا:

پہلا: غریبوں کو زیادہ سے زیادہ کھانا کھلانا۔ اس میں صدقہ، ہدیہ، ضیافت اور ولیمہ سب شامل

ہے۔ کھانا کھلانے کی یہ اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے، جب فقر وفاقہ ہو اور مہنگائی بڑھی ہوئی ہو۔
دوسرا: ہر مسلمان کو سلام کرنا۔ جانا پہچانا ہو یا ان جان۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. صحابہ ایسے کاموں کو جاننے کے حریص تھے، جو دنیا اور آخرت میں نفع بخش ہوں۔
٢. سلام کرنا اور کھانا کھلانا اسلام میں افضل ترین اعمال میں سے دو اعمال ہیں۔ کیوں کہ ایک تو ان کی فضیلت ہے اور دوسرے لوگوں کو ہر وقت ان کی ضرورت رہتی ہے۔
٣. ان دونوں کاموں میں احسان بالقول اور احسان بالعمل دونوں باتیں یکجا ہو جاتی ہیں، جو کہ احسان کی کامل ترین شکل ہے۔
٤. یہ وہ کام ہیں، جن کا تعلق مسلمانوں کے آپسی تعامل سے ہے، جب کہ کچھ کام ایسے بھی ہیں، جن کا تعلق بندے کے رب کے ساتھ تعامل سے ہے۔
٥. سلام کرنے میں پہل کرنے کی بات مسلمانوں تک محدود ہے۔ غیر مسلموں کو سلام کرنے میں پہل نہیں کی جائے گی۔

(٥٨٠٨)

(٢٧١) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟» قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢٧١)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمھیں ایسی چیزیں نہ بتاؤں، جن سے اللہ تعالی گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کر دیتا ہے؟" صحابہ نے

عرض کیا: ضرور، اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا، مسجد تک زیادہ قدم چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور یہی رباط (دشمنوں سے حفاظت کے لیے سرحد کی پہرہ داری کرنا) ہے"۔[صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ کیا وہ چاہتے ہیں کہ ان کی رہ نمائی ایسے اعمال کی جانب کی جائے، جو گناہوں کی بخشش، ان کو انسان کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے رجسٹر سے مٹا دیے جانے اور جنت میں اونچے درجات کے سبب بنتے ہوں؟

صحابہ نے عرض کیا: ضرور رہنمائی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا:

۱- پریشانی، جیسے ٹھنڈی، پانی کی کمی، جسمانی تکلیف اور پانی گرم ہونے کے باوجود پورے طور پر اور اچھی طرح وضو کرنا۔

۲- مسجدوں کی طرف زیادہ قدم چلنا۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مسجد سے گھر دور ہو یا مسجد آنا جانا زیادہ ہو۔ حدیث میں آئے ہوئے لفظ "الخُطا" کے معنی دو قدموں کے درمیان کی دوری کے ہیں۔

۳۔ نماز کے وقت کا انتظار کرنا، اس میں دل کا اٹکا رہنا، اس کی تیاری کرنا اور اس کے لیے جماعت کے انتظار میں مسجد کے اندر بیٹھا رہنا۔ ایک نماز پڑھ لینے کے بعد مسجد میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ دراصل یہی اعمال حقیقی مرابطہ (دشمن سے حفاظت کے لیے سرحد کی پہرے داری) ہیں۔ کیوں کہ یہ نفس کی طرف آنے والے شیطانی راستوں کو بند کرتے ہیں، خواہشات کو مغلوب کرتے ہیں اور نفس کو وسوسے قبول کرنے سے روکتے ہیں۔ اس طرح اللہ کا لشکر شیطان کے لشکر پر فتح یاب ہوتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. مسجد میں نماز باجماعت کی پابندی کرنے، نمازوں کا اہتمام کرنے اور ان سے غفلت نہ برتنے کی فضیلت و اہمیت۔

۲. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین پیش کش اور اپنے صحابہ کو شوق دلانے کا عمدہ انداز کہ آغاز سوال کے انداز میں ایک بڑے ثواب سے کیا۔ دراصل یہ تعلیم کا ایک کارگر طریقہ ہے۔

۳. سوال و جواب کے ذریعے کسی مسئلے کو پیش کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ کسی بات کو پہلے مبہم طور پر رکھنے اور اس کے بعد اس کی وضاحت کرنے سے بات دل میں نقش زیادہ ہوتی ہے۔

۴. نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہی رباط ہے۔ یعنی یہی وہ رباط ہے، جس کی ترغیب دی گئی ہے۔ رباط کے اصل معنی کسی چیز پر روکے رکھنے کے ہیں۔ اس طرح کے انسان نے گویا خود کو طاعت وبندگی پر روک لیا۔ اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ مراد یہ ہو کہ یہی افضل رباط ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: جہاد دراصل نفس سے جہاد کرنا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد ممکن اور میسّر رباط ہو۔ یعنی یہ کام کرنا بھی رباط کی ایک قسم ہے۔

۵. لفظ رباط کا مکرر استعمال کیا گیا ہے اور اس پر "ال" لگایا گیا ہے جو کہ معرفہ بنانے کے لئے ہوتا ہے، تاکہ ان اعمال کی اہمیت و عظمت کو اجاگر کیا جائے۔

(۳۵۷۴)

(٢٧٢) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ، خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ، احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَلَا تَعْجَزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ، فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ (لَوْ) تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢٧٢)–ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "مضبوط مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور محبوب ہے۔ تاہم خیر تو دونوں ہی میں ہے۔ جو چیز تمہارے لیے فائدے مند ہو، اس کی حرص رکھو اور اللہ سے مدد مانگو اور عاجز نہ بنو۔ اگر تم پر کوئی مصیبت آ جائے، تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کر لیتا، تو ایسا ہو جاتا۔ بلکہ یہ کہو کہ یہ اللہ کی تقدیر ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کیوں کہ "اگر" شیطان کے عمل دخل کا دروازہ کھول دیتا ہے"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ ویسے تو ہر مومن میں خیر ہوتی ہے، لیکن ایمان، عزیمت اور مال و غیرہ طاقت کے پہلوؤں میں قوی مومن اللہ عز و جل کے یہاں کمزور مومن سے بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔ اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے مومن کو ایسے اسباب اختیار کرنے کی وصیت فرمائی جن سے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل ہو سکے' ساتھ ہی اللہ پر اعتماد، اس سے مدد مانگنے کا جذبہ اور اس پر بھروسہ شامل حال ہوں۔ پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے عاجزی، سستی اور دونوں جہانوں میں نفع پہنچانے والی چیزوں سے پیچھے رہنے سے منع فرمایا ہے۔ جب مومن پوری تندہی سے عمل کرے، اسباب اختیار کرے، اللہ سے مدد اور خیر طلب کرتا رہے، تو اس کے بعد بس اتنا بچ جاتا ہے کہ اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دے اور اس بات کا

یقین رکھے کہ اللہ جو کرے گا، وہ خیر ہی ہو گا۔ اس کے بعد اگر کوئی مصیبت لاحق ہو، تو یہ نہ کہے: "اگر میں ایسا کر لیتا، تو ایسا اور ایسا ہو تا۔" "کیوں کہ لفظ (اگر) شیطان کے عمل کے راستے کھول دیتا ہے۔" یعنی انسان تقدیر پر اعتراض اور فوت شدہ چیز پر افسوس کرنے لگتا ہے۔ انسان کو راضی بہ رضا رہتے ہوئے اور خود سپردگی کا ثبوت دیتے ہوئے بس اتنا کہنا چاہیے: "یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔" لہذا جو کچھ ہوا، وہ اللہ کے ارادے کے مطابق ہوا۔ کیوں کہ وہ جو چاہتا ہے، کر گزرتا ہے۔ اس کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اس کے حکم کو کوئی روک نہیں سکتا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ایمان میں لوگوں کا تفاوت۔

٢. اعمال میں قوت کا استحباب، کیوں کہ قوت سے وہ وہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، جو ضعف سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

٣. انسان کو چاہیے کہ نفع بخش چیزوں کا اہتمام کرے اور نقصان دہ امور سے اجتناب کرے۔

٤. مومن پر واجب ہے کہ اپنے تمام معاملات میں اللہ سے مدد طلب کرے اور اپنی ذات پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھے۔

٥. قضا اور قدر کا ثبوت۔ قضا و قدر پر ایمان اسباب اختیار کرنے اور خیر کی کوشش کرنے سے متصادم نہیں ہے۔

٦. مصیبتوں کے وقت ناراضگی کے طور پر لفظ "اگر" کہنے کی ممانعت اور قضا و قدر پر اعتراض کرنے کی حرمت۔

(٥٤٩٣)

(٢٤٣) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَنْجُوَ أَحَدٌ مِنْكُمْ بِعَمَلِهِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا أَنْتَ؟ قَالَ: «وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٤٣)–ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: " صحیح راستہ اختیار کرو اور جان لو کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتا"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: "میں بھی نہیں! مگر یہ کہ اللہ تعالی اپنی رحمت و فضل سے مجھے ڈھانپ لے۔" [صحیح]- [متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس بات کی ترغیب دی کہ عمل کرتے رہیں، افراط و تفریط سے بچتے ہوئے جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہیں، ان کے عمل کا مقصد حق جوئی ہو' بایں طور کہ اخلاص الہی اور اتباع سنت کے ساتھ عمل کریں، تاکہ ان کے اعمال قبول ہوں اور نزول رحمت کا سبب بنیں۔

اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ فقط تم میں سے کسی کا عمل اسے نجات نہیں دلا سکتا۔ بلکہ اللہ کی رحمت شامل حال ہونا ضروری ہے۔

صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ کے اتنے سارے اعمال بھی آپ کو نجات نہیں دلا سکتے؟

جواب دیا: مجھے بھی نہیں، جب تک کہ اللہ اپنے فضل و رحمت کی چادر مجھ پر نہ پھیلا دے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. نووی کہتے ہیں: حدیث کے الفاظ (سدِّدوا و قاربوا) کے معنی یہ ہوئے کہ درستگی کی تلاش میں رہو اور اس پر عمل کرو۔ اگر ایسا نہ کر سکو، تو اس سے قریب رہو۔ سداد کے معنی

درستگی کے ہیں۔ یعنی افراط و تفریط کے درمیان کی راہ، نہ غلو کرو اور نہ کوتاہی کی راہ اپناؤ۔

۲. شیخ ابن باز کہتے ہیں: جس طرح برے اعمال جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہیں، اسی طرح اچھے اعمال جنت میں داخل ہونے کا سبب ہیں۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ جنت میں داخلہ محض عمل کی بنیاد پر نہیں مل سکتا بلکہ اللہ کا درگزر اور اس کی رحمت ضروری ہے۔ لوگ داخل تو ہوں گے اپنے اعمال کی وجہ سے، لیکن اس داخلے کو اللہ کی رحمت، اس کا عفو و درگزر اور اس کی مغفرت واجب کرے گی۔

۳. بندے کو اپنے عمل پر غرور اور تکبر نہیں کرنا چاہیے، خواہ وہ جس قدر بھی ہو، کیوں کہ اللہ تعالی کا حق اس کے عمل سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس لیے بندے کو خوف وامید دونوں سے لیس ہونا چاہیے۔

۴. بندوں کے اوپر تنی ہوئی اللہ کے فضل واحسان کی چادر ان کے اعمال سے کہیں زیادہ کشادہ ہے۔

۵. نیک اعمال جنت میں داخل ہونے کا سبب ہیں اور جنت سے سرفراز ہونا محض اللہ کے فضل اور رحمت سے ممکن ہے۔

۶. کرمانی کہتے ہیں: جب سارے لوگ اللہ کی رحمت کی بدولت ہی جنت میں داخلہ پاسکتے ہیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بطور خاص یہ بتانے کے لیے کیا گیا ہے کہ جب آپ کا جنت میں داخل ہونا یقینی ہے اور اس کے باوجود آپ اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتے، تو دوسرے لوگ بہ درجہ اولی داخل نہیں ہوسکتے۔

۷. نووی کہتے ہیں: ارشاد باری تعالی: (اپنے ان اعمال کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔) [النحل: ۳۲]، (یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث اپنے کیے ہوئے اعمال کے سبب بنائے گئے ہو۔) [الزخرف: ۷۲] اور اس طرح کی دیگر آیتیں جو یہ بتاتی ہیں کہ اعمال کی

بدولت جنت میں داخلہ نصیب ہو گا، ان کے اور ان احادیث کے درمیان تعارض نہیں ہے۔ کیوں کہ ان آیتوں کے معنی بس اتنا ہیں کہ جنت میں داخلہ اعمال کے سبب سے نصیب ہو گا۔ لیکن اعمال کی توفیق، ان کے اندر اخلاص اور ان کی قبولیت اللہ کی رحمت اور فضل و کرم سے نصیب ہوتی ہے۔ یہی ان احادیث کا مقصد ہے۔ لہذا یہ صحیح ہے کہ جنت میں داخلہ اعمال کے سبب ملے گا، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اعمال کی توفیق اللہ کی رحمت سے نصیب ہوتی ہے۔

٨. ابن الجوزی کہتے ہیں: اس سے چار جوابات نکل کر سامنے آتے ہیں: ۱- عمل کی توفیق اللہ کی رحمت سے ملتی ہے۔ سچائی تو یہ ہے کہ اگر اللہ کی رحمت شامل حال نہ ہو تو نہ ایمان کی دولت نصیب ہو اور نہ اطاعت کی سعادت، جن سے کہ نجات ملتی ہے۔ ۲- غلام کے منافع آقا کے ہوا کرتے ہیں۔ لہذا اس کا عمل بھی اس کے آقا کا حق ہے۔ ایسے میں آقا اپنے غلام کو جو بھی انعام دے اسے اس کے فضل و کرم کا ہی نام دیا جائے گا۔ ۳- کچھ حدیثوں میں آیا ہے فی نفسہ دخول جنت اللہ کی رحمت سے نصیب ہو گا اور درجات کی تقسیم اعمال کی بنیاد پر ہو گی۔ ۴- نیکی کے کام کرنے میں تھوڑا سا وقت لگتا ہے، جب کہ اس کے نتیجے میں ملنے والا ثواب دائمی ہوتا ہے۔ اس لیے ختم ہو جانے والے اعمال کے بدلے میں ملنے والا دائمی انعام فضل و کرم ہی کہلائے گا۔ بدلہ نہیں۔

٩. رافعی کہتے ہیں: کسی بھی عمل کرنے والے کے لیے مناسب نہیں ہو گا کہ نجات اور درجات کے حصول کے سلسلے میں اپنے عمل پر بھروسہ کر لے۔ کیوں کہ اس کے پاس جو اعمال ہیں، وہ اللہ کی توفیق کی بنا پر ہیں اور اگر وہ گناہوں سے محفوظ رہا ہے، تو اسے محفوظ اللہ نے رکھا ہے۔ اس لیے یہ سب کچھ اللہ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت کا نتیجہ ہے۔

(۳۴۶۹)

(٢٧٤) – عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَا زَالَ يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۷۴)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جبریل مجھے پڑوسی کے (حق کے) بارے میں اس قدر وصیت کرتے رہے کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنادیں گے“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ جبریل آپ کو پڑوسی، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اور رشتے دار ہو یا غیر رشتے دار، کا خیال رکھتے ہوئے اس کے حقوق ادا کرنے، اسے تکلیف نہ پہنچانے، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور اس کی جانب سے دی جانے والی اذیت پر صبر کرنے کا حکم اس طرح بار بار دیتے رہے کہ آپ کو اس تاکید اور تکرار سے یہ لگنے لگا کہ آپ پر ایسی وحی اترنے والی ہے، جس میں میت کے چھوڑے ہوئے مال میں پڑوسی کو حصے دار بنانے کی بات ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. پڑوسی کا غیر معمولی حق اور اس کا دھیان رکھنے کی ضرورت۔
٢. پڑوسی کے حق کی تاکید کے ساتھ وصیت کرنے کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی عزت کی جائے، اس سے محبت رکھی جائے، اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، اسے تکلیف سے بچایا جائے، بیمار ہونے پر اس کی تیمار داری کی جائے، خوشی کے موقعے پر اسے مبارک باد دی جائے اور مصیبت کے وقت اس کی غم گساری کی جائے۔
٣. پڑوسی کا دروازہ جتنا قریب ہو گا، اس کا حق اتنا بڑھ جائے گا۔
٤. شریعت اسلامیہ ایک مکمل شریعت ہے، جس میں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک اور ان

کو تکلیف سے بچانے جیسی سماج کو خوش گوار بنانے والی تعلیمات دی گئی ہیں۔

(٣٩٦٥)

(٢٧٥) – عن أبي الدرداء رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». [صحيح] - [رواه الترمذي وأحمد]

(٢٧٥)–ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے بھائی کی عزت وناموس کا (اس کی غیر موجودگی میں) دفاع کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے دور کردے گا“۔ [صحیح]-[اسے ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ جو شخص اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں کسی کو اس کی مذمت کرنے یا اس کے ساتھ برا سلوک کرنے سے روک کر اپنے مسلمان بھائی کا دفاع کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اس سے عذاب کو دور رکھے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسلمانوں کی عزت و آبرو پر کیچڑ اچھالنے کی ممانعت۔

٢. انسان کو جزا اسی نوعیت کی دی جائے گی، جس نوعیت کا اس کا عمل رہے گا۔ چنانچہ جو اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرے گا، اللہ اس سے جہنم کی آگ کو دور رکھے گا۔

٣. اسلام آپسی بھائی چارے اور باہمی تعاون کا مذہب ہے۔

(٥٥١٤)

(٢٤٦) – عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قالَ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٤٦)-انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے، جو اپنے لیے کرتا ہے“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ کسی شخص کو ایمان کامل کی دولت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی، جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی دین اور دنیا کی وہی چیزیں پسند نہ کرے، جو اپنے لیے کرتا ہو اور اس کے لیے انھیں چیزوں کو ناپسند نہ کرے، جنھیں اپنے لیے ناپسند کرتا ہو۔ اگر اپنے بھائی کے اندر دین کی کوئی کمی دیکھے، تو اس کی اصلاح کی کوشش کرے اور اچھائی دیکھے تو اسے اور جلا دے اور اس میں مدد کرے۔ دین اور دنیا سے متعلق تمام امور میں اس کی خیر خواہی کرے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. انسان پر یہ واجب ہے کہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو۔ کیوں کہ جو اپنے لیے پسند ہو اسے اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرنے والے کے ایمان کی نفی یہی بتاتی ہے۔

٢. دینی اخوت کا درجہ نسبی اخوت سے اوپر ہے۔ لہٰذا اس کا حق بھی زیادہ واجب ہے۔

٣. ایسے تمام اقوال و افعال حرام ہیں جو اس اخوت کے منافی ہوں جیسے دھوکہ، غیبت، حسد اور مسلمان کی جان، مال یا عزت و آبرو پر حملہ وغیرہ۔

٤. مہمیز کا کام کرنے والے الفاظ کا استعمال۔ کیوں کہ آپ نے "اپنے بھائی" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۵. کرمانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایمان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان اپنے بھائی کے لیے بھی وہ ناپسند کرے، جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہو۔ لیکن اس کا ذکر آپ نے نہیں کیا۔ کیوں کہ کسی چیز سے محبت سے اس کی ضد سے نفرت لازم آتی ہے۔ لہذا اسے الگ سے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴۷۱۷)

(۲۷۷) – عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۷۷)- اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے، اسے مزیّن کر دیتی ہے اور جس چیز سے بھی نکال لی جاتی ہے، اسے بد نما اور عیب دار کر دیتی ہے“۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ شفقت، نرمی اور قول و فعل میں ٹھہراؤ چیزوں کی خوب صورتی، کمال اور حسن میں اضافہ کرتا ہے اور اس بات کا امکان زیادہ رہتا ہے کہ ان خوبیوں کا حامل شخص اپنی ضرورت حاصل کر لے۔

جب کہ سختی و شدت چیزوں کو عیب دار اور بد نما بنا دیتی ہے اور ضرورت کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کر دیتی ہے۔ ایسے شخص کی ضرورت پوری ہو بھی جائے، تو بڑی مشقت سے ہوتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. نرمی اختیار کرنے کی ترغیب۔

۲. نرمی و شفقت انسان کی زینت ہے اور یہ دین و دنیا سے متعلق ہر بھلائی کا سبب ہے۔

(٥٧٩٦)

(٢٧٨) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(٢٧٨)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے۔جو شخص دین کے معاملے میں سختی اختیار کرے گا،اس پر دین غالب آ جائے گا۔ چنانچہ اپنے عمل میں راستگی اختیار کرو اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ، اور صبح و شام اور کسی قدر رات میں (عبادت کے ذریعہ) مدد حاصل کرو"۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ مذہب اسلام کی بنیاد تمام معاملات میں آسانی اور سہولت فراہم کرنے پر رکھی گئی ہے۔یہ آسانی اور سہولت اس وقت کہیں زیادہ فراہم کی گئی ہے، جب عجز و حاجت موجود ہو۔سچ تو یہ ہے کہ دینی اعمال میں تعمق اور ترک رفق کا انجام عجز اور انقطاع عمل کی صورت ہی میں ظاہر ہوتا ہے۔-اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے میانہ روی کی ترغیب دی۔ بندہ نہ تو شرعی احکام کی بجا آوری میں کوتاہی سے کام لے اور نہ اپنے اوپر ایسی چیزیں لادے، جنھیں اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔اگر کامل ترین پر عمل نہ کر سکے،تو اس سے قریب ترین پر عمل کرے۔

اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے ایسے شخص کو بڑے اجر و ثواب کی خوش خبری دی ہے،جو کامل ترین پر عمل نہ کر پانے کی وجہ سے تھوڑا سا عمل ہی کرتا ہو، لیکن اس میں تسلسل ہو۔کیوں کہ عدم استطاعت میں اگر بندے کا عمل دخل نہ ہو،تو اس سے اس کے اجر و ثواب میں کمی نہیں آتی۔

پھر چوں کہ دنیا سفر کی جگہ اور آخرت کی گزر گاہ ہے، اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے تین نشاط آمیز اوقات میں تسلسل کے ساتھ عبادت کے ذریعے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ تین اوقات اس طرح ہیں:

۱- الغدوۃ: دن کے پہلے حصے میں چلنا۔ دن کے پہلے حصے سے مراد فجر کی نماز سے لے کر سورج نکلنے کے درمیان کا وقت ہے۔

۲- الروحۃ: زوال کے بعد چلنا۔

۳- دلجۃ: پوری رات یا رات کے کچھ حصے میں چلنا۔ چوں کہ رات میں کام کرنا دن میں کام کرنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل ہوتا ہے، اس لیے "وشيءٍ من الدلجة" کہہ کر اس کے کچھ حصے میں کام کرنے کا حکم دیا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اسلامی شریعت آسانی، کشادگی اور افراط و تفریط سے دور اعتدال کی حامل شریعت ہے۔
۲. انسان کو کوئی بھی کام اپنی استطاعت کے مطابق کرنا چاہیے۔ نہ سستی کا عمل دخل ہو اور نہ انتہاپسندی کا۔
۳. انسان کو عبادت کے لیے ایسے اوقات کا انتخاب کرنا چاہیے، جب طبیعت میں نشاط اور چستی ہو۔ مذکورہ تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں جسم عبادت کی جانب سب سے زیادہ آمادہ رہتا ہے۔
۴. ابن حجر کہتے ہیں: یہاں ایک طرح سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منزل کی جانب سفر کر رہے شخص کو مخاطب کیا ہے۔ چوں کہ اس حدیث میں مذکور تین اوقات سفر کے لیے سب سے مناسب اوقات ہیں، اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نشان دہی فرما دی۔ کیوں کہ اگر مسافر رات دن چلتا ہی رہ جائے، تو کچھ دوری طے

کرنے کے بعد تھک ہار کر بیٹھ جائے گا۔ اس کے بر عکس اگر ان نشاط آمیز اوقات میں چلے اور اس کے بعد آرام کرے تو سفر کو جاری رکھنا آسان ہو جائے گا۔

5. ابن حجر کہتے ہیں: اس حدیث میں اشارہ شرعی رخصت پر عمل کرنے کی جانب ہے۔ کیوں کہ جہاں رخصت ہو، وہاں عزیمت سے چپکے رہنا، انتہا پسندی ہے۔ مثلا کسی کے لیے پانی کا استعمال ممنوع ہو اور تیمم کے بجائے وضو کرنے پر مصر رہے اور اس کی وجہ سے اس کا نقصان بھی ہو جائے۔

6. ابن المنیر کہتے ہیں: یہ حدیث محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق نبی ہونے کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ ہم نے اور ہم سے پہلے کے لوگوں نے دیکھا ہے کہ طاقت سے زیادہ عمل کا بوجھ اٹھانے کی کوشش کرنے والا ہر شخص تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہاں عبادت کی کامل ترین روش پر گام زن ہونے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ یہ تو ایک قابل ستائش رویہ ہے۔ منع افراط سے کیا گیا ہے جو تھک ہار کر بیٹھ جانے کا سبب بنتا ہے، نفلی عبادتوں میں مبالغے سے منع کیا گیا ہے جو ترک افضل یا کسی فرض کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کا سبب بنتا ہے۔ جیسے کوئی رات بھر تہجد پڑھ کر سو گیا اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہ کر سکا یا پھر سورج نکلنے تک سویا ہی رہ گیا۔

(٥٧٩٥)

(٢٧٩) – عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٧٩)–انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، خوش خبری دو اور متنفر نہ کرو“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دین اور دنیا سے متعلق سبھی معاملوں میں، شرعی دائرے میں رہ کر، لوگوں کا بوجھ ہلکا کرنے، ان کو آسانی دینے اور دشواری نہ ڈالنے کا حکم دیتے تھے۔
ساتھ ہی خیر کی خوش خبری دینے اور لوگوں کو دین سے نفرت نہ دلانے کی ترغیب دیتے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ایک مؤمن کی ذمے داری ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ سے محبت دلائے اور اچھے کام کی ترغیب دے۔
٢. داعی الی اللہ کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے طریقہ کے بارے میں حکمت اپنائے۔
٣. خوش خبری دینے کے نتیجے میں داعی اور اس کی دعوت کے بارے میں لوگوں کے اندر خوشی، توجہ اور اطمینان کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
٤. لوگوں کو دشواری میں ڈالنے سے داعی کی بات سے دوری، شکوک وشبہات اور بے رخی پیدا ہوتی ہے۔
٥. بندوں پر اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ اس نے ان کے لیے ایک کشادگی والے دین اور آسان شریعت کا انتخاب کیا ہے۔
٦. آسانی سے مراد وہی آسانی ہے، جو شرعی تعلیمات کے عین مطابق ہو۔

(٥٨٦٦)

(٢٨٠) – عن أنس رضي الله عنه قال: كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ: «نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(۲۸۰)—انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ اسی دوران انھوں نے فرمایا: "ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔" [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

عمر رضی اللہ عنہ بتا رہے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا ضرورت ایسا کام کرنے یا ایسی بات کہنے سے منع کیا ہے، جس میں مشقت ہو۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. منع کردہ تکلف کے اندر بکثرت سوال کرنا، ایسا کام کرنا جس کی جان کاری نہ ہو اور ایسی چیز میں سختی کرنا بھی داخل ہے، جس میں اللہ نے وسعت رکھی ہے۔
٢. ایک مسلمان کو چاہیے کہ خود کو کشادہ دلی اور قول اور عمل میں تکلف سے بچنے کا عادی بنائے۔ کھانے پینے، بات چیت اور دیگر تمام چیزوں میں تکلفات سے اوپر اٹھ کر کام کرے۔
٣. اسلام ایک آسان مذہب ہے۔

(٨٩٤٥)

(٢٨١) – عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۸۱)—عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے، تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب تم میں سے کوئی

شخص کوئی چیز پیے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پیے۔ کیوں کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم اس بات کا حکم دے رہے ہیں کہ مسلمان اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور پیے، جب کہ اس بات سے منع کر رہے ہیں کہ کوئی اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے اور پیے۔ ایسا اس لیے کہ بائیں ہاتھ سے کھانے اور پینے کا کام شیطان کرتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. بائیں ہاتھ سے کھانے یا پینے کا کام کرکے شیطان کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت۔

(٥٨١٢٢)

(٢٨٢) – عن عُمر بن أبي سلمة رضي الله عنه قال: كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا غُلَامُ، سَمِّ اللهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ. [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٨٢)– عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں بچہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا۔ (کھاتے وقت) میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف گھوما کرتا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”بچے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو، داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور اپنے سامنے سے کھایا کرو۔“ چنانچہ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ،

جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت اور کفالت میں تھے، بتا رہے ہیں کہ ان کا ہاتھ کھانا کھانے کے دوران کھانا اٹھانے کے لیے برتن کے چاروں جانب گھومتا رہتا تھا، لہذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کو کھانا کھانے کے تین آداب سکھائے:

۱- کھانا کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا۔

۲- دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا۔

۳- برتن میں سے اپنے سامنے والے حصے سے کھانا کھانا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. کھانے پینے کا ایک ادب یہ ہے کہ شروع میں بسم اللہ کہا جائے۔
۲. بچوں کو آداب سکھانا چاہیے۔ خاص طور سے ان بچوں کو جو آپ کے زیر کفالت ہوں۔
۳. بچوں کو تعلیم دینے اور ادب سکھانے کے معاملے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور کشادہ دلی۔
۴. کھانے کا ایک ادب یہ ہے کہ انسان اپنے سامنے سے کھائے۔ ہاں! اگر پلیٹ میں کھانے کی الگ الگ طرح کی چیزیں موجود ہوں، تو اس کے لئے ان چیزوں کا (برتن کے کسی بھی حصے سے) لینا جائز ہے۔
۵. صحابہ کرام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے آداب پر پابندی سے عمل کرتے تھے۔ ایسا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے: "چنانچہ اس کے بعد ہمیشہ میں آپ کے بتائے ہوئے اسی طریقے کے مطابق کھانا کھاتا رہا"۔

(۵۸۱۲۰)

(٢٨٣) – عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۲۸۳)–انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالی بندے کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کھانا کھائے اور اس پر اللہ کی تعریف کرے یا پانی پیے اور اس پر اللہ کی تعریف کرے“۔[صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ بندے کا اللہ کے فضل وکرم اور اس کی نعمتوں پر اللہ کی تعریف کرنا ایک ایسی چیز ہے، جس سے اللہ کی خوش نودی حاصل ہوتی ہے۔ اس تعریف کی ایک شکل یہ ہے کہ بندہ کھانا کھائے اور الحمد للہ کہے، اسی طرح پانی پیے اور الحمد للہ کہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

ا. بندوں پر اللہ کا لطف وکرم ہے کہ وہ روزی بھی دیتا ہے اور تعریف سے خوش بھی ہوتا ہے۔

٢. اللہ کی خوش نودی چھوٹے چھوٹے کاموں سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کھانے اور پینے کے بعد اللہ کی تعریف کرنا۔

٣. کھانے اور پینے کا ایک ادب یہ ہے کہ کھانے پینے کے بعد اللہ کی تعریف کی جائے۔

(٥٧٩٨)

(٢٨٤) – عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رضي الله عنه: أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: «كُلْ بِيَمِينِكَ»، قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ، قَالَ: «لَا اسْتَطَعْتَ»، مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ. [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢٨٤)– سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک آدمی نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ لہٰذا آپ نے اس سے کہا: "اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ"۔ لیکن اس نے جواب دیا: میں (دائیں ہاتھ سے) کھا نہیں سکتا۔ اس پر آپ ﷺ نے (اس کے حق میں بددعا کے طور پر) کہا: "تو

ایسا کر بھی نہیں سکتا"۔ دراصل اس نے محض تکبر کی وجہ سے آپ کی بات کو ٹھکرایا تھا۔ راوی حدیث کہتے ہیں: چنانچہ وہ شخص اپنا ہاتھ اپنے منہ تک کبھی نہ لے جاسکا۔ [صحیح] - [اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا، تو دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم دیا۔ لیکن اس نے تکبر کی وجہ سے جھوٹ بول دیا کہ وہ ایسا کر نہیں سکتا۔ لہذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بد دعا کر دی کہ وہ کبھی دائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھا سکے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے نبی کی بد دعا قبول کر لی اور اس کا دایاں ہاتھ بے کار ہو گیا۔ وہ کبھی اپنا ہاتھ کھانے یا پینے کے لیے منہ تک نہیں اٹھا سکا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. دائیں ہاتھ سے کھانا واجب اور بائیں ہاتھ سے کھانا حرام ہے۔
٢. شرعی احکام پر عمل کرنے سے تکبر کرنا انسان کو سزا کا حق دار بنا دیتا ہے۔
٣. اللہ نے اپنے نبی کو ایک اعزاز یہ دیا تھا کہ ان کی دعا قبول کرتا تھا۔
٤. اچھے کام کا حکم دینے اور برے کام سے روکنے کا کام ہر حالت میں کرنا ہے۔ کھانے کی حالت میں بھی۔

(٣٣٧٢)

(٢٨٥) – عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضي الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا، فَلْيَعْتَزِلْنَا -أَوْ قَالَ: فَلْيَعْتَزِلْ- مَسْجِدَنَا، وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ»، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ، فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا، فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ البُقُولِ، فَقَالَ قَرِّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ، فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا، قَالَ: «كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي».

ولِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ، الثُّومِ - وقَالَ مَرَّةً: مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّومَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٢٨٥)– جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو، وہ ہم سے دور رہے - یا آپ ﷺ نے فرمایا: ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے"۔ آپ ﷺ کے پاس ایک ہانڈی لائی گئی، جس میں کچھ سبزیاں تھیں۔ آپ ﷺ کو ان کی بو آئی، تو ان کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ کو اس میں موجود سبزیوں کے بارے میں بتایا گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اسے میرے کسی صحابی کے قریب کر دو۔ در اصل وہ صحابی آپ کے ساتھ تھے۔ جب اس صحابی نے (جنھیں یہ سبزی دی گئی تھی) اسے دیکھا تو انھوں نے بھی اسے کھانے کو ناپسند کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کھالو۔ کیوں کہ میں اس ذات سے مناجات کرتا ہوں، جس سے تم نہیں کرتے۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو، جس نے پیاز یا لہسن کھائی ہو، مسجد آنے سے منع فرمایا ہے، تاکہ ان دونوں چیزوں کی بد بو باجماعت نماز پڑھنے کے لیے مسجد آنے والے دوسرے

بھائیوں کی اذیت کا باعث نہ بنے۔ یہ ممانعت دراصل مسجد آنے کی تنزیہی ممانعت ہے۔ ان دونوں چیزوں کو کھانے کی ممانعت نہیں۔ کیوں کہ ان دونوں چیزوں کا کھانا مباح ہے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سبزیوں کی ایک ہانڈی لائی گئی۔ لیکن جب آپ نے ان کے اندر بو محسوس کی اور بتایا گیا کہ اس میں کیا ہے، تو اسے خود کھانے کی بجائے اپنے ایک ساتھی کی جانب بڑھا دیا۔ جب انھوں نے آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، اسے کھانا پسند نہیں کیا، تو یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: تم کھاؤ۔ مجھے کھانے سے گریز اس لیے ہے کہ میں وحی لے کر آنے والے فرشتوں سے بات کرتا ہوں۔

آپ نے بتایا کہ فرشتوں کو بھی بدبودار چیزوں سے اسی طرح تکلیف ہوتی ہے، جس طرح انسانوں کو ہوتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اس شخص کو مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے، جس نے لہسن، پیاز یا گندنا کھایا ہو۔

۲. ان چیزوں کے حکم میں ان تمام بدبودار چیزوں کو رکھا جائے گا، جو نمازیوں کی اذیت کا سبب بنتی ہوں۔ جیسے سگریٹ اور تمباکو وغیرہ۔

۳. ممانعت کا سبب بدبو ہے۔ اگر زیادہ پکانے وغیرہ کی وجہ سے بدبو دور ہو جائے، تو کراہت دور ہو جائے گی۔

۴. جس شخص کو مسجد میں آکر نماز پڑھنا ہو اس کے لیے یہ چیزیں کھانا مکروہ ہے، تاکہ مسجد میں نماز باجماعت فوت نہ ہو۔ البتہ اگر حاضر نہ ہونے کے لیے حیلہ کے طور پر یہ چیزیں کھائے، تو اس کے حق میں ان چیزوں کا کھانا حرام ہوگا۔

۵. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو کھانے سے گریز اس لیے نہیں کرتے تھے کہ یہ چیزیں حرام ہیں۔ گریز اس لیے کرتے تھے کہ آپ جبریل علیہ السلام سے بات کیا کرتے تھے۔

٦. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ طرز تعلیم کہ آپ نے حکم کے ساتھ اس کی وجہ بھی بیان فرمائی، تاکہ حکمت سمجھ کر مخاطب کے اندر اطمینان پیدا ہو جائے۔

٧. قاضی کہتے ہیں: علمانے نماز پڑھنے کی دیگر جگہوں، جیسے عید گاہ اور جنازہ گاہ وغیرہ جیسی عبادت کی اجتماعی جگہوں کو بھی اسی پر قیاس کیا ہے۔ اسی طرح علم، ذکر اور ولیمے کی مجلسوں کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ لیکن بازاروں وغیرہ کو نہیں۔

٨. علمانے کہا: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ لہسن وغیرہ کھانے والے کو خالی مسجد میں داخل ہونے سے بھی روکا جائے گا۔ کیوں کہ مسجد میں فرشتے رہتے ہیں۔ ساتھ ہی عموم حدیث کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

(٤٨٥٠)

(٢٨٦) – عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ: الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ». [حسن] - [رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه وأحمد]

(٢٨٦)- سہل بن معاذ بن انس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھی: "الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلاَ قُوَّةٍ" (ساری تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور اس کی روزی دی, جب کہ اس میں میری طاقت اور قوت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ "غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِها" تو اس کے گذشتہ سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔" [حَسَنْ] [اسے ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے والے کو اللہ کی تعریف کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ کیوں کہ اللہ کی توفیق اور مدد کے بغیر انسان کے پاس نہ غذا حاصل کرنے کی طاقت ہے اور نہ کھانے کی۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کا اہتمام کرنے والے کو خوش خبری دی ہے کہ اللہ اس کے پچھلے صغیرہ گناہوں کو بخش دے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. کھانے کے آخر میں اللہ کی تعریف کرنا مستحب ہے۔
٢. اللہ کے بے پایاں فضل و کرم کا بیان کہ اس نے بندوں کو روزی دی، روزی کے اسباب مہیا کیے اور اس میں گناہوں کی بخشش کا سامان بھی پیدا کر دیا۔
٣. بندوں کے سارے امور کی باگ ڈور اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ان کی طاقت و قوت کے بل پر کچھ نہیں ہوتا۔ بندے کو اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(٥٤٣١)

(٢٨٧) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان رسولُ الله صلى الله عليه وسلم إذا عَطَس وضَعَ يَدَه -أو ثوبَهُ- على فيهِ، وخَفَضَ -أو غضَّ- بها صوتَهُ.
[صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي وأحمد]

(٢٨٧)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ کو جب چھینک آتی، تو اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور اس سے اپنی آواز کو ہلکی یا پست کرتے۔ [صحيح]- [اسے ابوداود، ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو سب س پہلے اپنے منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھتے، تاکہ منہ یا

ناک سے کوئی ایسی چیز نہ نکلے، جس سے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو اذیت ہو۔ دوسرے نمبر پر آواز دھیمی کر لیتے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھینکنے کے طریقے کا بیان اور اس میں آپ کی پیروی۔
۲. چھینکتے وقت منہ اور ناک پر کپڑا یا رومال وغیرہ رکھ لینا مستحب ہے، تاکہ اس سے کوئی ایسی چیز نہ نکلے کہ اس سے پاس بیٹھے ہوئے انسان کو اذیت ہو۔
۳. چھینکتے وقت آواز کو پست کر لینا چاہیے۔ یہ کمالِ ادب اور اعلیٰ اخلاق میں سے ہے۔

(۳۳۱۷)

(۲۸۸) – عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ، كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى عَزَائِمُهُ». [صحيح] - [رواه ابن حبان]

(۲۸۸)– عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح اسے یہ پسند ہے کہ اس کے احکام واوامر پر عمل کیا جائے"۔ [صحیح]-[اسے ابنِ حبان نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالی کو یہ پسند ہے کہ اس نے جو رخصتیں مشروع کی ہیں، ان پر عمل کیا جائے۔ یعنی جن احکام و عبادات میں عذر کی بنا پر بندۂ مکلف کے لیے اس نے تخفیف اور آسانی کی ہے، اس کو برتا جائے- جیسے سفر کی حالت میں قصر اور جمع کے ساتھ نماز ادا کرنا- بالکل اسی طرح جس طرح اسے یہ محبوب ہے کہ اس کے مشروع کردہ واجب احکام واوامر پر عمل کیا جائے، کیوں کہ رخصت اور عزیمت ہر ایک میں اللہ کا حکم یکساں ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. بندوں کے تئیں اللہ کی رحمت و مہربانی اور یہ کہ اللہ پاک کو یہ پسند ہے کہ اللہ کی مشروع کردہ رخصتوں پر عمل کیا جائے۔
٢. اس سے شریعت کا کمال ظاہر ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مسلمان سے حرج اور مشقت کو دور کر دیا ہے۔

(٦٥٠١٧)

(٢٨٩) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(٢٨٩)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے آزمائش میں ڈالتا ہے۔" [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی ﷺ بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی مؤمن بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اسے جان، مال اور اہل و عیال کے سلسلے میں آزمائش میں ڈالتا ہے، کیوں کہ اس سے بندے کو اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کا موقع ملتا ہے، اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مؤمن کو طرح طرح کی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
٢. آزمائش کبھی کبھی بندے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی ہوا کرتی ہے۔ اللہ بندے کو آزماتا اس لیے ہے کہ اس کا درجہ بلند ہو، اس کا مرتبہ اونچا ہو اور اس کے گناہ بخش دیے جائیں۔

۳. مصیبتوں کے وقت جزع فزع کرنے کی ممانعت اور صبر سے کام لینے کی ترغیب۔

(۴۲۰۴)

(۲۹۰) – عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۹۰)–ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "ایک مسلمان کو جو بھی تکان، مرض، پریشانی، صدمہ، تکلیف یا غم پہنچتا ہے، حتی کہ اگر کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے، تو اللہ تعالی اس کے بدلے میں اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔" [صحيح] -[متفق عليه]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ مسلمان کو جو بھی بیماریاں، غم، تکلیفیں، پریشانیاں، مصیبتیں، دشواریاں، خوف اور فاقے لاحق ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اسے ایک کانٹا بھی چبھتا ہے، جو اس کے لیے باعث تکلیف ہوتا ہے، تو یہ ساری چیزیں اس کے لیے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. اپنے مؤمن بندوں پر اللہ کا بے پایاں فضل و کرم کہ ان کو لاحق ہونے والے معمولی نقصان کی وجہ سے بھی ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

۲. ایک مسلمان کو ابتلا و آزمائش کو اللہ کے یہاں ملنے والے اجر و ثواب کا ذریعہ سمجھنا چاہیے اور ہر چھوٹی بڑی مصیبت پر صبر کرنا چاہیے، تا کہ اس کے درجات بلند ہوں اور اس کے گناہ مٹا دیے جائیں۔

(۳۷۰۱)

(٢٩١) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا يَزَالُ البَلَاءُ بِالمُؤْمِنِ وَالمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ». [حسن] - [رواه الترمذي وأحمد]

(٢٩١)- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان، اولاد اور مال میں مصائب آتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس حال میں اللہ سے ملتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہ جاتا"۔ [حَسَنْ]-[اسے ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ آزمائشیں کبھی مومن مرد و عورت کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ آزمائش کبھی اس کی جان سے جڑی ہوتی ہے، جیسے طبیعت خراب ہو گئی اور جسم ٹھیک نہیں رہا۔ کبھی بال بچوں سے جڑی ہوتی ہے، جیسے کوئی بیمار ہو گیا، کوئی فوت ہو گیا یا کوئی نافرمان نکل گیا وغیرہ وغیرہ۔ کبھی مال سے جڑی ہوئی ہوتی ہے، جیسے محتاجی کا سامنا کرنا پڑا، تجارت بیٹھ گئی، چوری ہو گئی، کساد بازاری کا دور آ گیا اور روزی میں تنگی کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ ان آزمائشوں کے نتیجے میں اللہ بندے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور آخر میں جب وہ اللہ سے ملتا ہے، تو اپنے کیے ہوئے تمام گناہوں سے پاک وصاف ہو چکا ہوتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مومن بندوں پر اللہ کے رحم و کرم کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ دنیا کی مصیبتوں اور آفتوں کے ذریعے دنیا میں کیے ہوئے ان کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
٢. مصیبت گناہوں کو مٹانے کا کام کرتی ہے۔ بشرطیہ کہ انسان صاحب ایمان ہو۔ بندہ صبر سے کام لے اور اللہ کے فیصلے سے ناراض نہ رہے، تو اجر ملتا ہی ہے۔
٣. تمام امور میں صبر کی ترغیب۔ پسندیدہ میں بھی اور ناپسندیدہ میں بھی۔ بندہ اللہ کے واجب کردہ

کاموں کی انجام دہی میں صبر سے کام لے اور اس کے حرام کردہ امور سے دور رہنے میں صبر سے کام لے۔ اللہ کے ثواب کی امید رکھے اور اس کے عقاب سے ڈرتا رہے۔

۴. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ "بالمؤمن والمؤمنة" میں لفظ "مومنہ" کا اضافہ عورت کے حق میں تاکید کے طور پر ہوا ہے۔ ورنہ اگر صرف "مومن" کہتے، تب بھی اس میں "مومنہ" داخل ہو جاتی۔ کیوں کہ لفظ "مومن" مرد کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ چناں چہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اس سے بھی گناہوں اور خطاؤں کے کفارے کے لیے اسی بدلے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۵. مصائب کے نتیجے میں ملنے والے اجر و ثواب کا وعدہ انسان کے لیے مصائب کا سامنا کرنا آسان کر دیتا ہے۔

(٣١٥٩)

(٢٩٢) – عَنْ صُهَيْبٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢٩٢)–صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ جب کہ ایسا مومن کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ اگر اسے آسودہ حالی ملتی ہے اور اس پر وہ شکر کرتا ہے، تو یہ شکر کرنا اس کے لیے باعث خیر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی تنگی لاحق ہوتی ہے اور اس پر صبر کرتا ہے، تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لیے باعث خیر ہے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومن کے احوال پر بطور استحسان تعجب فرمارہے ہیں۔ کیوں کہ اس کے سارے احوال خیر کے حامل ہیں۔ جب کہ یہ شرف مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ اگر

اسے خوشیاں ملتی ہیں اور وہ اللہ کا شکر بجالاتا ہے، تو اسے شکر کی وجہ سے اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ اگر اسے تکلیف کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اسے اللہ کے یہاں اجر و ثواب کا ذریعہ سمجھتا ہے، تو اسے صبر کی بنا پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس طرح اس کا دامن ہر حال میں اجر و ثواب سے بھرا رہتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. آسودہ حالی پر شکر کرنے اور تنگ حالی پر صبر کرنے کی فضیلت۔ جس نے یہ دونوں کام کر لیے، اسے دونوں جہان کی خیر حاصل ہو گئی۔ اس کے بر خلاف جس نے نعمت پر شکر ادا نہیں کیا اور مصیبت پر صبر نہیں کیا، وہ اجر و ثواب سے محروم اور گناہ کا حق دار رہے گا۔

٢. ایمان کی فضیلت۔ ہر حال میں اجر و ثواب صرف اہل ایمان ہی کو حاصل ہو سکتا ہے۔

٣. خوش حالی کے وقت شکر کرنا اور تنگ حالی کے وقت صبر کرنا اہل ایمان کا شیوہ ہے۔

٤. قضا و قدر پر ایمان انسان کو تمام احوال میں رضائے کامل کی راہ پر گامزن رکھتا ہے۔ جب کہ غیر مومن کی حالت اس سے بالکل الگ ہوتی ہے۔ کوئی نقصان ہو جائے تو ناراض اور نعمت مل جائے تو اس میں مست ہو کر اللہ کی عبادت سے دور ہو جاتا ہے اور اسے نافرمانی کے کاموں میں خرچ کرنے لگتا ہے۔

(٣٢٩٨)

(٢٩٣) - عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا». [صحيح] - [رواه البخاري]

(٢٩٣)- ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”بندہ جب بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے، تو اس کے لیے ان عبادتوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے، جنھیں وہ حالتِ اقامت یا صحت میں ادا کیا کرتا تھا“۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے فضل ورحمت کے بارے میں بتاتے ہوئے یہ واضح کر رہے ہیں کہ جب ایک مسلمان کا معمول صحت اور اقامت کی حالت میں کوئی نیک کام کرنے کا رہتا ہے اور اس کے بعد کوئی عذر سامنے آجاتا ہے، مثلا بیماری کی وجہ سے وہ کام کر نہیں پاتا یا سفر میں نکل جانے کی وجہ سے اس کی گنجائش نہیں رہتی یا اس طرح کا کوئی اور عذر پیش آجاتا ہے، تو اس کے لیے اتنا ہی اجر وثواب لکھا جاتا ہے، جتنا صحت اور اقامت کی حالت میں اس کام کو کرنے پر لکھا جاتا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. بندوں پر اللہ کا بہت بڑا فضل وکرم۔
٢. نیکی کے کاموں میں لگے رہنے اور صحت و اقامت کے اوقات کو غنیمت جاننے کی ترغیب۔

(٣٥٥٣)

(٢٩٤) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٢٩٤)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نیک اعمال کی طرف تیزی سے بڑھو، ان فتنوں سے پہلے، جو سخت تاریک رات کی طرح ہوں گے؛ (حالت یہ ہوگی کہ) آدمی صبح کے وقت مؤمن ہوگا، تو شام کے وقت کافر اور شام کے وقت مؤمن ہوگا، تو صبح کے وقت کافر۔ دنیاوی ساز وسامان کے بدلے آدمی اپنا دین بیچ دے گا۔" [صحیح] - [اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومن کو اچھے کاموں کی طرف تیزی سے بڑھنے اور زیادہ سے زیادہ اچھے کام کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں، قبل اس کے کہ اچھے کاموں سے روک دینے والے فتنوں اور شبہات کی آمد کی وجہ سے انھیں کرنا دشوار ہو جائے اور انسان کے ہاتھ سے موقع نکل جائے۔ یہ فتنے تاریکیوں کی شکل میں نمودار ہوں گے۔ مانورات کے ٹکڑے ہوں۔ ان کے آنے کی وجہ سے حق باطل کے ساتھ اس طرح گڈ مڈ ہو جائے گا کہ انسان کے لیے دونوں کے درمیان فرق کرنا دشوار ہو جائے گا۔ حالت یہ ہو گی کہ انسان بد حواسی کا شکار ہو جائے گا۔ صبح مومن رہے گا، تو شام کو کافر ہو جائے گا۔ شام کو مومن رہے گا، تو صبح کافر بن جائے گا۔ دنیا کے متاع فانی کی وجہ سے دین سے کنارہ کش ہو جائے گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. دین کو مضبوطی سے پکڑے رہنے اور عمل صالح کی جانب تیزی سے آگے بڑھنے کی ضرورت، قبل اس کے کہ موانع حائل ہو جائیں۔
۲. آخری وقت میں گمراہ کن فتنوں کے پے درپے آنے کا اشارہ۔ صورت حال یہ ہو گی کہ ایک فتنہ جائے گا تو دوسرا فتنہ آ جائے گا۔
۳. جب انسان کا دین کمزور ہو جاتا ہے اور وہ متاع دنیا، جیسے مال وغیرہ کے چکر میں دین سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، تو یہ اس کے دین سے انحراف، دین بیزاری اور فتنوں کے شکار ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔
۴. اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اچھے اعمال فتنوں سے نجات کا سبب ہے۔
۵. فتنوں کی دو قسمیں ہیں: شبہات کا فتنہ، جس کا علاج علم ہے اور شہوات کا فتنہ، جس کا علاج ایمان اور صبر ہے۔

٦. اس حدیث میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جو قلیل العمل ہو گا، اس کی جانب فتنے زیادہ تیزی سے آئیں گے اور جو کثیر العمل ہو گا، اسے اپنے عمل کے دھوکے میں آنے کے بجائے مزید عمل کرنا چاہیے۔

(۳۱۳۸)

(۲۹۵) – عن معاوية رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: «مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ، وَاللهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۲۹۵)—معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے: ”جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں، دینے والا اللہ ہے۔ یہ امت اللہ کے دین پر قائم رہے گی، اس کی مخالفت کرنے والے اسے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا امر آ جائے“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے، اسے اپنے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایک بانٹنے والے کی ہے۔ آپ اللہ کا دیا ہوا مال اور علم وغیرہ لوگوں کے بیچ بانٹنے کا کام کرتے ہیں۔ جب کہ اصل دینے والا اللہ ہے۔ اس کے سوا دوسرے لوگ اسباب ہیں، جو اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کا کچھ بھلا نہیں کر سکتے۔ تیسری بات آپ نے یہ بتائی کہ یہ امت قیامت کے دن تک اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور اس کی مخالفت کرنے والے اسے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. شرعی علم کی عظمت، اسے سیکھنے کی فضیلت اور زیورِ علم سے آراستہ ہونے کی ترغیب۔
٢. اس امت کے اندر سچے دین پر عمل کرنے والے ہمیشہ موجود رہیں گے۔ اگر ایک گروہ اس سے بے رخی برتے گا تو دوسرا گروہ اس پر قائم ہو جائے گا۔
٣. کسی شخص کو دین کی سمجھ اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب اللہ اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے۔
٤. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم اور اس کی مشیت سے دیتے ہیں۔ آپ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔

(٥٥١٨)

(٢٩٦) – عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضي الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ، وَلَا لِتُمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءَ، وَلَا تَخَيَّرُوا بِهِ الْمَجَالِسَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ، فَالنَّارُ النَّارُ». [صحيح] - [رواه ابن ماجه]

(٢٩٦)–جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "علم اس لیے حاصل نہ کرو کہ علما کے مقابلے میں فخر کا اظہار کرو، نہ اس لیے کہ کم عقل لوگوں سے بحث کرو، نہ اس لیے کہ مجلس میں ممتاز مقام حاصل کرو۔ جس نے ایسا کیا تو (اس کے لیے) آگ ہے، آگ ہے"۔ [صحیح]-[اسے ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ اس بات سے منع کیا ہے کہ حصول علم کے پیچھے علما کے مقابلے میں فخر و مباہات کرنے اور یہ باور کرانے کا مقصد کار فرما ہو کہ میں بھی تمہاری طرح عالم ہوں، نادانوں اور کم عقلوں سے بحث و مباحثہ کرنے یا مجلسوں میں سرداری اور صدارت حاصل کرنے جیسے ارادے چھپے

ہوئے ہوں۔ جس نے ایسا کیا وہ ریاو نمود اور حصول علم میں اخلاص کے فقدان کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. جو شخص فخر ومباہات، بحث ومباحثہ یا مجلسوں کی صدارت حاصل کرنے کے لیے علم حاصل کرتا ہے، اسے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

٢. جو شخص علم سیکھے اور سکھائے، اس کی نیت میں اخلاص کا پایا جانا بہت اہم اور ضروری ہے۔

٣. نیت ہی تمام اعمال کی بنیاد ہے اور اسی کے مطابق بدلہ ملے گا۔

(٦٥٠٣٧)

(٢٩٧) – عن عثمان رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(٢٩٧)– عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے“۔ [صحیح]–[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے افضل اور اونچے درجے والا مسلمان وہ ہے، جس نے قرآن سیکھا، یعنی اسے پڑھنا سیکھا، یاد کیا اور اس سے مسائل اخذ کرنا سیکھا اور اس کی تفسیر سیکھی اور ساتھ ہی اپنے پاس موجود قرآن کے علم پر عمل کرتے ہوئے اسے دوسروں کو سکھایا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. قرآن کی فضیلت اور اس بات کا بیان کہ قرآن سب سے اچھا کلام ہے، کیوں کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔

٢. سب سے بہتر سیکھنے والا وہ ہے، جو علم کو اپنی ذات تک محدود رکھنے کی بجائے دوسروں کو سکھائے

بھی۔

۳. قرآن سیکھنے اور سکھانے کے اندر اس کی تلاوت، معانی اور احکام سب شامل ہیں۔

(۵۹۱۳)

(۲۹۸) – عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِي رحمه الله قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْ كَانَ يُقْرِئُنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقْتَرِئُونَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ آيَاتٍ، فَلَا يَأْخُذُونَ فِي الْعَشْرِ الْأُخْرَى حَتَّى يَعْلَمُوا مَا فِي هَذِهِ مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ، قَالُوا: فَعَلِمْنَا الْعِلْمَ وَالْعَمَلَ. [حسن] - [رواه أحمد]

(۲۹۸)– ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم سے ان صحابۂ کرام نے بیان کیا، جو ہمیں پڑھاتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں پڑھتے اور اس سے آگے اس وقت تک نہیں بڑھتے، جب تک کہ ان آیتوں میں موجود علم اور عمل کو سیکھ نہ لیتے۔ وہ کہتے کہ اس طرح ہم نے علم اور عمل ایک ساتھ سیکھا۔ [حَسَنْ]-[اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی دس آیتیں اخذ کرتے اور ان سے آگے اس وقت تک نہیں بڑھتے، جب تک ان دس آیتوں میں موجود علم کو سیکھ نہ لیتے اور اس پر عمل نہ کر لیتے۔ چناں چہ انھوں نے علم اور عمل ایک ساتھ سیکھا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور قرآن سیکھنے کی تئیں ان کی حرص ورغبت۔

۲. قرآن سیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا علم حاصل کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، نہ یہ کہ

صرف اس کی تلاوت کی جائے اور اسے یاد کیا جائے۔

۳. قول و عمل سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

(٦٥٠٥٨)

(٢٩٩) – عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ {الم} حَرْفٌ، وَلَكِنْ {أَلِفٌ} حَرْفٌ، وَ{لَامٌ} حَرْفٌ، وَ{مِيمٌ} حَرْفٌ». [حسن] - [رواه الترمذي]

(۲۹۹)–عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر اس طرح کی دس نیکیوں کے برابر ہوتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے؛ بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے“ [حَسَنْ]-[اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے-]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب کوئی مسلمان اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھتا ہے، تو اس کے بدلے میں اسے ایک نیکی ملتی ہے اور اس کے لیے ثواب کو دس گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔

پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے؛ بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔" اس طرح تین حرف ہوئے، جن کو پڑھنے پر تیس نیکیاں ملیں گی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. زیادہ سے زیادہ قرآن تلاوت کرنے کی ترغیب۔

۲. قرآن پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے، جسے دس گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔
۳. اللہ کا وسیع رحم وکرم کہ وہ اپنے فضل وکرم کے نتیجے میں بندوں کو اجر وثواب بڑھا کر دیتا ہے۔
۴. دوسرے کلام پر قرآن کی فضیلت اور اس کی تلاوت کا عبادت ہونا۔ ایسا اس لیے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔

(٦٢٧٥)

(٣٠٠) – عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يُقَالُ لِصَاحِبِ القُرْآنِ: اقْرَأْ وَارْتَقِ، وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا». [حسن] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي في الكبرى وأحمد]

(۳۰۰)–عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ، جیسے کہ دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔ جہاں آخری آیت ختم کرے گا، وہیں تیری منزل ہوگی"۔ [حَسَنْ]-[اسے ابو داود، ترمذی، نسائی نے الکبری میں اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ صاحب قرآن جو اس پر عمل بھی کرتا ہے اور ہمیشہ اس کی تلاوت اور حفظ میں محو رہتا ہے، جب وہ جنت میں داخل ہوگا، تو اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور ساتھ ساتھ جنت کی منزلوں پر چڑھتا جا۔ جس طرح دنیا میں غور وفکر اور اطمینان کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتا تھا، اسی طرح تلاوت کر۔ جہاں آخری آیت ختم کرے گا، وہیں تیری منزل ہوگی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اعمال پر ان کی کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے بدلہ ملے گا۔
٢. قرآن کی تلاوت، اسے یاد کرنے، اس پر غور وفکر کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب۔
٣. جنت کے بہت سے منازل اور درجات ہیں۔ صاحب قرآن کو جنت کی سب سے بلند منزل ملے گی۔

(٦٥٠٥٤)

(٣٠١) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ؟» قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: «فَثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣٠١)–ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ جب گھر جائے تو اسے گھر میں تین بڑی بڑی موٹی تازی حاملہ اونٹنیاں ملیں؟ ہم نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اگر کوئی نماز میں تین آیتیں پڑھ لے، تو وہ اس کے لئے تین بڑی بڑی موٹی تازی حاملہ اونٹنیوں سے بہتر ہیں"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ نماز میں تین آیتیں تلاوت کرنے کا اجر وثواب اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ انسان اپنے گھر میں تین بڑی بڑی موٹی تازی حاملہ اونٹنیاں پائے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نماز میں تلاوت قرآن کی فضیلت۔
٢. نیک اعمال دنیا کی فنا ہونے والے وقتی ساز وسامان سے کہیں زیادہ بہتر اور دیرپا ہیں۔
٣. یہ فضیلت صرف تین آیتوں کے ساتھ مقید نہیں ہے، بلکہ نمازی اپنی نماز میں جس قدر آیتیں تلاوت کرے گا اسی کے بقدر حاملہ اونٹنیوں کے مقابلہ میں اس کا اجر و ثواب بہتر ہو گا۔

(٦٥٠٥٣)

(٣٠٢) – عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «تَعَاهَدُوا هَذَا الْقُرْآنَ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا». [صحيح] - [متفق عليه]

(٣٠٢)–ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ نے فرمایا: ”اس قرآن کی حفاظت (دیکھ بھال) کرو اور اس کی برابر تلاوت کیا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، یہ قرآن لوگوں کے سینوں سے نکل جانے میں اس اونٹ سے زیادہ تیز ہے جو رسی میں بندھا ہوا ہو“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا دھیان رکھنے اور پابندی سے اس کی تلاوت کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ قرآن یاد ہونے کے بعد انسان کے حافظے سے نکل نہ جائے۔ آپ نے اس بات کے اندر تاکید پیدا کرنے کے لیے قسم کھا کر بتایا کہ قرآن اونٹ کے بندھن توڑ کر بھاگنے سے بھی زیادہ تیزی سے انسان کے سینے سے نکل بھاگتا ہے۔ انسان خیال رکھے تو وہ رہتا ہے اور دھیان نہ دے، تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اگر حافظ قرآن پابندی سے اس کی تلاوت کرتا رہے، تو وہ سینے میں محفوظ رہتا ہے، ورنہ حافظے سے نکل کر چلا جاتا ہے۔
٢. پابندی کے ساتھ قرآن پڑھتے رہنے کا فائدہ ایک تو یہ ہے کہ ثواب ملتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اس سے قیامت کے دن انسان کے درجات اونچے ہوتے ہیں۔

(٥٩٠٧)

(٣٠٣) – عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣٠٣)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ یقینا شیطان اس گھر سے دور بھاگتا ہے جہاں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے“۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں کو نماز سے خالی رکھنے سے منع کیا ہے کہ وہ قبرستان کی طرح ہو جائیں، جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی۔

پھر آپ نے بتایا کہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے، جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. گھروں میں زیادہ سے زیادہ عبادتیں کرنا اور نفل نماز پڑھنا مستحب ہے۔
٢. قبرستان میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ اس سے شرک اور قبروں میں دفن

لوگوں کے بارے میں غلو کے دروازے کھلتے ہیں۔ لیکن جنازے کی نماز اس سے مستثنی ہے۔

٣. چوں کہ قبروں کے پاس نماز نہ پڑھنے کی بات صحابہ کے یہاں ایک مسلمہ حقیقت تھی، اس لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ گھروں کو قبرستان کی طرح نہ بناؤ کہ ان کے اندر نماز نہ پڑھی جائے۔

(٦٢٠٨)

(٣٠٤) – عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا الْمُنْذِرِ، أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟» قَالَ: قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «يَا أَبَا الْمُنْذِرِ، أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟» قَالَ: قُلْتُ: {اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ} [البقرة: ٢٥٥]. قَالَ: فَضَرَبَ فِي صَدْرِي، وَقَالَ: «وَاللهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ، أَبَا الْمُنْذِرِ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣٠٤)– ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے پاس موجود اللہ کی کتاب کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟۔" ان کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا: اللہ اوراس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا: "اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے پاس موجود اللہ کی کتاب کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟۔" ان کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ ان کا کہنا ہے کہ یہ سننے کے بعد آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: "اللہ کی قسم! ابو منذر! تمھیں یہ علم مبارک ہو"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے کتاب الٰہی کی سب سے عظیم آیت کے بارے میں پوچھا، تو ان کو جواب دینے میں تردد اور پس وپیش ہونے لگا۔ لیکن پھر جواب دیا کہ وہ آیت الکرسی (اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ) ہے، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کی تائید کی اور اس بات کا اشارہ کرنے کے لیے ان کے سینے پر ہاتھ مارا کہ ان کا سینہ علم وحکمت سے پُر ہے۔ نیز ان کے لیے یہ دعا کی کہ یہ علم ان کے لیے باعث سعادت ہو اور ان کی راہ میں آسانی ہی آسانی آئے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت۔
٢. آیۃ الکرسی کتاب الٰہی کی سب سے عظیم آیت ہے۔ اس لیے اس آیت کو حفظ کرنا چاہیے، اس کے معانی پر غور وفکر کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔

(٦٥٠٥٩)

(٣٠٥) – عن أبي مسعود رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: «مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٣٠٥)– ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھ لیں، اس کے لیے یہ دو آیتیں کافی ہو جاتی ہیں۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جس نے رات کے وقت سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں، تو اللہ اسے برائی اور ناپسندیدہ چیزوں سے بچانے کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ کچھ علماء

اس حدیث کا مطلب یہ بتاتے ہیں یہ دونوں آیتیں اس کے لیے تہجد کی نماز کے بدلے میں کافی ہو جاتی ہیں۔ جب کہ کچھ علماء مطلب یہ بتاتے ہیں کہ یہ دونوں آیتیں دیگر اذکار کے بدلے میں کافی ہو جاتی ہیں۔ کچھ علماء مطلب یہ بتاتے ہیں کہ رات کی نماز میں کم سے کم ان دو آیتوں کو پڑھ لیناہی کافی ہے۔ اس کے کچھ اور بھی مطالب بیان کیے گئے ہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اوپر کہی گئی ساری باتیں صحیح ہوں حدیث کے الفاظ ان ساری باتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. سورۂ بقرہ کی آخری آیتوں کی فضیلت۔ یہ آخری آیتیں اس طرح ہیں : {آمَنَ ٱلرَّسُولُ..} (رسول ایمان لایا...) سورت کے اخیر تک۔
٢. سورہ بقرہ کی آخری آیتوں کو رات میں پڑھنے سے انسان برائی اور شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔
٣. رات سورج ڈوبنے کے بعد سے شروع ہوتی ہے اور طلوع فجر تک رہتی ہے۔

(٦٢٧٤)

(٣٠٦) – عن النعمان بن بَشِير رضي الله عنه قال: سمعت النبيَّ صلى الله عليه وسلم يقول: «الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ»، ثُمَّ قَرَأَ: «{وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ} [غافر: ٦٠]». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه وأحمد]

(٣٠٦)– نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: "دعا ہی عبادت ہے۔" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: {وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ

دَاخِرِينَ} (اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خود سری کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔)[سورہ غافر:٦٠][صحیح][اسے ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ دعا ہی عبادت ہے۔ اس لیے دعا خالص طور پر اللہ کے لیے خاص ہونی چاہیے۔ چاہے دعا سوال و طلب پر مبنی ہو، مثلا یہ کہ اللہ سے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی مانگی جائے یا نقصان دہ چیز سے حفاظت مانگی جائے، یا پھر عبادت پر مبنی ہو۔ عبادت پر مبنی دعا سے مراد ہر وہ ظاہری و باطنی قول و عمل ہے، جو اللہ کو محبوب و پسند ہو۔ اس میں قلبی، بدنی اور مالی ساری عبادتیں داخل ہیں۔

پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: (مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خود سری کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔)

حدیث کے کچھ فوائد:

١. دعا ہی اصل عبادت ہے، اس لیے دعا غیر اللہ سے کرنا جائز نہیں ہے۔
٢. دعا بندگی کی حقیقت، اللہ کے غنی اور قادر ہونے کے اعتراف اور بندے کی اللہ کے سامنے حاجت مندی پر مشتمل ہے۔
٣. اللہ کی عبادت سے اعراض کرنے اور اس سے دعا کرنے سے گریز کرنے پر سخت وعید اور اس بات کی صراحت آئی ہے کہ اللہ سے دعا کرنے سے اعراض کرنے والے جہنم میں ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوں گے۔

(٥٤٩٦)

(٣٠٧) – عن عائشة رضي الله عنها قالت: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ. [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣٠٧)–عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام حالات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بتا رہی ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ذکر کے بہت زیادہ حریص تھے اور آپ ہر وقت، ہر جگہ اور ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے ذکر کے لیے حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونا شرط نہیں ہے۔
٢. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مداومت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔
٣. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تمام حالات میں زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔ البتہ وہ حالات اس سے مستثنیٰ ہیں، جن میں ذکر کرنا منع ہے۔ جیسے قضائے حاجت۔

(٨٤٠٢)

(٣٠٨) – عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ تَعَالَى مِنَ الدُّعَاءِ». [حسن] - [رواه الترمذي وابن ماجه وأحمد]

(٣٠٨)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز و مکرم کوئی چیز نہیں"۔ [حَسَنْ]-[اسے ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اللہ کے یہاں دعا سے افضل کوئی عبادت نہیں

ہے۔ کیوں کہ اس میں اللہ تعالی کی بے نیازی اور بندے کی بے بسی اور ضرورت مندی کا اعتراف ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

دعا کی فضیلت اور یہ کہ اللہ سے دعا کرنے والا دراصل اللہ کی تعظیم کرتا اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ پاک غنی ہے، کیوں کہ فقیر سے کچھ مانگا نہیں جاتا، وہ سننے والا ہے' کیوں کہ بہرے کو پکارا نہیں جاتا' وہ رحیم ہے، کیوں کہ سخت دل سے دعا نہیں کی جاتی، وہ قدرت والا ہے، کیوں عاجز سے دعا نہیں کی جاتی، وہ قریب ہے، کیوں کہ بعید سن نہیں سکتا۔ دعا کرنے والا اس کے علاوہ بھی اللہ کے دیگر جمال و جلال کی صفات کا اقرار کرتا ہے۔

(٥٥٠٩)

(٣٠٩) – عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ: «يَا مُقَلِّبَ القُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، آمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهِ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِنَّ القُلُوبَ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ». [صحيح] - [رواه الترمذي وأحمد]

(٣٠٩)- انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: "اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ"۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لے آئے ہیں۔ پھر بھی کیا آپ کو ہمارے بارے میں ڈر ہے؟ آپ نے کہا: "ہاں! بے شک دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں۔ اللہ جیسے چاہتا ہے، ان کو پلٹتا ہے۔" [صحیح] [اسے ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس بات کی دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ آپ کو دین وطاعت گزاری پر ثابت قدم اور گمراہی و کج روی سے دور رکھے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا اتنی زیادہ کیوں کرتے ہیں؟ لہذا آپ نے ان کو بتا دیا کہ انسان کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں۔ وہ ان کو جیسے چاہتا ہے، پلٹتا رہتا ہے۔ قلب ایمان اور کفر کا بسیرا ہے۔ قلب کو قلب اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بہت زیادہ الٹ پھیر کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ قلب ہانڈی میں موجود اس پانی سے بھی زیادہ الٹ پھیر کا شکار رہتا ہے، جو تیز آنچ کی وجہ سے جوش مار رہا ہو۔ ایسے میں اللہ جس شخص کے دل کو چاہتا ہے، ہدایت پر قائم اور دین پر ثابت رکھتا ہے۔ اس کے برخلاف جس کے دل کو چاہتا ہے، گمراہی کی طرف پھیر دیتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے سامنے جھکتے، اپنی ساری مرادیں اسی سے مانگتے اور امت کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔
٢. دین پر مضبوطی سے قائم رہنے کی اہمیت اور یہ کہ اصل اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے۔
٣. اسلام پر ثابت قدم رہنے کے معاملے میں انسان ایک لمحے کے لیے بھی اللہ کے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔
٤. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انسان کو کثرت سے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔
٥. اسلام پر استقامت سب سے بڑی نعمت ہے، جس کے لیے بندے کو کوشش کرنی چاہیے اور اس پر اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

(٣١٤٢)

(٣١٠) – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣١٠)– ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اے اللہ! میرے لیے میرے دین کو درست کر دے، جو میرے حالات کے تحفظ کا ضامن ہے اور میری دنیا کو درست کر دے، جس میں میری گزر بسر ہے اور میری آخرت کو درست کر دے، جہاں لوٹ کر مجھے جانا ہے اور میری زندگی کو ہر خیر میں اضافے کا سبب بنا دے اور موت کو میرے لیے ہر شر سے راحت کا ذریعہ بنا دے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی دعا فرمائی، جس میں تمام بنیادی مکارم اخلاق کو جمع کر دیا، جن کے اتمام کے لیے آپ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ یہ مکارم اخلاق ہیں؛ دین، دنیا اور آخرت کی درستگی۔ آپ نے مختصر الفاظ میں تینوں چیزوں کی درستگی کی دعا مانگنے کا طریقہ سکھا دیا۔ اس میں بھی آغاز دین کی درستگی سے کیا، کیوں کہ اسی سے دونوں جہانوں کی درستگی اور فلاح وابستہ ہے۔ فرمایا:

"اللهم أصلح لي ديني"۔ یعنی اے اللہ! میرے لیے میرے دین کو درست کر دے، بایں طور کہ اس کے آداب کو پورے طور پر بجا لانے کی توفیق دے۔

"الذي هو عصمة أمري"۔ جس سے میرے تمام امور کی حفاظت وابستہ ہے۔ میرا دین بگڑ گیا، تو میرے سارے امور بگڑ جائیں گے اور میری نیا ڈوب جائے گی۔ ساتھ ہی یہ کہ مطلوبہ طور پر دین کی درستگی بھی دنیا کی درستگی کے بغیر انجام پذیر نہیں ہو سکتی، اس لیے آپ نے فرمایا:

"وأصلح لي دنياي۔" میرے لیے میری دنیا کو درست کر دے، بایں طور کہ مجھے صحت و تندرستی، امن، روزی، نیک بیوی، صالح اولاد اور ضرورت کی چیزیں عطا کر۔ یہ ساری چیزیں حلال ہوں اور ان سے تیری عبادت میں مدد ملے۔ پھر دنیا کی درستگی کی دعا مانگنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"التي فيها معاشي۔" جس میں مجھے جینا ہے اور زندگی گزارنی ہے۔

"وأصلح لي آخرتي التي فيها معادي"۔ میرے لیے میری آخرت کو درست کر دے، جہاں لوٹ کر مجھے جانا ہے اور تجھ سے ملنا ہے۔ لیکن یہ اسی وقت ہو پائے گا، جب اعمال اچھے ہوں اور اللہ کی جانب سے بندے کو عبادت، اخلاص اور حسن خاتمہ کی توفیق ملے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کے بعد دنیا کا ذکر اس لیے کیا کہ دنیا کی درستگی آخرت کی درستگی کا زینہ ہے۔ جس نے دنیا کی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزار لی، اس کی آخرت سنور گئی۔

"واجعل الحياة زيادة لي في كل خير"- دنیا کی زندگی کو میرے لیے ہر خیر میں اضافے کا باعث بنا کہ میں اس میں زیادہ سے زیادہ نیکی کے کام کر سکوں۔ "واجعل الموت راحة لي من كل شرٍّ"۔ موت اور اس میں جلدی کو میرے لیے ہر برائی یعنی فتنہ، آزمائش، معصیت اور غفلت سے راحت، حصول آرام اور دنیا اور اس کی الجھنوں سے چھٹکارے کا سبب بنا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. دین سب سے اہم چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے دعا کا آغاز کیا۔

۲. دین انسان کے تحفظ کا ضامن ہے۔ اسے ہر برائی سے روکتا ہے۔
۳. دین اور آخرت کی درستگی کے لیے دنیوی چیزوں کی دعا کی جاسکتی ہے۔
۴. دین کے فتنے کے ڈر سے موت کی تمنا کرنا یا اللہ سے شہادت کی موت مانگنا ناپسندیدہ امر نہیں ہے۔

(۵۴۸۲)

(۳۱۱) – عَنِ ابنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ، حِينَ يُمْسِي وَحِينَ يُصْبِحُ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي، اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِي -أَو: عَوْرَاتِي- وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي». [صحيح] - [رواه أبو داود والنسائي وابن ماجه وأحمد]

(۳۱۱)–عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: "اللہ کے نبی ﷺ جب صبح اور شام کرتے، تو ان دعاؤں کو پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے: ”اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت کی عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین و دنیا، اہل و عیال اور مال میں عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! میری شرم گاہ کی ستر پوشی فرما، مجھے خوف و خطرات سے مامون و محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میری حفاظت فرما آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے اور اوپر سے۔ میں تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں اچانک اپنے نیچے سے اچک لیا جاؤں۔" [صحیح]-[اسے ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ صبح شام ان دعاؤں کو کبھی نہ چھوڑتے تھے:

(اللهم إني أسألُكَ العافية) اے اللہ! میں تجھ سے، برائیوں، بلاؤں، دنیوی مشکلات،

شہوتوں اور دینی فتنوں سے تیری عافیت اور سلامتی کا سوالی ہوں۔(في الدنيا والآخرة) دنیوی ہوں کہ اخروی، جلدی آنے والی ہوں یا تاخیر سے۔

(اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي) اے اللہ! میں تجھ سے عفوو درگزر اور عیوب سے سلامتی کی دعا کرتا ہوں، خواہ عیوب دین سے متعلق ہوں، جیسے شرک، بدعت اور دیگر معاصی، یا دنیا سے متعلق ہوں' جیسے مصائب، اذیتیں اور شرور وفتن، یا اہل وعیال سے متعلق ہوں، جیسے بیوی بچوں اور رشتے داروں سے متعلق، یا پھر مال اور عمل سے سے متعلق ہوں۔

"اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِي -أو: عَوْرَاتِي- وَآمِنْ رَوْعَاتِي"۔ اے اللہ! میرے عیوب، کمیوں اور کوتاہیوں پر پردہ ڈال دے اور میرے گناہ مٹادے۔ مجھے خوف وخطر سے محفوظ رکھ۔

"اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي"- اے اللہ میری حفاظت فرما اور تمام تکلیف دہ چیزوں اور بلاؤں ومصیبتوں کو مجھ سے دور رکھ۔ تمام جہات سے میری حفاظت فرما۔ کیوں کہ مصیبتیں اور آفتیں مذکورہ جہات ہی سے آتی ہیں۔

"وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي"۔ میں اس بات سے تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں کہ نیچے کی جانب سے اچانک میرا مؤاخذہ ہوجائے اور غفلت کی حالت میں ہلاک ہوجاؤں پھر زمین میں دھنسا دیا جاؤں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے ان کلمات کی پابندی کرنی چاہیے۔
٢. جس طرح انسان کو دین کے معاملے میں اللہ سے عافیت کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح دنیا کے معاملے میں بھی عافیت کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
٣. طیبی کہتے ہیں: چھ جہتوں کا ذکر کیا گیا ہے، کیوں کہ آفتیں انھیں جہتوں سے آتی ہیں۔ نیچے کی جہت کے بارے میں مبالغہ سے کام اس لیے لیا گیا ہے کہ اس جانب سے آنے والی

آفت بدترین ہوا کرتی ہے۔

۴. ان اذکار کو پڑھنے کا افضل وقت دن کے پہلے حصے میں فجر طلوع ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک ہے اور دن کے آخری حصے میں عصر کے بعد سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے۔ اگر کوئی بعد میں بھی پڑھتا ہے، یعنی صبح سورج بلند ہونے کے بعد پڑھتا ہے، تب بھی کافی ہے۔ ظہر کے بعد پڑھتا ہے، تب بھی کافی ہے اور مغرب کے بعد پڑھتا ہے، تب بھی کافی ہے۔

۵. جب کوئی دلیل کسی ذکر کے تعلق سے یہ ہو کہ اس کا وقت رات ہی میں معین ہے، جیسے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو پڑھنا، تو ایسے ذکر کو رات میں سورج ڈوبنے کے بعد ہی پڑھا جائے گا۔

(۵۴۸۵)

(٣١٢) – عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ المُؤْمِنِينَ رضي الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهَا هَذَا الدُّعَاءَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهِ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا». [صحيح] - [رواه ابن ماجه وأحمد]

(۳۱۲)–ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا سکھائی: "اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں مانگتا ہوں، جو مجھ کو معلوم ہیں اور جو

نہیں معلوم، اور میں تیری پناہ چاہتاہوں دنیااور آخرت کی تمام برائیوں سے، جو مجھ کو معلوم ہیں اور جو نہیں معلوم۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس بھلائی کا طالب ہوں، جو تیرے بندے اور تیرے نبی نے طلب کی ہے، اور میں تیری پناہ چاہتاہوں اس برائی سے جس سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے پناہ چاہی ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا طالب ہوں اور اس قول و عمل کا بھی، جو جنت سے قریب کر دے اور میں تیری پناہ چاہتاہوں جہنم سے اور اس قول و عمل سے، جو جہنم سے قریب کر دے۔ میں تجھ سے سوالی ہوں کہ میرے حق میں کیے گئے ہر فیصلے کو بہتر بنا دے۔" [صحیح]-[اسے ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ جامع دعائیں سکھائی ہیں۔ یہ چار دعائیں ہیں

:

پہلی دعا: ساری بھلائیوں پر مشتمل ایک دعا: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ الْخَيْرِ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ-"یعنی اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں مانگتا ہوں، جو قریب وقت کی ہوں اور دور وقت کی ہوں جو مجھ کو معلوم ہیں اور جو نہیں معلوم, جنھیں بس تو ہی جانتا ہے۔ اس میں سارے معاملات کو اللہ کے حوالے کر دیا گیا ہے، جو سب کچھ جاننے والا، ہر بات کی خبر رکھنے والا اور رازہائے سربستہ سے واقف ہے، تاکہ وہ مسلمان کی جھولی میں وہی ڈالے جو افضل اور بہتر ہو۔ "وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ الشَّرِّ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ-"یعنی میں تیری پناہ چاہتاہوں دنیااور آخرت کی تمام برائیوں سے، جو قریب زمانہ کی ہوں اور دور وقت کی ہوں، جو مجھ کو معلوم ہیں اور جو نہیں معلوم۔

دوسری دعا: یہ ایسی دعا ہے جس کے ذریعہ مسلمان دعا میں تجاوز کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهِ عَبْدُكَ

وَنَبِيُّكَ "۔یعنی اے اللہ! میں تجھ سے اس بھلائی کا طالب ہوں، جو تیرے بندے اور تیرے نبی نے طلب کی ہے، اور میں اس برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، جس سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے پناہ طلب کی ہے۔ اس میں اللہ سے دعا کی گئی ہے کہ وہ دعا کرنے والے کو وہ بھلائیاں عطا کرے، جو آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے لیے مانگی ہیں۔ مختلف طرح کی ان دعاؤں کو گنوانے سے گریز کیا گیا ہے، جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں۔

تیسری دعا: جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے دور رہنے کی دعا، جو ہر مسلمان کا مقصد و منزل اور اس کے اعمال کی غایت ہے۔"اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ النَّارِ، وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ۔"یعنی اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا طالب ہوں اور تجھے راضی کرنے والے ہر اس قول و عمل کا بھی، جو جنت سے قریب کر دے اور میں جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور تجھے ناراض کرنے والے ہر اس قول و عمل سے، جو جہنم سے قریب لے جائے۔ تیری مہربانی شامل حال نہ ہو، تو کوئی شخص برے اعمال سے بچ نہیں سکتا۔

چوتھی دعا: اللہ کے ہر فیصلے پر رضامند رہنے کی دعا۔"وأسألك أن تجعل كل قضاء قضيتَه لي خيرًا۔"میں تجھ سے سوالی ہوں کہ تو اپنے کیے ہوئے ہر فیصلے کو میرے حق میں بہتر بنا دے۔ یہ دراصل راضی بہ رضا رہنے کی دعا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اہل و عیال کو دین اور دنیا کی ایسی باتیں سکھائے، جو ان کے حق میں مفید ہوں، جس طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو سکھایا ہے۔
۲. بہتر یہ ہے کہ ہر مسلمان اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد دعاؤں کو یاد کر کے ان کو پڑھا کرے۔ کیوں کہ یہ جامع ترین دعائیں ہیں۔

٣. علما نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ اللہ سے بھلائی مانگنے اور برائی سے پناہ طلب کرنے کے سلسلے میں سب سے جامع دعا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع ترین الفاظ کے انتخاب کی جو صلاحیت دی گئی تھی، اس کا یہ ایک بہترین نمونہ ہے۔

٤. اللہ کی رحمت کے بعد دخول جنت کا ایک سبب نیک اقوال اور اعمال ہیں۔

(٥٤٨٧)

(٣١٣) – عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَخْلَقُ فِي جَوْفِ أَحَدِكُمْ كَمَا يَخْلَقُ الثَّوْبُ الْخَلِقُ، فَاسْأَلُوا اللَّهَ أَنْ يُجَدِّدَ الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِكُمْ». [صحيح] - [رواه الحاكم والطبراني]

(٣١٣)–عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "”کپڑے کی بوسیدگی کی طرح ایمان بھی تمہارے دل کے اندر بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کی تجدید کرتا رہے۔“ [صحیح]-[اسے حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ مسلمان کے دل میں ایمان بھی اسی طرح بوسیدہ اور کمزور ہو جایا کرتا ہے، جس طرح نیا کپڑا زیادہ استعمال کرنے کے بعد بوسیدہ ہو جایا کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان عبادت میں سستی کرنے لگتا ہے یا پھر گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور خواہشات نفسانی میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ ہم اللہ سے تجدید ایمان کی دعا کیا کریں، بایں طور کہ ہمیں فرائض کی ادائیگی اور کثرت سے ذکر واستغفار کا اہتمام کرنے کی توفیق دے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. دل میں ایمان کی تجدید اور ثابت قدمی کے لیے دعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۲. ایمان، قول و عمل اور عقیدے سے عبارت ہے، جو اطاعت سے بڑھتا اور گناہ سے گھٹتا ہے۔

(٦٥٠٢٠)

(٣١٤) - عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضي الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۳۱۴)-عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو فرماتے ہوئے سنا: "جس نے اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول تسلیم کر لیا اس نے ایمان کی چاشنی پالی۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ سچا مومن اور ایمان کو حرز جاں سمجھنے والا شخص اپنے دل میں بڑی کشادگی، وسعت، خوشی، حلاوت اور اللہ سے قریب ہونے کی لذت محسوس کرے گا؛ اگر وہ تین باتوں پر راضی ہو:

۱- اللہ کو اپنا رب تسلیم کر کے مطمئن ہو۔ یعنی اپنے رب کی عطا کی ہوئی تمام چیزوں، جیسے روزی اور زندگی کے نشیب و فراز کو پورے شرح صدر کے ساتھ قبول کرے، اس تعلق سے دل میں کوئی کبیدگی اور اعتراض نہ پائے اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو رب بنانے کی کوشش نہ کرے۔

۲- اسلام کو اپنا دین تسلیم کر کے مطمئن ہو اور اسلام کی عائد کردہ ذمہ داریوں اور واجبات کو خوش دلی کے ساتھ قبول کرے اور اسلام کے راستے کو چھوڑ کوئی اور راستہ نہ ڈھونڈے۔

۳- محمد صلی اللہ علیہ و سلم کو رسول مان کر مطمئن ہو۔ آپ کی لائی ہوئی تمام تعلیمات کو سر آنکھوں پر رکھے۔ شک وشبہ کو دل میں راہ پانے کا موقع نہ دے اور آپ کے طریقے کو حرز جاں سمجھے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. جس طرح کھانے پینے کی چیزوں کی حلاوت اور لذت ہوا کرتی ہے، اسی طرح ایمان کی بھی حلاوت اور لذت ہوا کرتی ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کی حلاوت اور مزہ منہ سے محسوس کرتے ہیں اور ایمان کی حلاوت اور مزہ دل سے۔

٢. جس طرح جسم کھانے پینے کی چیزوں کی حلاوت تندرستی کی حالت میں ہی محسوس کرتا ہے، اسی طرح دل بھی گمراہ کن خواہشات اور حرام شہوتوں سے محفوظ ہونے کی صورت میں ہی ایمان کی حلاوت محسوس کرتا ہے۔ بیمار دل ایمان کی حلاوت محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ کبھی کبھی تو اسے ہلاکت خیز خواہشات اور گناہ کے کاموں ہی میں مزہ آنے لگتا ہے۔

٣. جب انسان کسی چیز سے مطمئن ہو اور اسے بہتر جانے، تو اسے وہ چیز مشکل نہیں لگتی، بلکہ اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے اور خوشیوں کی سوغات نظر آتی ہے۔ یہی حال مومن کا ہے۔ جب اس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو جاتا ہے، تو اس کے لیے رب کے احکام کو بجالانا آسان ہو جاتا ہے، رب کی بندگی میں مزہ آنے لگتا ہے اور اس راہ میں آنے والی پریشانیاں مشکل نہیں لگتیں۔

٤. ابن قیم کہتے ہیں: اس حدیث کے اندر اللہ کی ربوبیت والوہیت پر مطمئن رہنے، اس کے رسول اور رسول کی پیروی پر مطمئن رہنے' اس کے دین پر مطمئن رہنے اور دین کی تعلیمات کو سر آنکھوں پر رکھنے کی بات کہی گئی ہے۔

(٦٥١١٦)

(٣١٥) - عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضي الله عنه: أَنَّ رَسُولَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: «يَا مُعَاذُ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ»، فَقَالَ: «أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ: اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ». [صحيح] - [رواه أبو داود والنسائي وأحمد]

(٣١٥)- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "اے معاذ! اللہ کی قسم، میں تم سے محبت رکھتا ہوں"۔ آگے فرمایا: "اے معاذ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا ہرگز نہ چھوڑنا: اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ (اے اللہ! اپنا ذکر کرنے، شکر کرنے اور بہتر انداز میں اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔) [صحیح]-[اسے ابوداود، نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ان سے فرمایا: اے معاذ! میں تم سے محبت رکھتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا ہرگز نہ چھوڑنا: (اللهم أعِنّي على ذكرك) یعنی اے اللہ! طاعت گزاری سے قریب کرنے والے ہر قول و عمل میں تیرا ذکر کرنے، (وشُكْرِك) نعمتیں حاصل ہونے اور نقمتیں زائل ہونے پر تیرا شکر ادا کرنے، (وحُسْن عبادتك) اور اخلاص و اتباع نبوی کے مطابق بہتر انداز میں اللہ کی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. کسی انسان کو یہ بتانا مشروع ہے کہ وہ اس سے اللہ کی خاطر محبت رکھتا ہے۔
٢. ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پابندی سے پڑھنا مستحب ہے۔
٣. ان چند الفاظ میں جو دعا سکھائی گئی ہے، اس میں دنیا و آخرت کے تمام مطالب سمٹ آئے

ہیں۔

۴. محبت جب اللہ کی خاطر ہو، تو انسان ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتا ہے، ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتا ہے اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے۔

۵. طیبی کہتے ہیں: اللہ کا ذکر انشراح صدر کا پیش خیمہ ہے اور اس کا شکر مزید نعمتوں کے حصول کا سبب ہے۔ جب کہ حسن عبادت سے مطلوب ایسی تمام چیزوں سے دست کش ہو جاناہے، جو انسان کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیں۔

(۳۵۱۸)

(٣١٦) – عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۳۱۶)–ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، لہٰذا تم (سجدے میں) خوب دعا کیا کرو“۔

[صحیح] - [اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ نزدیک اس وقت ہوتا ہے، جب وہ سجدے میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدے کی حالت میں بندہ اپنے جسم کے سب سے اعلی واشرف عضو کو زمین پر رکھ کر اللہ کے سامنے خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کا اظہار کرتا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت میں زیادہ سے زیادہ دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس طرح یہاں قول وفعل دونوں کے ذریعے اللہ کے آگے اپنی بے مائگی کا اظہار ہوتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. نیک کام اللہ سے بندے کی قربت کو بڑھاتا ہے۔
٢. سجدے کی حالت میں زیادہ سے زیادہ دعا کرنا مستحب ہے۔ کیوں کہ سجدہ دعا قبول ہونے کی جگہوں میں سے ایک جگہ ہے۔

(٥٣٨٢)

(٣١٧) – عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ».

[صحيح] - [متفق عليه]

(٣١٧)–انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: "اللہ کے نبی ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: ’’رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ‘‘۔(اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا)۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جامع ترین الفاظ میں دعا کیا کرتے تھے۔ اس طرح کی ایک دعا ہے: "اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔" اس دعا میں جہاں دنیا کی بھلائی جیسے وافر مقدار میں خوش گوار حلال روزی، نیک بیوی، آنکھ کی ٹھنڈک بننے والی اولاد، راحت، نفع بخش علم اور عمل صالح وغیرہ جیسی محبوب اور مباح چیزیں شامل ہیں، وہیں آخرت کی بھلائی جیسے قبر، حشر کے میدان اور جہنم کی سزاؤں سے سلامتی، اللہ کی خوش نودی سے سرفرازی، دائمی نعمتوں کا حصول اور رحمت والے رب کی قربت جیسی چیزیں بھی شامل ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. دعا کرنے کے لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جامع ترین دعاؤں کا انتخاب کرنا مستحب ہے۔

٢. کامل ترین طریقہ یہ ہے کہ انسان دعا کرتے وقت دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی مانگے۔

(٥٥٠٢)

(٣١٨) - عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟» قَالُوا: بَلَى. قَالَ: «ذِكْرُ اللهِ تَعَالَى». [صحيح] - [رواه الترمذي وابن ماجه وأحمد]

(٣١٨)- ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میں تمھیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمھارے سارے اعمال سے بہتر، تمھارے مالک کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ، تمھارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہے، تمھارے لیے سونا اور چاندی صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر اور تمھارے لیے اس سے بھی زیادہ بہتر ہے کہ تمھارا مقابلہ تمھارے دشمن کے ساتھ ہو اور تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمھاری گردنیں اڑائیں؟“ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! (ایسا عمل تو ضرور بتائیے) آپ نے فرمایا: ”(وہ ہے) اللہ تعالیٰ کا ذکر۔“ [صحیح]-[اسے ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا:

کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں بتادوں کہ تمھارے عزیز وبرتر مالک کے یہاں تمھارا کون سا

عمل سب سے افضل، اشرف اور پاکیزہ ترین ہے؟۔
جنت میں تمھارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہے؟
اور جو تمھارے لیے سونا اور چاندی صدقہ وخیرات کرنے سے بہتر ہے؟
اسی طرح جو تمھارے لیے اس بات سے بھی بہتر ہے کہ میدان جنگ میں تمھارا سامنا کفار سے لڑائی کے لئے ہو اور تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمھاری گردنیں ماریں؟
صحابہ نے جواب دیا: ہم ضرور بالضرور اس چیز کو جاننا چاہتے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام اوقات اور تمام حالات میں اللہ کا ذکر کرنا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. ہمیشہ ظاہری و باطنی ہر طرح سے اللہ تعالی کا ذکر کرتے رہنا عظیم ترین تقرب اور اللہ تعالی کے نزدیک مفید ترین عبادت ہے۔
۲. تمام اعمال اللہ کے ذکر کے لیے مشروع کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: "نماز میرے ذکر کے لیے قائم کرو۔" اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خانۂ کعبہ کا طواف اور صفا ومروہ کے درمیان سعی اللہ کا ذکر قائم کرنے کے لیے مشروع کی گئی ہے۔" اس حدیث کو امام ابوداود اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔
۳. عز بن عبد السلام اپنے قواعد میں کہتے ہیں: یہ حدیث ان نصوص میں سے ہے، جو دلالت کرتے ہیں کہ ثواب تمام عبادتوں میں تکان کے بہ قدر ہی نہیں ملتا۔ کبھی کبھی اللہ تھوڑے اعمال میں کثیر اعمال سے زیادہ ثواب عطا کرتا ہے۔ ثواب اعمال کے شرف ومنزلت میں رتبوں کے تفاوت کے اعتبار سے ملتا ہے۔
۴. مناوی فیض القدیر میں کہتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ذکر ان لوگوں کے حق

میں افضل تھا، جو اس وقت آپ کے سامنے موجود تھے۔ سامنے اگر ایسے بہادر لوگ موجود ہوتے، جو میدان جنگ میں پہنچ کر اسلام اور مسلمانوں کے حق میں مفید ہوتے، تو انھیں جہاد افضل عمل بتایا جاتا۔ اگر ایسے مال دار لوگ موجود ہوتے، جن کے مال سے غریبوں کو فائدہ ہوتا، تو انھیں افضل عمل صدقہ بتایا جاتا۔ حج کرنے کی طاقت رکھنے والے لوگ موجود ہوتے، تو ان کو حج افضل عمل بتایا جاتا۔ اگر ایسے لوگ ہوتے، جن کے والدین موجود ہوتے، تو انھیں ان کی خدمت کرنا افضل عمل بتایا جاتا۔ اس سلسلے میں وارد مختلف حدیثوں کے درمیان تطبیق دینے کا یہی طریقہ ہے۔

٥. کامل ترین ذکر وہ ہے، جو زبان سے کیا جائے اور ساتھ میں دل غور و فکر کرے، پھر اس ذکر کا درجہ آتا ہے، جو دل سے کیا جائے، جیسے غور و فکر اور پھر وہ ذکر جو صرف زبان سے کیا جائے۔ بہر صورت ذکر ثواب کا کام ہے۔

٦. ایک مسلمان کو مختلف اوقات کے اذکار، جیسے صبح و شام کے اذکار، مسجد، گھر اور بیت الخلا میں داخل ہونے اور نکلنے وغیرہ کے اذکار کا اہتمام کرنا چاہیے، جن کا اہتمام انسان کو کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والوں کی صف میں لا کھڑا کر دیتا ہے۔

(٣٥٧٥)

(٣١٩) - عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضي الله عنه قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيبًا مِنْهُ وَنَحْنُ نَسِيرُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ، قَالَ: «لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ البَيْتَ» ثُمَّ قَالَ: «أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الخَيْرِ:

الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ» قَالَ: ثُمَّ تَلاَ: «{تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ}، حَتَّى بَلَغَ {يَعْمَلُونَ}» ثُمَّ قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الأَمْرِ كُلِّهِ وَعَمُودِهِ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ؟» قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «رَأْسُ الأَمْرِ الإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الجِهَادُ» ثُمَّ قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذَلِكَ كُلِّهِ؟» قُلْتُ: بَلَى يَا نَبِيَّ اللهِ، فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ قَالَ: «كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا» فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ: «ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ». [صحيح بمجموع طرقه] - [رواه الترمذي وابن ماجه وأحمد]

(۳۱۹)- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک سفر میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ چلتے ہوئے ایک دن میں آپ سے قریب ہو گیا، تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے، جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے دور رکھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے اور بے شک یہ عمل اس شخص کے لیے آسان ہے، جس کے لیے اللہ آسان کر دے۔ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکاۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمھیں بھلائی کے دروازے (راستے) نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہ کو ایسے بجھا دیتا ہے، جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے اور آدھی رات کے وقت آدمی کا نماز (تہجد) پڑھنا"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" کی تلاوت "يَعْمَلُونَ" تک فرمائی" (ترجمہ: ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے، وہ خرچ کرتے ہیں۔ کوئی

نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ”کیا میں تمھیں دین کی بنیاد، اس کا ستون اور اس کی چوٹی نہ بتا دوں؟“ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ اے اللہ کے رسول! (ضرور بتائیے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دین کی بنیاد اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کی چوٹی جہاد ہے“۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میں تمھیں ان تمام باتوں کا جس چیز پر دارومدار ہے، وہ نہ بتا دوں؟“ میں نے کہا: جی ہاں، اللہ کے رسول! چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: ”اسے اپنے قابو میں رکھو“۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا ہم جو کچھ بولتے ہیں، اس پر پکڑے جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھاری ماں تم پر روئے، اے معاذ! لوگ اپنی زبانوں کے بڑبڑ ہی کی وجہ سے تو اوندھے منہ (یا فرمایا: اپنے نتھنوں کے بل) جہنم میں ڈالے جائیں گے؟“۔ [مجموع طرق کی بنا پر یہ حدیث صحیح ہے]- [اسے ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ایک سفر میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ چلتے ہوئے ایک دن میں آپ سے قریب پہنچ گیا، تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور رکھے۔ آپ نے کہا: تو تم نے ایک ایسے عمل کے بارے میں پوچھا ہے، جو نفس پر شاق گزرتا ہے، لیکن اللہ کی توفیق شامل حال ہو جائے، تو آسان بھی ہے۔ اسلام کے فرائض ادا کرو:

۱- تم بس ایک اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

۲- دن اور رات میں پانچ وقت کی فرض نمازوں کو ان کی شرطوں، ارکان اور واجبات کے

ساتھ قائم کرو۔ یہ پانچ نمازیں ہیں، فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا۔

۳- فرض زکاۃ نکالو۔ زکاۃ دراصل ایک مالی عبادت ہے، جو شرعی طور پر مقررہ مقدار تک پہنچنے والے مال پر واجب ہوتی ہے اور حق داروں کو دی جاتی ہے۔

۴- ماہ رمضان کے روزے رکھو۔ روزہ نام ہے فجر طلوع ہونے سے لے کر سورج ڈوبنے تک کھانے پینے اور دیگر روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکے رہنے کا۔

۵- خانۂ کعبہ کا حج کرو۔ دراصل حج نام ہے اللہ کی عبادت کی خاطر مناسک کی ادائیگی کے ارادے سے مکہ کارخ کرنے کا۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: کیا میں تم کو خیر کے دروازوں تک پہنچانے والا راستہ نہ بتاؤں؟ وہ راستہ یہ ہے کہ فرائض کے بعد نوافل کا اہتمام کیا جائے:

۱- نفلی روزہ۔ نفلی روزہ انسان کو گناہ میں ملوث ہونے سے روکتا ہے۔ کیوں کہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے اور قوت نفسانی کو کمزور کرتا ہے۔

۲- نفلی صدقہ گناہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے اور اس کے اثر کو مٹا دیتا ہے۔

۳- رات کے آخری تہائی حصے میں تہجد کی نماز پڑھنا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے اللہ تعالی کا یہ قول پڑھا: {تتجافى جنوبهم} ان کے پہلو دور رہتے ہیں {عن المضاجع} سونے کی جگہوں سے۔ {يدعون ربهم} وہ نماز، ذکر، تلاوت اور دعا کے ذریعے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ {خوفا وطمعا ومما رزقناهم ينفقون، فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين} (اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے، وہ خرچ کرتے ہیں۔ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔) یعنی لوگ یہ نہیں جانتے کہ ہم نے ان کے اعمال کے بدلے میں قیامت کے دن ان کی آنکھوں

کی ٹھنڈک کاسامان بہم پہنچانے والی کیا کیا چیزیں اور جنت میں کیا کیا نعمتیں پیدا کر رکھی ہیں۔

بعد ازاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا میں تم کو دین کی بنیاد، اس کا ستون اور اس کی چوٹی نہ بتادوں؟

معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ضرور، اے اللہ کے رسول!

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین کی بنیاد اسلام یعنی دونوں گواہیاں (شہادتین) ہیں۔ ان کے ذریعہ انسان کے ہاتھ میں دین کی بنیاد آجاتی ہے۔ اس کا ستون نماز ہے۔ نماز کے بغیر اسلام کا وجود نہیں ہے۔ بالکل ویسے ہی، جیسے ستون کے بغیر کسی گھر کا وجود نہیں ہوتا۔ جو نماز کا پابند ہے، اس کا دین مضبوط اور بلند ہے۔ جب کہ اسلام کی سربلندی کا ذریعہ جہاد اور اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے دین کے دشمنوں سے جنگ کرنا ہے۔

اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں، جس سے گزری ہوئی تمام چیزیں مضبوط اور پختہ ہو جاتی ہیں؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا: اس پر قابو رکھو اور غیر ضروری باتیں نہ بولو۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا ہماری کہی ہوئی باتوں کا ہمارا رب ہم سے مؤاخذہ کرے گا، حساب لے گا اور سزا دے گا؟

آپ نے جواب دیا: تمھاری ماں تم کو گم پائے۔ یاد رہے کہ اس جملے سے مراد بد دعا نہیں ہوتی۔ عرب کے لوگ اس کا استعمال انسان کو کسی ایسی بات پر متنبہ کرنے کے لیے کرتے ہیں، جس سے اسے متنبہ ہونا چاہیے تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: لوگوں کو ان کے منہ کے بل صرف اس لیے ہی گھسیٹا جائے گا کہ وہ اپنی زبان سے کفریہ کلمات نکالتے، سب وشتم، غیبت وچغل خوری اور بہتان تراشی وغیرہ کرتے ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. صحابۂ کرام کا حصول علم کے تئیں اہتمام۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آپ سے بہت زیادہ سوال کیا کرتے

تھے۔

۲. صحابہ رضی اللہ عنہم کی فقہ۔ کیوں کہ ان کو پتہ تھا کہ اعمال ہی دخول جنت کا سبب ہیں۔

۳. معاذ رضی اللہ عنہ نے جو سوال کیا تھا وہ بہت بڑا سوال ہے۔ کیوں کہ در حقیقت وہی حیات اور وجود کا راز ہے۔ کیوں کہ اس دنیا میں موجود ہر انسان اور جنات کا انجام یا تو جنت ہے یا پھر جہنم۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ایک غیر معمولی سوال ہے۔

۴. اسلام کے پانچ ارکان کی ادائیگی کا ثمرہ دخول جنت سے سرفرازی ہے۔ یہ پانچ ارکان ہیں: دونوں گواہیاں (شہادتین)، نماز، زکاۃ، روزہ اور حج۔

۵. دین کی بنیاد، سب سے بیش قیمت کام اور سب سے اعلی درجے کا واجب یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

۶. بندوں پر اللہ کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ ان کے لیے خیر کے دروازے کھول دیے، تاکہ وہ اجر و ثواب کے حصول اور گناہوں کی بخشش کے کام زیادہ سے زیادہ کریں۔

۷. فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی فضیلت۔

۸. اسلام میں نماز کی وہی اہمیت ہے، جو ایک خیمے کے لیے ستون کی ہے۔ جس طرح ستون ہٹ جانے سے خیمہ گر جاتا ہے، اسی طرح نماز غائب ہو جانے سے اسلام چلا جاتا ہے۔

۹. دین کو نقصان پہنچانے والی تمام چیزوں سے زبان کی حفاظت کی ضرورت۔

۱۰. زبان کو قابو میں روک کر رکھنا ہر خیر کی بنیاد ہے۔

(۴۳۰۳)

(٣٢٠) – عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا: {قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ}، وَ{قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ}، وَ{قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ}، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ، يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ، يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. [صحيح] - [رواه البخاري]

(٣٢٠)- عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ ہر رات جب بستر پر تشریف لے جاتے، تو دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں پھونک مارتے اور ان پر ﴿قُل هُوَ اللهُ أَحَد﴾ ﴿قُل أَعوذُ بِربِ الفلقِ﴾ اور ﴿قُل أَعوذُ بربِ الناسِ﴾ پڑھتے۔ پھر ان دونوں ہاتھوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ پہلے سر مبارک اور چہرے اور جسم کے اگلے حصے پر ہاتھ پھیرتے۔ آپ ﷺ یہ عمل تین مرتبہ کرتے تھے۔ [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ جب آپ سونے کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے، تو دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر اوپر اٹھاتے – جیسے دعا کرنے والا اٹھاتا ہے – پھر دونوں میں اپنے منہ سے معمولی تھوک کے ساتھ ہلکی پھونک مارتے اور ان تین سورتوں کی تلاوت کرتے: ﴿قُل هُوَ اللهُ أَحَد﴾ ﴿قُل أَعوذُ بِربِ الفلقِ﴾ اور ﴿قُل أَعوذُ بربِ الناسِ﴾۔ پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے۔ پہلے سر پھر چہرے اور جسم کے اگلے حصہ پر ہاتھ پھیرتے۔ ایسا تین دفعہ کرتے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

سونے سے قبل سورۃ الاخلاص اور معوذتین کی تلاوت کرنا اور ہتھیلیوں میں پھونک مارنا اور

جہاں تک ممکن ہو جسم پر ہاتھ پھیرنا مستحب ہے۔

(٦٥٠٦٠)

(٣٢١) – عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَيِّدُ الاسْتِغْفَارِ أَنْ تَقُولَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ» قَالَ: «وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ». [صحيح] - [رواه البخاري]

(٣٢١) – شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سید الاستغفار یہ ہے کہ تم کہو: اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں اپنی طاقت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں اپنے کیے ہوئے اعمال کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیرے حضور تیری جانب سے ملنے والی نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں۔ ایسے ہی اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔ لہذا میری مغفرت فرما، کیوں کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کی مغفرت کرنے والا نہیں ہے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: "جس شخص نے کامل یقین کے ساتھ دن کے وقت اسے پڑھا اور اسی دن شام ہونے سے پہلے اس کی موت ہو گئی، وہ جنتی ہے۔ اسی طرح جس نے رات کے وقت کامل یقین کے ساتھ اسے پڑھا اور صبح ہونے سے قبل ہی فوت ہو گیا، تو وہ بھی جنتی ہے۔" [صحیح]-[اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں کہ استغفار کے کچھ کلمات ہیں، جن میں سب سے افضل اور عظیم ترین کلمات یہ ہیں: "اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں اپنی طاقت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں اپنے کیے ہوئے اعمال کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیرے حضور تیری جانب سے ملنے والی نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں۔ ایسے ہی اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔ لہذا میری مغفرت فرما، کیوں کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کی مغفرت کرنے والا نہیں ہے۔" ان کلمات میں بندہ اللہ کی وحدانیت اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ اس کا خالق اور معبود ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ حتی المقدور اللہ سے کیے ہوئے ایمان اور اطاعت گزاری کے وعدے پر قائم ہے۔ کیوں کہ بندہ جتنی بھی عبادت کر لے، اللہ تعالی کے تمام اوامر کو انجام نہیں دے سکتا اور اس کی نعمتوں کا کما حقہ شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں پناہ لیتا ہے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے، کیوں کہ بندے کے کیے ہوئے برے کاموں سے پناہ وہی دیتا ہے۔ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا بھی اقرار و اعتراف کرتا ہے اور اپنے گناہوں اور معصیتوں کا بھی اقرار و اعتراف کرتا ہے۔ اس کے بعد اپنے رب سے دعا کرتا ہے کہ اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے، اسے اپنے عفو و درگزر، فضل و کرم اور رحمت کی بنا پر اس کے گناہوں کے برے نتائج سے بچائے۔ کیوں کہ گناہوں کو بخشنے کا کام اللہ عز و جل کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔ پھر آپ نے بتایا کہ یہ صبح و شام کے اذکار میں سے ہے۔ جس نے اسے یقین کے ساتھ، معانی کو سمجھتے ہوئے اور ان پر ایمان لاتے ہوئے دن کے آغاز میں یعنی طلوع آفتاب سے زوال آفتاب کے درمیان کہا اور پھر مر گیا، تو جنت میں داخل ہو گا۔ اسی طرح جس نے اسے رات میں یعنی سورج غروب ہونے کے وقت سے فجر طلوع ہونے کے وقت کے درمیان کہا اور صبح ہونے سے پہلے مر

گیا، وہ بھی جنت میں داخل ہو گا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. استغفار کے کلمات الگ الگ ہیں۔ کچھ کلمات دوسرے کلمات سے افضل۔ ہیں۔

٢. بندے کو چاہیے کہ اہتمام کے ساتھ اللہ سے یہ دعا کرے، کیوں کہ یہ سید الاستغفار ہے۔

(٥٥٠٣)

(٣٢٢) - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ: «اللهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ» وَإِذَا أَمْسَى قَالَ: «بِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ» قَالَ: وَمَرَّةً أُخْرَى: «وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ».

[حسن] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي في الكبرى وابن ماجه]

(٣٢٢)—ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب صبح ہوتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے: ”اللَّهُمَّ بِك أَصبَحْنَا وبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِك نَحْيَا، وَبِك نَمُوتُ، وَإِلَيْك النُّشُورُ“ (اے اللہ! تیری حفاظت میں ہم نے صبح کی اور تیری حفاظت میں ہی شام کی اور تیرے ہی نام پر ہم زندہ ہوتے اور تیرے ہی نام پر ہم مرتے ہیں اور تیری ہی طرف اٹھ کر جانا ہے)۔ اور جب شام ہوتی تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے: ”بِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ“ (اے اللہ! تیری حفاظت میں ہم نے شام کی اور تیری حفاظت میں ہم نے صبح کی اور تیرے ہی نام پر ہم زندہ ہوتے اور تیرے ہی نام پر ہم مرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے)۔ کبھی کبھی آپ (وَإِلَيكَ النُّشُورُ) کی جگہ پر (وَإِلَيكَ الْمَصِيرُ) بھی کہتے تھے۔ [حَسَنٌ]-[اسے ابوداود، ترمذی، نسائی نے الکبری میں اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب صبح آتی، یعنی طلوع فجر کے ساتھ دن کا پہلا حصہ نمودار ہوتا، تو یہ دعا پڑھتے:

"اللهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ۔" اے اللہ! ہم نے تیری حفاظت میں، تیری نعمتوں سے فیض یاب ہوتے ہوئے، تیرے ذکر میں مشغول ہو کر، تیرے نام کے ساتھ مدد طلب کرتے ہوئے، تیری توفیق کے سائے میں اور تیری دی ہوئی قوت سے رواں دواں ہو کر صبح کی۔ (وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ) یعنی مذکورہ دعاؤں کو شام میں ادا کرے سو کہے: تیرے ہی زندگی دینے والے نام پر ہم زندہ ہوتے اور تیرے موت دینے والے نام پر ہم مرتے ہیں۔ ہمیں تیری ہی طرف اٹھ کر جانا ہے۔ اس دعا میں آئے ہوئے لفظ "النُّشُورُ" کے معنی ہیں، موت کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا اور جمع ہونے کے بعد الگ الگ ہونا۔ ہمارا حال تمام اوقات میں اسی روش پر قائم ہے۔ میں نہ اس سے الگ ہوں اور نہ جدا۔

اسی طرح جب آپ کے سامنے شام آتی، جو عصر کے بعد شروع ہوتی ہے، تو فرماتے: "اللَّهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا، وبكَ أصبحنا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ المَصِيْر۔" یعنی اے اللہ! تیری حفاظت میں ہم نے شام کی اور تیرے ہی نام پر ہم زندہ ہوتے اور تیرے ہی نام پر ہم مرتے ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس دعا میں آئے ہوئے لفظ "المَصِيْر" کے معنی ہیں، دنیا میں لوٹنے کی جگہ اور آخرت کا انجام کار۔ پس تو ہی ہمیں زندگی دیتا ہے اور تو ہی موت دیتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے صبح وشام اس دعا کو پڑھنا مستحب ہے۔

٢. بندہ اپنے تمام احوال واوقات میں اللہ کا محتاج ہے۔

٣. ان اذکار کو پڑھنے کا افضل وقت دن کے پہلے حصے میں فجر طلوع ہونے سے سورج طلوع ہونے تک ہے اور دن کے آخری حصے میں عصر کے بعد سے سورج ڈوبنے تک ہے۔ اگر کوئی بعد میں بھی پڑھتا ہے، یعنی صبح سورج بلند ہونے کے بعد پڑھتا ہے، تب بھی کافی ہے۔ ظہر کے بعد پڑھتا ہے، تب بھی کافی ہے اور مغرب کے بعد پڑھتا ہے، تب بھی کافی ہے۔

٤. حدیث کے الفاظ "وإليك النُّشور" کو صبح کے وقت سے بڑی مناسبت ہے۔ یہ الفاظ انسان کو قیامت کے دن کے اس منظر کی یاد دلاتے ہیں، جب موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یہ ایک نئی زندگی ہوگی۔ ایک نیا دن ہوگا، جس میں روحوں کو جسموں میں لوٹایا جائے گا۔ لوگ ہر طرف بکھرے ہوئے ہوں گے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی یہ نئی صبح بھی اس لیے سامنے آ رہی ہے تاکہ ابن آدم پر گواہ رہے اور اس کے اوقات ولمحات ہمارے اعمال کے خزانے بنیں۔

٥. اسی طرح دعا کے الفاظ "وإليك المصير" کی بھی شام کے وقت سے بڑی مناسبت ہے۔ شام کے وقت لوگ اپنے کاموں، کاروباروں اور زندگی کی دوڑ دھوپ سے واپس ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے گھر کا رخ کرتے ہیں۔ الگ الگ جگہوں سے لوٹنے کے بعد آرام کرتے ہیں۔ اس طرح یہ الفاظ اللہ تبارک وتعالی کی طرف لوٹنے کی یاد دلاتے ہیں۔

(٥٤٩٠)

(٣٢٣) – عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رضي الله عنه يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ، فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، ثَلَاثَ

مَرَّاتٍ، لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ، حَتَّى يُصْبِحَ، وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ، لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُمْسِيَ»، قَالَ: فَأَصَابَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ الْفَالِجُ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ الَّذِي سَمِعَ مِنْهُ الْحَدِيثَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: مَا لَكَ تَنْظُرُ إِلَيَّ؟ فَوَاللَّهِ مَا كَذَبْتُ عَلَى عُثْمَانَ، وَلَا كَذَبَ عُثْمَانُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنَّ الْيَوْمَ الَّذِي أَصَابَنِي فِيهِ مَا أَصَابَنِي غَضِبْتُ فَنَسِيتُ أَنْ أَقُولَهَا. [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه والنسائي في الكبرى وأحمد]

(۳۲۳)-ابان بن عثمان سے روایت ہے، کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: "جس نے تین بار یہ دعا پڑھی: "بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ، فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ" (اس اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ زمین وآسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی اور وہ خوب سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔) اس پر صبح تک اچانک کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ اور جس نے اسے صبح کے وقت تین بار پڑھ لیا، اس پر شام ہونے تک اچانک کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔" راوی کا کہنا ہے کہ بعد میں ابان بن عثمان پر فالج کا حملہ ہو گیا، تو ان کی طرف ان سے یہ حدیث سننے والا شخص دیکھنے لگا۔ چنانچہ ابان نے ان سے پوچھا: بات کیا ہے کہ تم میری طرف دیکھے جا رہے ہو؟ اللہ کی قسم نہ میں نے عثمان کی جانب منسوب کر کے جھوٹی بات کہی ہے اور نہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر کے جھوٹی بات کہی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جس دن مجھے یہ بیماری لاحق ہوئی، اس دن میں غصے کا شکار ہو کر اس دعا کو پڑھنا بھول گیا تھا۔ [صحیح]-[اسے ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، اور نسائی نے الکبری میں اور احمد نے روایت کیا ہے]

شرح:

جس نے ہر دن صبح فجر طلوع ہونے کے بعد اور ہر دن شام کو سورج ڈوبنے سے پہلے تین بار یہ

دعا پڑھی:"بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ، فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ"۔ میں اس اللہ کی مدد لیتا اور ہر اذیت ناک چیز سے اس کی حفاظت میں جاتا ہوں، جس کا نام لے لینے کے بعد کوئی بڑی سے بڑی چیز، زمین سے نکلنے والی بلا ہو کہ آسمان سے اترنے والی مصیبت، نقصان نہیں پہنچاتی۔ وہ ہماری باتوں کو سننے والا اور ہمارے حالات کی خبر رکھنے والا ہے۔

-شام کے وقت پڑھنے کی صورت میں اسے صبح تک کوئی چیز اچانک نقصان نہیں پہنچائے گی اور صبح کے وقت پڑھنے کی صورت میں کوئی چیز شام تک اچانک نقصان نہیں پہنچائے گی۔

چنانچہ راوی حدیث ابان بن عثمان پر فالج کا حملہ ہو گیا۔ فالج ایک بیماری ہے، جس میں بدن کا ایک جانب ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ لہذا ان سے حدیث سننے والا شخص تعجب سے ان کی جانب دیکھنے لگا، تو انھوں نے اس شخص سے کہا: بات کیا ہے کہ تم میری جانب دیکھے جا رہے ہو؟ اللہ کی قسم! نہ میں نے عثمان کی جانب منسوب کرکے جھوٹی حدیث سنائی ہے اور نہ عثمان نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی جانب منسوب کرکے جھوٹی حدیث سنائی ہے۔ دراصل جس دن مجھ پر فالج کا حملہ ہوا، اس دن میں یہ دعا پڑھ نہیں سکا تھا۔ میں اس دن غصے کا شکار ہو گیا تھا اور مذکورہ دعا کو پڑھنا بھول گیا تھا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. صبح و شام اس ذکر کو پڑھنا مستحب ہے۔ اسے پڑھ لینے کے بعد انسان کسی بلا و مصیبت کے ناگہانی حملے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲. عہد اول کے سلف کا اللہ پر پختہ یقین اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی باتوں کی تصدیق۔

۳. صبح و شام ذکر کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان کی غفلت ختم ہو جاتی ہے اور ہمیشہ ذہن میں رہتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔

۴. ذکر کا اثر اتنا ہی دکھتا ہے، جتنا ذکر کرنے والے کے اندر اللہ پر ایمان، خشوع، حضور قلب

اور اخلاص ویقین ہو۔

(٦٠٩٣)

(٣٢٤) – عَن عبدِ اللهِ بن خُبَيب رضي الله عنه أنه قال: خَرَجْنَا فِي لَيْلَةٍ مَطِيرَةٍ وَظُلْمَةٍ شَدِيدَةٍ، نَطْلُبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ يُصَلِّي لَنَا، قَالَ: فَأَدْرَكْتُهُ، فَقَالَ: «قُلْ»، فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا، ثُمَّ قَالَ: «قُلْ»، فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا، قَالَ: «قُلْ»، فَقُلْتُ: مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «{قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ} وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِينَ تُمْسِي وَتُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ». [صحيح] - [رواه أبو داود والترمذي والنسائي]

(٣٢٤)–عبد اللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم ایک بارش اور سخت تاریکی والی رات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھانے کے لیے ڈھونڈنے نکلے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم نے جب آپ کو پایا تو آپ نے کہا: "تم کہو۔" میں نے کچھ نہیں کہا، تو آپ نے دوبارہ کہا: "تم کہو۔" میں نے پھر بھی کچھ نہیں کہا تو آپ نے تیسری بار کہا: "تم کہو۔" اس بار میں نے عرض کیا کہ میں کیا کہوں؟ آپ نے جواب دیا: "تم صبح شام تین بار (قل ھو اللہ احد)، (قل اعوذ برب الفلق) اور (قل اعوذ برب الناس) کہہ لیا کرو۔ یہ تین سورتیں تمھارے لیے ہر چیز سے کافی ہوں گی۔" [صحیح]-[اسے ابوداود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے]

شرح:

بزرگ صحابی عبد اللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ بتارہے ہیں کہ وہ شدید بارش والی اور تاریک ترین رات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے نکلے تاکہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں، تو انہوں نے آپ کو پالیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم پڑھو۔ لیکن انھوں نے کچھ نہیں پڑھا۔ تو آپ نے دوبارہ پڑھنے کے لئے کہا۔ اب کی بار عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!

میں کیا پڑھوں؟ جواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: {قل ھواللہ احد}، {قل اعوذ برب الفلق} اور {قل اعوذ برب الناس}، ان تینوں سورتوں کو صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ سورتیں ہر شر سے تمھاری حفاظت کریں گی اور ہر برائی سے تم کو بچائیں گی۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. صبح وشام سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھنا مستحب ہے۔ یہ سورتیں انسان کو ہر شر سے محفوظ رکھتی ہیں۔

٢. سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھنے کی فضیلت۔

(٢٠٨٢)

(٣٢٥) – عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ، وَهُوَ يَقُولُ: «اللهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣٢٥)– عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: مجھے ایک رات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر نہیں ملے۔ ڈھونڈنا شروع کیا، تو میرے ہاتھ آپ کے پیروں کے تلووں سے جا لگے۔ آپ مسجد میں (سجدے کی حالت میں) تھے اور آپ کے دونوں قدم کھڑے تھے۔ آپ فرما رہے تھے: "اللهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ"۔(اے اللہ! میں تیری رضا کے ذریعے تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں اور تیرے عفو وکرم کے ذریعے تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں اور

تیری ذات کے ذریعے تیرے قہر وغضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری تعریف کا شمار نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے، جیسا تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔" [صحيح] -[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل میں سوئی ہوئی تھی کہ رات میں آپ بستر پر نہیں ملے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے حجرے کی اس جگہ کو ٹٹولا، جہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نماز پڑھا کرتے تھے، تو پایا کہ آپ سجدے کی حالت میں ہیں، آپ کے دونوں قدم کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: "اللهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ". یعنی اے اللہ! مجھے تیری رضا چاہیے۔ میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو مجھ پر یا میری امت پر ناراض ہو جائے۔ "وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ"۔ مجھے تیرا بے پایاں عفو و درگزر چاہیے۔ میں تیری سزا سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ "وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ". میں تیری جمالی کے وسیلے سے تیری صفات جلالی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کیوں کہ تجھ سے پناہ بس تو ہی دے سکتا ہے۔ اللہ کے دربار کے علاوہ نہ کوئی بچ کر نکلنے کی جگہ ہے اور نہ کوئی پناہ گاہ۔ "لا أحصي ثناء عليك"۔ میں ہزار کوشش کے باوجود تیری ان نعمتوں اور احسانات کو کماحقہ شمار نہیں کر سکتا، جن سے تو نے مجھے نواز رکھا ہے۔ "أنت كما أثنيت على نفسك"۔ تو ویسا ہی ہے، جیسا تو نے اپنی تعریف کرتے ہوئے اپنے بارے میں بتایا ہے۔ تو نے اپنی تعریف اپنے شایان شان انداز میں کی ہے۔ تیری تعریف کا حق دوسرا کوئی ادا کر نہیں سکتا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. سجدے میں ان دعاؤں کو پڑھنا مستحب ہے۔

٢. میرک کہتے ہیں: نسائی کی ایک روایت میں ہے: آپ یہ دعا اس وقت کرتے، جب نماز سے فارغ ہو جاتے اور بستر پر چلے جاتے۔

۳. اللہ تعالی کی صفات کے ذریعہ اللہ کی حمد وثنا بیان کرنا اور کتاب وسنت سے ثابت شدہ اسمائے گرامی کے ذریعہ اللہ سے دعا کرنا مستحب ہے۔

۴. رکوع وسجود میں خالق کی تعظیم کرنے کی مشروعیت۔

۵. جس طرح اللہ پاک وبرتر کی ذات کے ذریعہ پناہ طلب کرنا جائز ہے، اسی طرح اللہ تعالی کی صفات کے ذریعہ پناہ طلب کرنا بھی جائز ہے۔

٦. خطابی کہتے ہیں: اس دعا کے اندر ایک باریک نکتہ موجود ہے۔ نکتہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے اس کی ناراضگی سے اس کی رضا کی پناہ مانگی ہے اور اس کے مؤاخذے سے اس کے عفو ودرگزر کی پناہ مانگی ہے۔ رضا اور ناراضگی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اسی طرح عفو ودرگزر اور مؤاخذہ بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لیکن جب آپ نے آگے ایسی ہستی کا ذکر کیا، جس کی کوئی ضد نہیں ہے، یعنی اللہ سبحانہ وتعالی کا ذکر کیا، تو بس اسی کی پناہ مانگی۔ کسی اور کی نہیں۔ مطلب یہ کہ اللہ کی کماحقہ عبادت اور اس کی تعریف میں ہونے والی کوتاہی سے مغفرت طلب کی گئی ہے۔ دعا کے الفاظ "لا أحصي ثناء عليك" کے معنی ہیں: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ میرے بس کا کام نہیں ہے۔

(٣٥٦٦)

(٣٢٦) – عن سَمُرَة بن جندبٍ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللهِ أَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۳۲۶)– سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلام چار ہیں؛ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے)، الحمد للہ (ساری تعریف اللہ کی ہے)، لا الہ الا اللہ (اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے) اور اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے)۔ تم ان میں سے جسے چاہو پہلے کہو، حرج کی کوئی بات نہیں ہے۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلام چار ہیں:

سبحان اللہ: اس کا مطلب ہے اللہ کو ہر نقص اور کمی سے پاک قرار دینا۔

الحمد للہ: اس کا مطلب ہے اللہ کو ہر قسم کے کمال سے متصف کرنا اور ساتھ میں اس سے محبت بھی رکھنا اور اس کی تعظیم بھی کرنا۔

لا الہ الا اللہ: یعنی اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے۔

اللہ اکبر: یعنی اللہ ہر چیز سے زیادہ طاقت ور، عظیم اور عزت والا ہے۔

ساتھ میں آپ نے یہ بھی بتایا کہ ان کلمات کی فضیلت اور ان کے ثواب کا حصول ان کو بولتے وقت ان کی ترتیب قائم رکھنے کا تقاضا نہیں کرتا۔

حدیث کے کچھ فوائد:

شریعت اسلامی ایک آسان شریعت ہے۔ اسی وجہ سے اس نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ انسان ان چار کلمات میں سے جسے چاہے پہلے پڑھے۔

(۵۴۷۵)

(۳۲۷) – عن أبي أيوب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، عَشْرَ مِرَارٍ كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ». [صحيح] - [متفق عليه]

(۳۲۷)– ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے دس بار "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" (اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے،

اسی کی بادشاہت ہے، اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) کہا، وہ اس شخص کی طرح ہو گا، جس نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کو آزاد کیا۔" [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جس نے یہ دعا پڑھی:"لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"، جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بس وہی اکیلے مکمل بادشاہت رکھتا ہے اور تمام تعریفات کا وہی مالک و مستحق ہے، وہ قادر مطلق ہے، اسے کوئی چیز عاجز و بے بس نہیں کر سکتی۔ جس نے اس عظیم ذکر کو دن میں دس بار دہرایا، اسے اس شخص کے برابر اجر و ثواب ملے گا، جس نے اسماعیل بن ابراہیم علیہما الصلاۃ والسلام کی نسل سے چار غلاموں کے گلے سے غلامی کا طوق اتار پھینکا۔ یہاں بطور خاص اسماعیل علیہ السلام کی نسل کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے اشرف ہیں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

۱. بس ایک اللہ کی الوہیت، بادشاہت، حمد و ثنا اور قدرت تامہ پر مشتمل اس ذکر کی فضیلت۔
۲. اس ذکر کو لگاتار ایک ہی وقت میں اور الگ الگ وقت میں کہنے والا دونوں ہی اس اجر و ثواب کا حق دار ہوں گے

(٥٥١٧)

(٣٢٨) – عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ: سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٣٢٨)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو

کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، میزان میں بڑے وزنی ہیں، رحمٰن کو بڑے محبوب ہیں۔ وہ دونوں کلمے ہیں: ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ“۔ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے دو ایسے جملے بتائے ہیں، جو انسان آسانی سے اور ہر حالت میں بول سکتا ہے، جن کا اجر میزان میں بڑا بھاری ہے اور ہمارا رحمت والا رب ان کو محبوب رکھتا ہے۔ یہ دو جملے ہیں: ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ“ کیوں کہ ان کے اندر اللہ کی عظمت اور اس کے کمال کو بیان کیا گیا ہے اور اللہ تبارک و تعالی کو سارے نقائص سے پاک بتایا گیا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. سب سے عظیم ذکر یہ ہے کہ اس میں اللہ کی پاکی اور اس کی تعریف دونوں ہوں۔
٢. بندوں پر اللہ کی وسیع رحمت کا بیان کہ وہ تھوڑے سے عمل کا بدلہ بہت بڑا دیتا ہے۔

(٥٥٠٧)

(٣٢٩) – عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ». [صحيح] - [متفق عليه]

(٣٢٩)– ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دن میں سو بار ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ“ پڑھا، اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔“ [صحیح]-[متفق علیہ]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم بتا رہے ہیں کہ جس نے دن میں سو بار "سبحان اللہ و بحمدہ" کہا،

اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور مٹا دیے جاتے ہیں، چاہے وہ سمندر میں موجوں اور لہروں کے وقت ظاہر ہونے والے سفید جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. یہ اجر وثواب دن میں لگاتار یہ دعا پڑھنے والے اور وقفے وقفے سے پڑھنے والے دونوں کو حاصل ہوگا۔

٢. تسبیح کا مطلب ہے: اللہ کو تمام نقائص سے پاک ماننا۔ اور حمد کا مطلب ہے: اسے ہر اعتبار سے کامل ماننا اور ساتھ میں اس سے محبت بھی رکھنا اور اس کی تعظیم بھی کرنا۔

٣. اس حدیث میں گناہوں کی معافی سے مراد صغیرہ گناہوں کی معافی ہے۔ کبیرہ گناہوں کے لیے توبہ ضروری ہے۔

(٥٥١٦)

(٣٣٠) – عن أبي مالكٍ الأشعريِّ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ للهِ تَمْلَآنِ -أَوْ تَمْلَأُ- مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو، فَبَايِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣٣٠)– ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمانوں سے زمین تک کی وسعت کو بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے۔ قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے، ہر انسان دن کا آغاز کرتا ہے، تو (کچھ اعمال کے عوض) اپنا سودا کرتا ہے،

پھر یا تو خود کو آزاد کرنے والا ہوتا ہے یا خود کو تباہ کرنے والا"۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں بتا رہے ہیں کہ ظاہری طہارت وضو اور غسل سے حاصل ہوتی ہے اور یہ طہارت نماز کے لیے شرط ہے۔ "الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے۔" الحمد للہ در اصل اللہ پاک کی حمد و ثنا بیان کرنے اور اسے صفات کمال سے متصف کرنے سے عبارت ہے۔ قیامت کے دن اس کلمہ کو ترازو پر وزن کیا جائے گا، تو اس سے عمل کو تولا جانے والا ترازو بھر جائے گا۔ "سبحان اللہ اور الحمد للہ" یہ دونوں کلمات ہر قسم کے نقص سے اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسے اس کی جلالت شان کے مطابق کمال مطلق کے وصف سے موصوف کرتے ہیں، جس کے ساتھ اس کی محبت اور اس کی تعظیم بھی ہم رکاب ہوتی ہے۔ یہ دونوں کلمات آسمان و زمین کے درمیان کی وسعت کو بھر دیتے ہیں۔ "نماز نور ہے" جو بندے کے دل کو، اس کے چہرے کو، اس کی قبر کو اور اس کی آخرت کو منور کرتی ہے۔ "صدقہ دلیل ہے۔" صدقہ مؤمن کے سچے ایمان والے ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وہ اس منافق سے مختلف ہے، جو صدقہ سے دامن کش رہتا ہے، کیوں کہ وہ اس اجر و ثواب کو سچ نہیں جانتا، جس کا وعدہ صدقہ کرنے والے سے کیا گیا ہے۔ "صبر روشنی ہے۔" صبر نفس کو جزع فزع کرنے اور تقدیر پر ناراضگی ظاہر کرنے سے روکنے کا نام ہے۔ ضیا ایسی روشنی کو کہتے ہیں، جس کے ساتھ حرارت اور جلانے کے اوصاف پائے جائیں۔ جیسے کہ سورج کی روشنی۔ صبر کو ضیا اس لیے کہا گیا ہے کہ صبر کرنا ایک مشکل کام ہے اور اس کے لیے نفس سے لڑنے اور اسے اس کی خواہشات سے روکنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب انسان صبر سے کام لیتا ہے، تو اس کی راہیں روشن رہتی ہیں اور وہ صحیح راستے پر گامزن رہتا ہے۔ یہاں صبر سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت گزاری پر گام زن رہا جائے، اس کی نافرمانی سے اجتناب کیا جائے اور دنیا میں سامنے آنے والے مصائب اور مشکلات کا مقابلہ پامردی کے ساتھ کیا جائے۔ "قرآن تمہارے حق میں دلیل ہے۔" قرآن انسان کے حق میں دلیل اس وقت ہوتا ہے، جب وہ اس کی تلاوت

کرے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرے۔" یا پھر تمہارے خلاف دلیل ہے۔" قرآن انسان کے خلاف دلیل اس وقت ہوتا ہے، جب وہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنے اور اس کی تلاوت کرنے سے گریز کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ تمام لوگ جد وجہد کرتے، زمین میں پھیل جاتے اور نیند سے بیدار ہو کر اپنے مختلف مشاغل کی غرض سے گھروں سے نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ اللہ کی اطاعت پر قائم رہتے ہوئے اپنی جان کو جہنم سے آزاد کر لیتے ہیں، جب کہ کچھ لوگ اس راہ سے بھٹک کر گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، تو اللہ ان کو جہنم میں داخل کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. طہارت کی دو قسمیں ہیں: ظاہری طہارت جو وضو اور غسل سے حاصل ہوتی ہے اور باطنی طہارت جو توحید و ایمان اور عمل صالح سے حاصل ہوتی ہے۔
٢. پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی اہمیت، کیوں کہ نماز بندے کے لیے دنیا میں بھی نور ہے اور قیامت کے دن بھی نور رہے گی۔
٣. صدقہ ایمان کی صداقت کی دلیل ہے۔
٤. قرآن پر عمل کرنے اور اس کی تصدیق کرنے کی اہمیت، تاکہ قرآن آپ کے حق میں حجت ہو نا کہ آپ کے خلاف۔
٥. اگر آپ اپنے نفس کو اطاعت میں مشغول نہیں رکھیں گے تو وہ آپ کو گناہ میں مشغول کر دے گا۔
٦. ہر انسان لا محالہ کچھ نہ کچھ عمل کرتا ہے۔ یا تو وہ اطاعت کے ذریعہ اپنے نفس کو آزاد کر لیتا ہے یا گناہ کے ذریعہ اسے ہلاک کر لیتا ہے۔
٧. صبر کے لیے تحمل اور احتساب اجر ضروری ہے، جو کہ مشقت آمیز امر ہے۔

(٦٥٠٠٤)

(٣٣١) – عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لَأَنْ أَقُولَ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣٣١)–ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ" (اللہ پاک ہے، تمام تعریفیں اللہ کی ہیں، اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے) کہنا میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے بہتر ہے، جن پر سورج نکلتا ہے۔ [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتارہے ہیں کہ ان عظیم کلمات کے ذریعے اللہ کا ذکر کرنا اللہ اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے, اور وہ یہ ہیں: "سبحان اللہ": ان کلمات کے ذریعے تمام نقائص سے اللہ کی پاکی بیان کی جاتی ہے۔ "الحمد للہ": ان کے ذریعے اللہ تعالی کو محبت اور تعظیم کے ساتھ اوصاف کمال سے متصف کیا جاتا ہے۔

"لا إله إلا اللہ": یعنی اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں ہے۔

"اللہ أکبر": اللہ ہر چیز سے بڑا اور جلیل القدر ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. اللہ کے ذکر کی ترغیب اور اس بات کا بیان کہ اللہ کا ذکر ان تمام چیزوں سے بہتر ہے، جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔
٢. اللہ کے ذکر کے اجر و ثواب کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے کی ترغیب۔
٣. دنیا سے لطف اندوز ہونے کا موقع بہت مختصر ہے اور اس کی من موہک چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں۔

(٦٢١١)

(٣٣٢) – عن جابر رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «أَفْضَلُ الذِّكْرِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ: الْحَمْدُ لِلَّهِ». [حسن] - [رواه الترمذي والنسائي في الكبرى وابن ماجه]

(٣٣٢)–جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: "سب سے افضل ذکر "لا الہ الا اللہ" اور سب سے افضل دعا "الحمدللہ" ہے۔" [حَسَنْ]-
[اسے ترمذی ٔنسائی نے الکبری میں اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتارہے ہیں کہ سب سے افضل ذکر "لا الہ الا اللہ" ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں ہے۔جب کہ سب سے افضل دعا "الحمدللہ" ہے، جو اس بات کا اعتراف ہے کہ اصل منعم اللہ سبحانہ وتعالی ہے، جو کامل وجمیل وصف کا مستحق ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

کلمۂ توحید کے ذریعے اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے اور حمد وثنا کے ذریعے بہت زیادہ دعا کرنے کی ترغیب۔

(٣٥٦٧)

(٣٣٣) – عن خَوْلَةَ بِنْتَ حَكِيمٍ السُّلَمِيَّةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذَلِكَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣٣٣)–خولہ بنت حکیم سُلمیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: "جو شخص کسی جگہ نزول فرمائے اور یہ دعا پڑھے: "أَعُوذُ بِكَلِماتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ"(میں اللہ تعالی کی مخلوق کے شر سے اللہ تعالی کے مکمل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں)تو اس کے وہاں سے روانہ ہونے تک اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔[صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم اپنی امت کو سفر یا سیر و تفریح کے دوران کسی جگہ رکتے وقت، ایسی پناہ لینے کی رہ نمائی فرما رہے ہیں، جس کی وجہ سے انسان ہر اس برائی سے محفوظ رہ سکتا ہے، جس کا اسے ڈر ہو۔ آپ نے بتایا کہ بندہ جب کسی جگہ میں اترتے وقت برائی والی ہر مخلوق کی برائی سے اللہ کے ایسے کلمات کی پناہ لے لیتا ہے، جو فضیلت، برکت اور نفع کے نقطۂ نظر سے مکمل اور ہر عیب و کمی سے پاک ہیں، تو وہاں جب تک رکا رہتا ہے، تب تک ہر تکلیف دہ چیز سے محفوظ رہتا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. پناہ مانگنا بھی عبادت ہے۔ یعنی پناہ جب اللہ تعالی، اس کے ناموں یا صفات کی مانگی جائے۔
٢. اللہ کے کلام کی پناہ لینا جائز ہے۔ کیوں کہ اللہ کا کلام اس کی ایک صفت ہے۔ جب کہ اس کے برخلاف کسی مخلوق کی پناہ لینا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ شرک ہے۔
٣. اس دعا کی فضیلت و برکت۔
٤. حفاظت کے لیے اذکار پڑھنے سے اللہ بندے کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
٥. اللہ کو چھوڑ کر کسی جن، جادوگر اور دجل و فریب والے کی پناہ لینا شرک ہے۔
٦. حضر یا سفر کے دوران کسی جگہ میں اترتے وقت اس دعا کی مشروعیت۔

(٥٩٣٢)

(٣٣٤) – عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ أَوْ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(۳۳۴)–ابو حُمَید یا ابو اُسَید سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو، تو یہ دعا پڑھے: "اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" (اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔) اور جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ" (اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔) [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے: "اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"۔ دراصل اس کے ذریعے وہ اللہ سے اپنی رحمت کے اسباب مہیا کرنے کی درخواست کرتا ہے۔ اسی طرح آپ نے تعلیم دی ہے کہ مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے: "اللَّهُمَّ إني أَسْأَلُكَ مِن فَضْلِكَ" اور اس کے ذریعے اللہ سے اس کا فضل اور روز افزوں احسان، جیسے حلال روزی وغیرہ مانگے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت ان دونوں دعاؤں کو پڑھنا مستحب ہے۔
٢. مسجد میں داخل ہوتے وقت رحمت اور مسجد سے نکلتے وقت فضل کا ذکر بطور خاص اس لیے کیا گیا ہے کہ داخل ہونے والا ایسے کاموں میں مشغول ہونے جا رہا ہے، جو اسے اللہ اور اس کی جنت سے قریب کرنے والے ہیں، اس لیے رحمت کا ذکر مناسب ہوا، جب کہ مسجد سے نکلنے کے بعد انسان اللہ کا فضل، جیسے روزی وغیرہ کی تلاش میں نکل جاتا ہے، اس لیے فضل کا ذکر مناسب ہوا۔

٣۔ ان اذکار کو مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کا ارادہ کرتے وقت پڑھا جائے گا۔

(٦٥٠٩٢)

(٣٣٥) - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَذَكَرَ اللهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: لَا مَبِيتَ لَكُمْ، وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ، فَلَمْ يَذْكُرِ اللهَ عِنْدَ دُخُولِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ عِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ». [صحيح] - [رواه مسلم]

(٣٣٥)—جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے کہتے ہوئے سنا: "جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے، تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: یہاں نہ تمھارے لیے رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ رات کے کھانے کی گنجائش۔ اور جب وہ گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا، تو شیطان کہتا ہے: تم نے رات گزارنے کی جگہ پالی اور جب کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا، تو کہتا ہے: تم نے رات بتانے کی جگہ اور رات کا کھانا دونوں پالیا۔" [صحیح]-[اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔]

شرح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھانے سے پہلے اللہ کا نام لینے کا حکم دیا ہے۔ جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ کہتا ہے، تو شیطان اپنے معاونوں سے کہتا ہے کہ تمھارے لیے اس گھر میں رات گزارنے کی جگہ اور رات کے کھانے کی گنجائش نہیں ہے، کیوں کہ گھر کے مالک نے تم سے اللہ کی پناہ لے لی ہے۔ اس کے برخلاف جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوتا ہے اور گھر میں داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا، تو شیطان

اپنے معاونوں سے کہتا ہے کہ اس گھر میں ان کے رات گزارنے اور کھانے کا انتظام ہو گیا ہے۔

حدیث کے کچھ فوائد:

١. گھر میں داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لینا مستحب ہے۔ کیوں کہ اللہ کا نام نہ لینے کی صورت میں شیطان گھر میں رات گزارتا ہے اور کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔
٢. شیطان انسان کے ہر کام کو دھیان سے دیکھتا رہتا ہے اور جیسے ہی انسان اللہ کے نام سے غافل ہوتا ہے، اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔
٣. اللہ کا ذکر شیطان کو بھگانے کا کام کرتا ہے۔
٤. ہر شیطان کے کچھ پیروکار اور معاونین ہوتے ہیں، جو اس کی بات سے خوش ہوتے ہیں اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

(٣٠٣٧)

***

فہرست

مقدمہ ۲

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی ملے گا، جس کی اس نے نیت کی ۳

ایسی بات ایجاد کی، جو اس کا حصہ نہیں ہے، تو وہ قابل قبول نہیں ہے ۴

اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر اللہ کے گھر تک جانے کی استطاعت ہو، تو اس کا حج کرو ۶

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ۱۱

بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا ہو، اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہ دے ۱۳

اس کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، اسے اللہ جہنم پر حرام کر دیتا ہے ۱۴

جس نے 'لا الہ الا اللہ' کہا اور اللہ کے سوا جن چیزوں کی پوجا کی جاتی ہے، ان کا انکار کیا، تو اس کا مال اور خون حرام ہو گیا اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ ۱۷

جو کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرتا ہوا مرا، وہ جنت میں داخل ہو گا، اور جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراتے ہوئے مرا، وہ جہنم میں داخل ہو گا۔ ۱۸

جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی پکارتا رہا (اللہ کا شریک و ہمسر ٹھہراتا رہا)

ہو، تو وہ جہنم میں داخل گا ۲۰

تم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو۔ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی طرف دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ۲۱

قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہوگی، جس نے کلمہ « لا إلٰہ إلا اللہ » خلوص دل سے کہا۔ ۲۳

ایمان کی تہتّر سے زیادہ -یا تر سٹھ سے زیادہ- شاخیں ہیں، جن میں سے سب سے افضل شاخ لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کم مرتبہ والی شاخ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے ۲۵

میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اللہ کا شریک بنائے، حالاں کہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے ۲۶

میں تمام شریکوں سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہوں۔ جو کوئی ایسا عمل کرے، جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرے، میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں ۲۸

میری امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے، ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔ .. ۲۹

میری تعریف میں ایسے حد سے نہ گزرو، جیسے عیسائی لوگ عیسی ابن مریم (علیہ السلام) کی تعریف میں حد سے گزر گئے۔ میں تو محض اللہ کا بندہ ہوں۔ اس لیے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ ۳۰

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ ۳۱

جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں تم بھی مجھے چھوڑے رکھو (اور بے جا سوالات نہ کرو)؛ کیونکہ تم

سے پہلے کی امتیں (غیر ضروری) سوالات کرنے اور اپنے انبیا سے اختلاف کرنے کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ ۳۳

میری طرف سے لوگوں کو پہنچادو، اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔ بنی اسرائیل سے روایت کرو، ان سے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ ۳۵

خبردار رہو! قریب ہے کہ کوئی آدمی اپنے آراستہ تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میری حدیث پہنچے تو کہے: ہمارے اور تمہارے درمیان (فیصلے کی چیز) بس اللہ کی کتاب ہے ۳۷

یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنالیا ۳۸

اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا ۴۰

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ۔ مجھ پر درود بھیجو۔ تمہارا بھیجا گیا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم چاہے جہاں بھی رہو۔ ۴۱

وہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان میں سے کوئی نیک بندہ (یا یہ فرمایا کہ) نیک آدمی مر جاتا، تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے ۴۳

میں اللہ تعالی کے سامنے اس چیز سے بری ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل (سب سے پیارا دوست) بناؤں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا ۴۴

کیا میں تمھیں اس مشن پر نہ بھیجوں، جس پر مجھے رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بھیجا تھا؟ (آپ نے مجھے یہ ہدایت دے کر بھیجا تھا کہ) تم سے ایسا کوئی مجسمہ نہ چھوٹنے پائے، جسے تم نے مٹا نہ دیا ہو اور کوئی اسی

اونچی قبر نہ چھوٹنے پائے، جسے تم نے برابر نہ کر دیا ہو۔ ۴۶

بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔ - آپ نے یہ بات تین بار کہی - ویسے ہم میں سے ہر شخص کے دل میں اس طرح کی بات آتی ہے، لیکن اللہ عزوجل توکل کے ذریعے اسے ختم کر دیتا ہے۔ ۴۷

وہ شخص ہم میں سے نہیں، جس نے یا جس کے لیے بدشگونی لی گئی، جس نے کہانت کی یا جس کے لیے کہانت کی گئی، یا جس نے جادو کیا یا جس کے لیے جادو کیا گیا ۴۸

بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگ جانا اور بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں۔ البتہ مجھے فال اچھی لگتی ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: فال کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اچھی بات"۔ ۵۰

تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ) میرے کچھ بندوں نے مجھ پر ایمان کے ساتھ صبح کی اور کچھ بندوں نے کفر کے ساتھ صبح کی.................................... ۵۱

جس نے تعویذ لٹکایا، اس نے شرک کیا۔ ۵۴

منتر، تعویذ اور ٹوٹکے سب شرک ہیں۔ ۵۵

جو کسی عرّاف (غیبی امور کے جاننے کا دعوی رکھنے والے) کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے متعلق پوچھے، تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔ ۵۷

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔............................ ۵۸

جہاں تک میری بات ہے، تو اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا، تو جب بھی میں کسی بات کی قسم کھاؤں گا اور دوسری بات کو اس سے بہتر دیکھوں گا، تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دوں گا اور وہی کروں گا، جو بہتر ہو۔

.... ۵۹

اس طرح مت کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے، بلکہ یہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور اس کے بعد پھر جو فلاں چاہے۔ ۶۱

بلاشبہ مجھے تم پر جس چیز کا خوف سب سے زیادہ ہے، وہ شرک اصغر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ریا ۶۲

لوگوں کے اندر پائی جانے والی دو باتیں کفر کی باتیں ہیں: حسب و نسب پر طعنہ کسنا اور میت پر نوحہ کرنا۔ ۶۴

قبروں پر مت بیٹھو اور ان کی جانب منہ کر کے نماز نہ پڑھو۔ ۶۵

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کوئی کتا یا تصویر ہو۔ ۶۶

اس قافلے کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے جس میں کتا اور گھنٹی ہو۔ ۶۷

شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے: یہ کس نے پیدا کیا؟ وہ کس نے پیدا کیا؟ حتی کہ سوال کرنے لگتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ لہٰذا جب نوبت یہاں تک آ پہنچے تو اسے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا چاہیے اور اس شیطانی خیال کو ترک کر دینا چاہیے۔ ۶۸

جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ میرا بندہ جن چیزوں سے مجھ سے قریب ہوتا ہے، ان میں سب سے محبوب وہ چیزیں ہیں، جو میں نے اس پر فرض قرار دی ہیں۔ ۶۹

تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے حکمرانوں کا حکم سننا اور ماننا۔ خواہ حکمراں ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میرے بعد بہت زیادہ اختلاف دیکھو گے۔ لہذا تم میری سنت اور میرے نیک اور ہدایت یاب

خلفاء کی سنت پر چلتے رہنا.. ۷۲

جو (امیر کی) اطاعت سے نکل جائے اور (مسلمانوں کی) جماعت چھوڑ دے اور اسی حال میں اس کی موت ہو جائے، تو ایسی موت جاہلیت کی موت ہے ۷۴

جس بندے کو اللہ کسی رعایا کا نگران بناتا ہے اور مرنے کے دن وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ اپنی رعیت کے ساتھ دھوکا کر رہا ہوتا ہے، تو اللہ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔ ۷۶

مستقبل میں ایسے حکمراں سامنے آئیں گے، جن کے کچھ کام تمھیں بھلے لگیں گے اور کچھ برے۔ ایسے میں جو ان (کے برے کاموں) کو برا جانے گا، وہ گناہ سے بری رہے گا اور جو ان کے برے کاموں کو برا کہے گا، وہ سلامت رہے گا۔ لیکن جو (ان کے برے کاموں پر) مطمئن رہے گا اور ان کی پیروی کرے گا، (وہ ہلاکت میں پڑے گا۔) ۷۷

آنے والے وقت میں ترجیح دیے جانے کے معاملے اور ایسی باتیں سامنے آئیں گی، جو تمھیں بری لگیں گی۔ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: تم اپنی ذمے داریاں ادا کرتے رہنا اور اپنا حق اللہ سے مانگنا۔ ۷۹

تم میں سے ہر آدمی ذمہ دار ہے اور ہر آدمی اپنے ماتحتوں کے بارے میں جواب دہ ہے؛ ۸۱

اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے، پھر وہ ان پر سختی کرے، تو تو بھی اس پر سختی فرما- اور جو میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے، پھر ان کے ساتھ نرمی کرے، تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما۔ ۸۲

دین خیر خواہی کا نام ہے ۸۳

جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو قرآن کریم کی متشابہ آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، تو سمجھ لو کہ یہی

وہ لوگ ہیں، جن کا نام اللہ تعالیٰ نے اصحاب زیغ (کجی والے) رکھا ہے۔ ایسے لوگوں سے اجتناب کرو
.... ۸۶

تم میں سے جو شخص منکر (غلط کام) دیکھے، وہ اسے اپنے ہاتھ (قوت) سے بدل دے۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اس کی نکیر کرے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل میں (اسے برا جانے اور اسے بدلنے کی مثبت تدبیر سوچے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔......... ۸۹

اللہ کے حدود پر قائم رہنے والوں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی میں جگہ کی تعیین کے لیے قرعہ اندازی کی، جس کے نتیجہ میں کچھ لوگوں نے کشتی کے اوپر والے حصے میں اور کچھ لوگوں نے نیچے والے حصے میں جگہ حاصل کی ۹۱

جس نے کسی ہدایت کی طرف بُلایا، اسے اس کی پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا اور اس سے پیروی کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہو گی ۹۳

جس نے نیکی کی طرف رہنمائی کی تو اس کو اس نیکی کا کام کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔ ۹۵

اللہ کی قسم! تمھارے ذریعے سے کسی ایک آدمی کا ہدایت یافتہ ہو جانا تمھارے لیے (بیش قیمت) سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ ۹۶

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔ ۹۹

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ ۱۰۰

یہ دین ہر اس جگہ تک پہنچ کر رہے گا جہاں دن اور رات کا چکر چلتا ہے اور اللہ کوئی کچا پکا گھر ایسا نہیں چھوڑے گا جہاں اس دین کو داخل نہ کر دے ۱۰۲

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت کا کوئی بھی انسان جو میرے بارے میں سنے، وہ یہودی ہو یا نصرانی اور وہ اس شریعت پر ایمان نہ لائے، جسے دے کر میں بھیجا گیا ہوں اور اسی حالت میں اس کی موت ہو جائے، تو وہ جہنمی ہو گا۔ ۱۰۳

لوگو، دین میں غلو سے بچو۔ کیوں کہ دین میں غلو نے ہی تم سے پہلے کے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ .. ۱۰۵

غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے ۱۰۶

یہودی وہ لوگ ہیں، جو اللہ کے غضب کے شکار ہوئے اور نصاری وہ لوگ ہیں، جو گمراہی میں پڑ گئے۔ ۱۰۷

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیریں تحریر فرما دیں تھیں ۱۰۸

رسول اللہ ﷺ، جو صادق اور مصدوق ہیں، نے بیان فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی بنیاد اس کی ماں کے پیٹ میں (نطفہ امتزاج کی شکل میں) چالیس دن اور چالیس رات تک رہتی ہے ... ۱۰۹

جنت تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے اور اسی طرح دوزخ بھی۔ ۱۱۱

جہنم کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو ناگوار چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ ۱۱۲

جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا کیا، تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا ۱۱۳

تمھاری دنیا کی آگ، جہنم کی آگ کا سترواں (۷۰) حصہ ہے ۱۱۶

اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے گا اور آسمان کو داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور اس کے بعد کہے گا: میں بادشاہ ہوں؛ زمین کے بادشاہ کہاں گئے؟ ۱۱۷

قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا، جو عمل تخلیق میں اللہ کے مشابہ ہونا چاہتے ہیں۔ ۱۱۸

ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ وقت بہت ہی نزدیک ہے، جب تمھارے درمیان مریم کا بیٹا اترے گا۔ اس وقت وہ منصف حاکم ہوگا۔ صلیب توڑ دے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا۔ جزیہ ختم کر دے گا۔ مال کی اس قدر بہتات ہوگی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ ۱۱۹

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دیجیے، میں قیامت کے دن آپ کے لیے اس کے بارے میں گواہ بن جاؤں گا .. ۱۲۰

میرے حوض کا پھیلاؤ ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہوگا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوش بو کستوری سے زیادہ عمدہ ہوگی ۱۲۲

موت کو ایک سفید و سیاہ رنگ کے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا ۱۲۳

”اگر تم اللہ پر ویسے بھروسہ کرو، جیسا کہ بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو تمھیں ایسے رزق دیا جائے، جیسے پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو آسودہ حال واپس آتے ہیں“۔ .. ۱۲۵

سوار پیدل چلنے والے کو، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔ ۱۲۷

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو ۱۲۸

ظلم سے بچو، کیوں کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں لائے گا۔ بخل و حرص سے بچو، اس لیے کہ اسی بخل و حرص نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ ۱۳۱

ویسے تو اللہ تعالی ظالم کو مہلت دیتا ہے، لیکن جب اسے پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا ۱۳۲

اور اگر ارادہ کرنے کے بعد اس نے اس کا ارتکاب بھی کر لیا، تو اللہ تعالی اسے صرف ایک برائی ہی لکھتا ہے۔ ۱۳۴

جس نے اسلام لانے کے بعد اچھے عمل کیے، اس کا ان اعمال پر مؤاخذہ نہیں ہو گا جو اس نے جاہلیت میں کیے اور جس نے اسلام میں برے کام کیے، وہ اگلے اور پچھلے دونوں طرح کے عملوں پر پکڑا جائے گا۔ ۱۳۶

تم ان نیکیوں کے ساتھ اسلام لائے ہو۔ ۱۳۸

بے شک اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کے ساتھ ایک نیکی کے معاملے میں بھی ظلم نہیں فرماتا۔ اس کے بدلے اسے دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی جزا دی جاتی ہے ۱۳۹

اے ابن آدم! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا، میں تیرے گناہوں کو بخشتا رہوں گا، چاہے وہ جتنے بھی ہوں، میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔ ۱۴۰

ایک بندے نے گناہ کیا اور پھر بول اٹھا: اے اللہ! میرا گناہ معاف کر دے ۱۴۲

کوئی بھی بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے، پھر کھڑے ہو کر طہارت حاصل کرتا ہے، پھر نماز پڑھتا ہے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے، تو اللہ اس کی مغفرت کر دیتا ہے ۱۴۵

اللہ عزوجل رات میں اپنا ہاتھ پسارتا ہے، تاکہ دن کا گنہ گار توبہ کر لے اور دن میں اپنا ہاتھ پسارتا ہے، تاکہ رات کا گنہ گار توبہ کر لے، یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔ ۱۴۶

ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات جب کہ رات کا آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے ۱۴۸

یقیناً حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ۱۴۹

میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے کوئی احد کے برابر بھی سونا خرچ کر دے، تو بھی ان کے ایک مد یا آدھا مد کو نہیں پہنچے گا۔ ۱۵۰

اے لڑکے! میں تمھیں کچھ باتیں سکھانا چاہتا ہوں۔ اللہ (کے حقوق) کی حفاظت کرو، اللہ تمھاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھو، اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب مانگو، تو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد طلب کرو، تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو ۱۵۲

مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتا دیں کہ مجھے اس کے بارے میں آپ کے بعد کسی اور سے سوال کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر ثابت قدم رہو۔" ۱۵۴

مومنوں کی آپس میں ایک دوسرے سے محبت و مودّت اور باہمی ہمدردی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب اس کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے، تو سارا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے، بایں طور کہ نیند اڑ جاتی ہے اور پورا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ۱۵۵

"جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے، اس کے گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں"۔ ۱۵۶

سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردار حلال ہے۔ ۱۵۷

"جب پانی کی مقدار دو قلہ (دو بڑے بڑے گھڑوں کے برابر) ہو، تو وہ گندگی کو اثر انداز ہونے نہیں دیتا۔" ۱۵۹

"جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ، تو پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے نہ تو قبلہ کی طرف رخ کرو اور نہ پشت۔ بلکہ یا تو مشرق کی طرف منہ کیا کرو یا مغرب کی طرف"۔ ۱۶۰

تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت دائیں ہاتھ سے اپنے عضوِ مخصوص کو نہ پکڑے اور نہ قضائے حاجت کے بعد اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ (پانی پیتے وقت) برتن میں سانس لے۔ ۱۶۱

"جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو، تو تین مرتبہ اپنی ناک میں پانی ڈال کر جھاڑ لے، کیوں کہ شیطان اس کی ناک کے بانسے میں رات گزارتا ہے"۔ ۱۶۲

نبی ﷺ ایک صاع سے لے کر پانچ مد تک پانی سے نہالیا کرتے تھے اور ایک مد پانی سے وضو کر لیا کرتے تھے۔ ۱۶۳

جب تم میں سے کسی کا وضو ٹوٹ جائے، تو جب تک وضو نہ کر لے، اللہ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ ۱۶۴

ایک شخص نے وضو کیا اور پیر میں ناخن کے برابر جگہ سوکھی چھوڑ دی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: "جاؤ اور اچھی طرح وضو کر لو۔" لہذا وہ واپس گیا اور پھر سے نماز پڑھی۔ .. ۱۶۵

ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔ وضو اچھی طرح کیا کرو۔ ۱۶۶

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت وضو کیا کرتے تھے ۱۶۸

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا۔ ۱۶۹

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے اعضا کو دو دو بار دھویا۔ ۱۷۰

جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعت نماز پڑھی، جس میں اس نے اپنے جی میں کوئی بات نہ کی، اللہ تعالی اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے ۱۷۰

جب تم میں سے کوئی وضو کرے، تو اپنی ناک میں پانی ڈال کر ناک جھاڑے، اور جو ڈھیلوں سے استنجا

کرے، وہ طاق عدد میں ڈھیلے استعمال کرے ۱۷۳

ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور وہ بھی عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں دیا جارہا ہے۔ دونوں میں سے ایک شخص پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص لگائی بجھائی کرتا پھرتا تھا........... ۱۷۴

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کی جگہ میں داخل ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! میں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ۱۷۶

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کی جگہ سے باہر آتے تو فرماتے: "غفرانک" (اے اللہ! میں تیری مغفرت چاہتا ہوں) ۱۷۶

"مسواک منہ کی پاکیزگی اور رب کی رضا کا موجب ہے"۔ ۱۷۷

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کی نیند سے بیدار ہوتے، تو اپنے منہ کو مسواک سے رگڑ کر صاف کرتے۔ ۱۷۸

اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔ ۱۷۹

ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہر سات دن میں ایک دن غسل کرے، جس کے اندر وہ اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔ ۱۸۰

"پانچ چیزیں (انسانی) فطرت (کا حصہ) ہیں: ختنہ کرنا، زیر ناف بال مونڈنا، مونچھیں چھوٹی کرنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھیڑنا"۔ ۱۸۲

میں ایک ایسا شخص تھا، جسے بہت زیادہ مذی آتی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسم کے داماد ہونے کے ناتے مجھے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ میں آپ سے اس بارے میں پوچھوں۔ چنانچہ میں نے

مقداد بن اسود کو پوچھنے کا حکم دیا (اور انھوں نے پوچھا)، تو آپ نے کہا: وہ اپنا ذکر دھوئے اور وضو کرے۔ ۱۸۳

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے، تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے، پھر غسل کرتے ۱۸۴

تمھارے لیے اپنے ہاتھوں سے بس اتنا کر لینا کافی تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک دفعہ زمین پر مارا، پھر اپنے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ، ہتھیلیوں کی پشت اور اپنے چہرے کا مسح کیا۔ ۱۸۶

انہیں رہنے دو۔ میں نے ان کے اندر اپنے پاؤں طہارت کی حالت میں داخل کیے تھے ۱۸۷

یہ ایک رگ سے نکلنے والا خون ہے۔ بس اتنے ہی دن نماز چھوڑو، جتنے دن اس سے پہلے حیض آیا کرتا تھا۔ پھر غسل کر لو اور نماز پڑھو۔ ۱۸۹

جب تم میں سے کسی کو اپنے پیٹ میں کچھ محسوس ہو اور اسے شبہ ہو جائے کہ اس میں سے کچھ نکلا ہے یا نہیں، تو ہر گز مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو محسوس کر لے۔ ۱۹۰

جب کتا تم میں سے کسی کے برتن سے (کچھ) پی لے، تو اسے سات مرتبہ دھولے۔ ۱۹۱

جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو ۱۹۴

جس نے مؤذن کی اذان سن کر کہا: ”اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں راضی ہو گیا اللہ کے رب ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر۔“ تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ ۱۹۶

اذان اور اقامت کے درمیان کی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی۔ ۱۹۷

کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو؟ اس نے جواب دیا: جی، سنتا تو ہوں، تو آپ نے کہا: (نماز کی ندا لگانے والے کی ندا) قبول کرو۔ ۱۹۸

تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے سے ایک نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو، تو کیا اس کے بدن میں ذرا بھی میل کچیل باقی رہ سکے گا؟ ۲۰۰

کون سا عمل اللہ کے نزدیک سب سے محبوب ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: "وقت پر نماز پڑھنا۔" انھوں نے پوچھا کہ پھر کون سا؟ تو آپ نے جواب دیا: "والدین کی فرماں برداری کرنا۔" انھوں نے پوچھا کہ پھر کون سا؟ تو آپ نے جواب دیا: "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا" ۲۰۱

”جو مسلمان فرض نماز کا وقت پائے، پھر اچھی طرح وضو کرے، دل لگا کر نماز پڑھے اور اچھی طرح رکوع (اور سجدہ) کرے، تو یہ نماز اس کے ماقبل کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی، جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرے گا۔“ ۲۰۲

”پانچوں نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک اپنے مابین سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے“۔ ۲۰۳

اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو، جب ان کی عمر سات سال ہو جائے اور انھیں اس کے لیے مارو، جب ان کی عمر دس سال ہو جائے اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔ ۲۰۴

اللہ تعالی نے فرمایا: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے، جو وہ مانگے ۲۰۶

”ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان جو عہد و میثاق ہے، وہ نماز ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا“ ۲۰۸

مومن و کافر کے درمیان فاصلہ مٹانے والا عمل نماز کا ترک کرنا ہے۔........... ۲۰۹

”میں کہتا ہوں: اللهم باعد بيني وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب......... ۲۱۱

اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھاتے.. ۲۱۳

مجھے سات اعضا پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے.. ۲۱۷

رب تعالی بندے کے سب سے نزدیک رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے۔............... ۲۱۸

یقیناً تم لوگ اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے، جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اسے دیکھنے میں تمھیں کوئی دقت نہیں ہو گی.. ۲۲۰

جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (فجر و عصر کی نمازیں) ادا کیں، وہ جنت میں داخل ہو گا۔............ ۲۲۱

جس نے صبح کی نماز پڑھی، وہ اللہ کی پناہ میں آ گیا.................................. ۲۲۲

جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا عمل ضائع ہو گیا۔................................ ۲۲۳

جو شخص کسی نماز کو بھول جائے، تو وہ اسے اسی وقت پڑھ لے، جب یاد آ جائے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے.. ۲۲۴

منافقوں پر سب سے بھاری نماز عشا اور فجر کی نماز ہے اور اگر انھیں ان نمازوں کے ثواب کا اندازہ ہو جائے، تو گھٹنوں کے بل چل کر آئیں.. ۲۲۵

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے پیٹھ اٹھاتے، تو یہ دعا پڑھتے: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ.. ۲۲۷

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اللَّهمَّ اغْفِرْ لِي،

وارْحَمْنِي، وعافِنِي، واهْدِنِي، وارزقْنِي"۔(اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر، مجھے عافیت دے، میری رہ نمائی فرما اور مجھے رزق عطا کر۔) ۲۲۹

جب تم نماز پڑھو، تو اپنی صفیں درست کر لو۔ پھر تم میں سے ایک شخص تمھارا امام بن کر نماز پڑھائے۔ چنانچہ جب وہ تکبیر کہے، تو تم تکبیر کہو ۲۲۹

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسی طرح تشہد سکھایا، جیسے قرآن کی سورہ سکھاتے تھے۔ اس وقت میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں تھی ۲۳۵

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے، جہنم کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے ۲۳۷

"تو کثرت سے سجدہ کیا کر۔ اس لیے کہ ہر سجدے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تیرا ایک درجہ بلند کرے گا اور تیرا ایک گناہ معاف کرے گا۔" ۲۳۸

"کھانے کی موجودگی میں نماز نہ پڑھی جائے اور نہ ہی اس وقت جب انسان کو پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت ہو"۔ ۲۴۰

سب سے برا چور وہ ہے، جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہو۔ کسی صحابی نے پوچھا کہ نماز میں چوری کرنے کا کیا مطلب ہے، تو آپ نے جواب دیا: نماز میں چوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی رکوع اور سجدہ مکمل طور پر ادا نہ کرے۔ ۲۴۲

کیا تم میں سے کوئی شخص، جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے، اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادے یا اس کی صورت گدھے کی صورت جیسی بنادے؟ ۲۴۳

جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھ لی

ہیں؟ تین یا چار؟ تو وہ شک کو چھوڑ دے اور جتنی رکعتوں پر اسے یقین ہو ان پر اعتماد کرے اور پھر سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔ ۲۴۴

نبی کریم ﷺ کے پاس اس آدمی کا ذکر کیا گیا جو رات کو سویا اور صبح ہونے تک سویا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ ایسا آدمی ہے کہ اس کے دونوں کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا، یا فرمایا: جس کے کان میں“۔ ۲۴۶

سب سے افضل دن جس میں سورج نکلا، جمعے کا دن ہے۔ ۲۴۷

جس نے جمعے کے دن جنابت کا غسل کیا، پھر پہلی گھڑی میں مسجد کی جانب چل پڑا، اس نے گویا ایک اونٹ کی قربانی دی۔ ۲۴۹

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۲۵۱

نبی ﷺ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہا کرتے تھے۔ ۲۵۲

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے ۲۵۴

جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے، تو یہ کل ننانوے مرتبہ ہوا اور سو کی عدد پورا کرتے ہوئے "لا إله إلا الله وحدَه لا شريك له له الملك وله الحَمد وهو على كلِّ شيء قَدِير" (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) کہے، تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کی طرح ہوں۔ ۲۵۶

جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ ۲۵۷

میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعتیں محفوظ کی ہیں........................۲۵۸

ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ پھر آپ نے تیسری بار فرمایا: اس کے لیے جو چاہے۔...۲۵۹

جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت ضرور پڑھے۔ ۲۶۰

"جب جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کہو کہ "خاموش ہو جاؤ" تو (ایسا کہہ کر) تم نے خود ایک لغو حرکت کی"۔.....................................۲۶۱

کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو، تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو، تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھو۔...۲۶۲

میری اس مسجد میں پڑھی گئی ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دیگر مسجدوں میں پڑھی گئی ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔...۲۶۳

جو اللہ کے لیے مسجد بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اسی جیسا گھر بنائے گا۔ ۲۶۴

جو بھی سونا یا چاندی والا شخص اپنے اس مال کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، اس کے لیے قیامت کے دن آگ کی تختیاں تیار کی جائیں گی ۲۶۵

"صدقہ مال کو گھٹاتا نہیں ہے، بندہ کے عفو و درگزر سے کام لینے سے اللہ اس کی عزت کو مزید بڑھاتا ہے اور جو آدمی اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالی اسے بلندیوں سے نوازتا ہے"۔ ...۲۷۳

اللہ تعالی نے فرمایا: "اے ابن آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا"۔...................۲۷۴

"جب آدمی اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے، تو یہ اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا

ہے"۔ ۲۷۵

"جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین قسم کے عمل (کا ثواب) جاری رہتا ہے۔ صدقۂ جاریہ، یا ایسا علم جس سے اس کے بعد بھی فائدہ اٹھایا جائے، یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔" ۲۷۵

"چاندی سونے کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ گیہوں گیہوں کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ جَو جَو کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ کھجور کھجور کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے"۔ ۲۷۷

لوگو! سلام عام کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات میں جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ۲۸۰

بے شک اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے۔ اللہ نے اپنے مومن بندوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے، جس کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے۔ ۲۸۲

جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کے قرض کا کچھ حصہ معاف کر دیا، اسے قیامت کے دن اللہ تعالی اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہو گا۔ ۲۸۵

"اللہ ایسے شخص پر رحم کرے، جو بیچتے، خریدتے اور مطالبہ کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے"۔ ۲۸۶

ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ وہ اپنے کارندے کو (جب قرض کی وصولی کے لئے بھیجتا تو) کہہ دیتا: اگر تم کسی تنگ دست کے پاس آؤ تو اس سے درگزر کرنا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ بھی ہم سے

در گزر کرے ۲۸۶

”بلاشبہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے لیے قیامت کے
دن جہنم ہے“۔ ۲۸۸

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آدم کی اولاد کا ہر عمل اس کے لیے ہے، سوائے روزے کے کہ وہ صرف میرے
لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ ۲۸۹

”جس نے ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کے حصول کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اس کے سابقہ
گناہ بخش دیے جائیں گے۔“ ۲۹۲

رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں عبادت میں جتنی محنت کرتے تھے، اتنی دوسرے
دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ ۲۹۳

مجھے میرے دوست (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت کی؛ ہر مہینے میں تین دن
روزہ رکھنے، چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔ ۲۹۴

جو ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کے حصول کی نیت سے شب قدر میں قیام کرتا ہے، اس کے پچھلے
گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ ۲۹۵

جس شخص نے حج کے دوران جماع اور اس کے مقدمات، فحش گوئی اور گناہ کے کاموں سے پرہیز کیا،
تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے پاک ہو کر اس طرح) لوٹتا ہے، جیسے اس دن تھا، جس دن اس کی ماں نے
اسے جنا تھا۔ ۲۹۶

ایسے کوئی دن نہیں ہیں، جن میں نیکی کے کام کرنا اللہ کے نزدیک ان دنوں میں نیکی کے کام کرنے سے
زیادہ محبوب ہو۔ آپ کی مراد ذوالحجہ مہینہ کے ابتدائی دس دن ہیں ۲۹۷

جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔ کیوں کہ سچائی اطمینان ہے اور جھوٹ شک وشبہ ہے۔ ۲۹۹

اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے ان خیالات کو معاف کر دیا ہے، جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں، جب تک ان پر عمل نہ کر لیا جائے یا زبان سے ادا نہ کر دیا جائے۔.................. ۳۰۰

"اللہ تمھارے جسموں اور تمھاری شکلوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے"۔ ۳۰۱

"بے شک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور بے شک مؤمن کو بھی غیرت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو غیرت اس بات پر آتی ہے کہ بندہ وہ کام کرے، جسے اللہ نے اس پر حرام کیا ہے"۔ ۳۰۲

سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو.. ۳۰۳

کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ۳۰۵

کبیرہ گناہ ہیں: اللہ کا شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی کا قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ ۳۰۷

قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔...... ۳۰۸

جس نے کسی معاہد کو قتل کیا، وہ جنت کی بو تک نہیں پائے گا، جب کہ اس کی بو چالیس سال کی مسافت سے مل جاتی ہے۔.. ۳۰۹

رشتے ناتے کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ ۳۱۰

"جو اس بات کا خواہش مند ہو کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کر دی جائے، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کیا کرے"۔.. ۳۱۱

”رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلے میں رشتہ جوڑے، بلکہ رشتہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس سے ناتا توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے“۔ ۳۱۲

کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہوتی ہے؟ صحابہ کرام نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس انداز میں کرو، جو اسے ناپسند ہو ... ۳۱۳

ہر نشہ آور چیز 'خمر' (شراب) ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ کیے بنا اس کی لت لے کر مر گیا، وہ آخرت میں اسے پینے سے محروم رہے گا۔ ۳۱۵

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلے کے سلسلے میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ ۳۱۶

ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، خرید و فروخت کی بولی میں قیمت بڑھا کر ایک دوسرے کو دھوکا نہ دو، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور تم میں سے کوئی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔ اے اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن جاؤ۔ ۳۱۷

برے گمان سے بچو، کیوں کہ برا گمان سب سے جھوٹی بات ہے ۳۲۰

جنت میں چغل خور داخل نہیں ہو گا۔ ۳۲۲

میری تمام امت معاف کر دی جائے گی سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والوں کے۔ ۳۲۳

لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا فخر و غرور اور خاندانی تکبر ختم کر دیا ہے ۳۲۴

”اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ وہ آدمی ہے، جو سخت جھگڑالو ہو“۔ ۳۲۶

جب دو مسلمان تلواریں سونت کر ایک دوسرے کے مد مقابل آجائیں، تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی

ہوں گے ۳۲۷

جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ۳۲۸

”مرے ہوئے لوگوں کو برا مت کہو؛ کیوں کہ جو اعمال انھوں نے آگے بھیجے، ان تک وہ پہنچ چکے ہیں“۔ ۳۲۹

”کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ رشتہ منقطع رکھے۔ دونوں ایک دوسرے سے ملیں اور یہ بھی منہ پھیر لے اور وہ بھی منہ پھیر لے۔ ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے، جو سلام میں پہل کر لے“ ۳۳۰

جو شخص مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرم گاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ ۳۳۲

کوئی عورت دو دن کی مسافت کے سفر پر اس وقت تک نہ نکلے، جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا اس کا کوئی محرم نہ ہو ۳۳۳

”میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا، جو مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ ضرر رساں ہو“۔ ۳۳۵

اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کر لے۔ کیوں کہ نکاح نظر کو نیچی رکھنے اور شرم گاہ کو (برائی سے) محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے اور اگر کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو، تو اسے چاہیے کہ روزے رکھے۔ کیوں کہ روزہ اس کی شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔ ... ۳۳۶

دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب ہے اور اللہ اس میں تمھیں یکے بعد دیگرے بھیجنے والا ہے اور وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ لہذا دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو.................... ۳۳۷

"عورتوں کے پاس جانے سے اجتناب کرو"۔ ایک انصاری شخص نے سوال کیا: یارسول اللہ! شوہر کے قریبی رشتہ دار (بھائی، چچازاد وغیرہ) کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "شوہر کا قریبی رشتہ دار تو موت ہے"۔ ۳۳۹

"ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے"۔ ۳۴۱

"وہ شرط پوری کی جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہے، جس کے ذریعہ تم نے عورتوں کی شرم گاہوں کو حلال کیا"۔.. ۳۴۲

دنیا کچھ وقت تک کے لیے لطف اندوز ہونے کا سامان ہے اور دنیا کا سب سے بہتر سامان نیک عورت ہے۔.. ۳۴۳

میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے (عورت پر) اچانک پڑنے والی نظر کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے مجھے نظر پھیر لینے کا حکم دیا۔ ۳۴۴

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے، سینگ والے مینڈھوں کی قربانی کی۔ دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، بسم اللہ اللہ اکبر کہا اور اپنا پاؤں دونوں کے پہلوؤں پر رکھا۔ ۳۴۵

"نہ ریشم و دیباج پہنو، نہ سونے اور چاندی کے برتن میں کچھ پیو اور نہ ہی ان سے بنی پلیٹوں میں کچھ کھاؤ۔ یہ دنیا میں ان (کفار) کے لیے اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں"۔ ۳۴۶

تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے؛ سوئے ہوئے شخص سے جب تک بیدار نہ ہو جائے، بچے سے جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے اور دیوانے سے جب تک اسے عقل نہ آجائے"۔ ۳۴۷

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے کچھ حصے کا بال مونڈنے اور کچھ حصے کا بال چھوڑ دینے سے منع فرمایا ہے۔ ۳۴۹

"مونچھیں تراشو اور داڑھیاں بڑھاؤ"۔ ۳۵۰

ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور ایک عورت دوسری عورت کی شرمگاہ کو نہ دیکھے ۳۵۱

تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ ۳۵۲

"مومن اپنے حُسنِ اخلاق کے ذریعے روزے دار اور شب بیدار عبادت گزار کا درجہ حاصل کرلیتا ہے"۔ ۳۵۳

سب سے کامل ایمان والا مؤمن وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تمھارے اندر سب سے اچھا انسان وہ ہے، جو اپنی عورتوں کے حق میں سب سے اچھا ہو۔ ۳۵۴

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی چیز لوگوں کو سب سے زیادہ جنت میں داخل کرے گی، تو آپ نے جواب دیا: اللہ کا ڈر اور اچھے اخلاق ۳۵۵

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے انسان تھے۔ ۳۵۷

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔ ۳۵۸

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوتا پہننا، کنگھی کرنا، طہارت حاصل کرنا اور اپنے سبھی کاموں کو دائیں سے کرنا پسند کرتے تھے۔ ۳۵۹

بے شک اللہ تعالی نے ہر کام کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا ہے ۳۶۰

"بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں رحمن عزوجل کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔ جب کہ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں ۳۶۲

"نہ (ابتداءً) کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ بدلے کے طور پر نقصان پہنچانا۔ جو دوسرے کا نقصان

کرے گا، اللہ اس کا نقصان کرے گا اور جو دوسرے کو مشقت میں ڈالے گا، اللہ اسے مشقت میں ڈالے گا"۔ ۳۶۳

اچھے ہم نشیں اور برے ہم نشیں کی مثال بعینہ ایسی ہی ہے جیسے کہ عطر فروش اور بھٹی پھونکنے والا۔ ۳۶۴

غصہ مت کیا کرو ۳۶۵

"طاقتور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دیتا ہو، بلکہ طاقتور وہ ہے، جو غصّہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے"۔ ۳۶۶

چار خصلتیں جس شخص کے اندر ہوں گی، وہ خالص منافق ہو گا۔ جس کے اندر ان میں سے ایک خصلت ہو گی، اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہو گی، جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے دے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔ ۳۶۷

مومن طعنہ مارنے والا، لعنت کرنے والا، بے حیا اور فحش گو نہیں ہوتا ہے۔ ۳۷۰

حیا ایمان کا حصہ ہے ۳۷۱

"جب کوئی آدمی اپنے بھائی سے محبت کرتا ہو، تو اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے" ۳۷۱

"ہر اچھا کام صدقہ ہے"۔ ۳۷۲

ہر دن، جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ ۳۷۳

جس نے کسی مومن کی دنیا کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کر دی، اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کی

پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کر دے گا۔ ۳۷۵

قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹیں گے، جب تک اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اسے کس چیز میں فنا کیا، اس کے علم کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اس سے کیا کیا، اس کے مال کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اس کے جسم کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اسے کہاں کھپایا۔ ۳۷۸

"بیواؤں اور مسکینوں کے لیے تگ و دو کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے یا رات میں قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔" ۳۷۹

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے ۳۸۱

"کسی بھی اچھے کام کو ہرگز حقیر مت جانو، خواہ تمہارا اپنے بھائی کے ساتھ خوش باش چہرے کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو"۔ ۳۸۲

تم سچ بولنے کو لازم پکڑو۔ بلاشبہ سچ نیکو کاری کا راستہ بتلاتا ہے اور نیکو کاری یقیناً جنت میں پہنچا دیتی ہے۔ ۳۸۳

"جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر اللہ بھی رحم نہیں کرتا"۔ ۳۸۵

"رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔ ۳۸۵

(کامل) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کی ایذا رسانی) سے مسلمان محفوظ رہیں اور (حقیقی) مہاجر وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ ۳۸۶

"ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا

،جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا" ۳۸۸

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کا کون سا عمل سب سے اچھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جانے پہچانے اور ان جانے سب کو سلام کرو۔ ۳۹۰

کیا میں تمہیں ایسی چیزیں نہ بتاؤں، جن سے اللہ تعالی گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کر دیتا ہے؟ ۳۹۱

مضبوط مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور محبوب ہے۔ تاہم خیر تو دونوں ہی میں ہے۔ ۳۹۴

صحیح راستہ اختیار کرو اور جان رکھو کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: میں بھی نہیں! مگر یہ کہ اللہ تعالی اپنی رحمت و فضل سے مجھے ڈھانپ لے۔ ۳۹۶

"جبریل مجھے پڑوسی کے (حق کے) بارے میں اس قدر وصیت کرتے رہے کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے"۔ ۳۹۹

"جو شخص اپنے بھائی کی عزت وناموس کا (اس کی غیر موجودگی میں) دفاع کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے دور کر دے گا"۔ ۴۰۰

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے، جو اپنے لیے کرتا ہے"۔ ۴۰۱

"نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے، اسے مزیّن کر دیتی ہے اور جس چیز سے بھی نکال لی جاتی ہے، اسے بد نما اور عیب دار کر دیتی ہے"۔ ۴۰۲

بے شک دین آسان ہے۔ جو شخص دین کے معاملے میں سختی اختیار کرے گا، اس پر دین غالب آ جائے گا۔ چنانچہ اپنے عمل میں راستگی اختیار کرو اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو ۴۰۳

"آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، خوش خبری دو اور متنفر نہ کرو"۔ ۴۰۵

ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ اسی دوران انھوں نے فرمایا: ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔ ۴۰۷

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے، تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب تم میں سے کوئی شخص کوئی چیز پیے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پیے۔ کیوں کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ ۴۰۷

بچے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو، داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور اپنے سامنے سے کھایا کرو۔ ۴۰۸

"اللہ تعالی بندے کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کھانا کھائے اور اس پر اللہ کی تعریف کرے یا پانی پیے اور اس پر اللہ کی تعریف کرے"۔ ۴۰۹

ایک آدمی نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ لہذا آپ نے اس سے کہا: "اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ"۔ لیکن اس نے جواب دیا: میں (دائیں ہاتھ سے) کھا نہیں سکتا۔ اس پر آپ ﷺ نے (اس کے حق میں بد دعا کے طور پر) کہا: "تو ایسا کر بھی نہیں سکتا" ۴۱۰

جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو، وہ ہم سے دور رہے - یا آپ ﷺ نے فرمایا: ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ ۴۱۲

جس نے کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھی: "الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلاَ قُوَّةٍ" (ساری تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور اس کی روزی دی, جب

کہ اس میں میری طاقت اور قوت کا کوئی دخل نہیں ہے۔"غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"تو اس کے گذشتہ سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔.. ۴۱۴

اللہ کے رسول ﷺ کو جب چھینک آتی، تو اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور اس سے اپنی آواز کو ہلکی یا پست کرتے۔.. ۴۱۵

اللہ تعالی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح اسے یہ پسند ہے کہ اس کے احکام واوامر پر عمل کیا جائے۔.. ۴۱۶

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے آزمائش میں ڈالتا ہے۔.................. ۴۱۷

ایک مسلمان کو جو بھی تکان، مرض، پریشانی، صدمہ، تکلیف یا غم پہنچتا ہے، حتی کہ اگر کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے، تو اللہ تعالی اس کے بدلے میں اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔.................. ۴۱۸

مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان، اولاد اور مال میں مصائب آتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس حال میں اللہ سے ملتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہ جاتا۔.................. ۴۱۹

مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ جب کہ ایسا مومن کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں ہے۔.. ۴۲۰

”بندہ جب بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے، تو اس کے لیے ان عبادتوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے، جنھیں وہ حالتِ اقامت یا صحت میں ادا کیا کرتا تھا“۔.. ۴۲۱

نیک اعمال کی طرف تیزی سے بڑھو، ان فتنوں سے پہلے، جو سخت تاریک رات کی طرح ہوں گے؛
.... ۴۲۲

جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے.................. ۴۲۴

علم اس لیے حاصل نہ کرو کہ علما کے مقابلے میں فخر کا اظہار کرو اور نہ اس لیے کہ کم عقل لوگوں سے بحث کرو ۴۲۵

"تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے"۔ ۴۲۶

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں پڑھتے اور اس سے آگے اس وقت تک نہیں بڑھتے، جب تک کہ ان آیتوں میں موجود علم اور عمل کو سیکھ نہ لیتے ۴۲۷

جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر اس طرح کی دس نیکیوں کے برابر ہوتا ہے ۴۲۸

صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ، جیسے کہ دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔ جہاں آخری آیت ختم کرے گا، وہیں تیری منزل ہوگی۔ ۴۲۹

کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ جب گھر جائے تو اسے گھر میں تین بڑی بڑی موٹی تازی حاملہ اونٹنیاں ملیں؟ ۴۳۰

"اس قرآن کی حفاظت (دیکھ بھال) کرو اور اس کی برابر تلاوت کیا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، یہ قرآن لوگوں کے سینوں سے نکل جانے میں اس اونٹ سے زیادہ تیز ہے جو رسی میں بندھا ہوا ہو"۔ ۴۳۱

"اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ یقینا شیطان اس گھر سے دور بھاگتا ہے جہاں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے"۔ ۴۳۲

جس نے سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھ لیں، اس کے لیے یہ دو آیتیں کافی ہو جاتی ہیں۔ ۴۳۴

دعا ہی عبادت ہے.......................................۴۳۵

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام حالات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔..................۴۳۷

"اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز و مکرم کوئی چیز نہیں"۔..................۴۳۷

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: "اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ"۔..................۴۳۸

اے اللہ! میرے لیے میرے دین کو درست کر دے، جو میرے حالات کے تحفظ کا ضامن ہے. ۴۴۰

اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت کی عافیت طلب کرتا ہوں۔..................۴۴۲

اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں مانگتا ہوں، جو مجھ کو معلوم ہیں اور جو نہیں معلوم، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں دنیا اور آخرت کی تمام برائیوں سے، جو مجھ کو معلوم ہیں اور جو نہیں معلوم۔..................۴۴۴

"کپڑے کی بوسیدگی کی طرح ایمان بھی تمہارے دل کے اندر بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کی تجدید کرتا رہے۔"..................۴۴۷

جس نے اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول تسلیم کر لیا اس نے ایمان کی چاشنی پالی۔..................۴۴۸

میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا ہرگز نہ چھوڑنا: اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ (اے اللہ! اپنا ذکر کرنے، شکر کرنے اور بہتر انداز میں اپنی عبادت کرنے میں ب..................۴۵۰

"بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، لہٰذا تم (سجدے میں) خوب دعا کیا کرو"۔ ۴۵۱

اللہ کے نبی ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"۔ (اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا)۔ ۴۵۲

کیا میں تمھیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمھارے سارے اعمال سے بہتر، تمھارے مالک کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ، تمھارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہے ۴۵۳

تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے اور بے شک یہ عمل اس شخص کے لیے آسان ہے، جس کے لیے اللہ آسان کر دے۔ ۴۵۵

اللہ کے نبی ﷺ ہر رات جب بستر پر تشریف لے جاتے، تو دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں پھونک مارتے اور ان پر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھتے ۴۶۱

سید الاستغفار یہ ہے ۴۶۲

"اللَّهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ" (اے اللہ! تیری حفاظت میں ہم نے صبح کی اور تیری حفاظت میں ہی شام کی اور تیرے ہی نام پر ہم زندہ ہوتے اور تیرے ہی نام پر ہم مرتے ہیں اور تیری ہی طرف اٹھ کر جانا ہے)۔ ۴۶۴

جس نے تین بار یہ دعا پڑھی: " بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ، فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ" (اس اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان میں

کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی اور وہ خوب سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔) اس پر صبح تک اچانک کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ ۴٦٦

تم صبح شام تین بار (قل ھو اللہ احد)، (قل اعوذ برب الفلق) اور (قل اعوذ برب الناس) کہہ لیا کرو۔ یہ تین سورتیں تمھارے لیے ہر چیز سے کافی ہوں گی۔ ۴٦٩

اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ"۔(اے اللہ! میں تیری رضا کے ذریعے تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں اور تیرے عفو و کرم کے ذریعے تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری ذات کے ذریعے تیرے قہر و غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری تعریف کا شمار نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے، جیسا تو نے خود اپنی تعریف کی ہے)۔ ۴۷۰

اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلام چار ہیں؛ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے)، الحمد للہ (ساری تعریف اللہ کی ہے)، لا الہ الا اللہ (اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے) اور اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے)۔ تم ان میں سے جسے چاہو پہلے کہو، حرج کی کوئی بات نہیں ہے۔ ۴۷۲

جس نے دس بار "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" (اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کی بادشاہت ہے، اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) کہا ۴۷۳

دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، میزان میں بڑے وزنی ہیں، رحمٰن کو بڑے محبوب ہیں ۴۷۴

”جس نے دن میں سو بار ”سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ“ پڑھا، اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، خواہ

سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔" ۴۷۵

پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمانوں سے زمین تک کی وسعت کو بھر دیتے ہیں ۴۷۶

"سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ" (اللہ پاک ہے، تمام تعریفیں اللہ کی ہیں، اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے) کہنا میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے بہتر ہے، جن پر سورج نکلتا ہے۔ ۴۷۹

سب سے افضل ذکر "لا الہ الا اللہ" اور سب سے افضل دعا "الحمد للہ" ہے۔ ۴۸۰

جو شخص کسی جگہ نزول فرمائے اور یہ دعا پڑھے: "أَعُوذُ بِكَلِمات اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" (میں اللہ تعالی کی مخلوق کے شر سے اللہ تعالی کے مکمل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں) تو اس کے وہاں ٹھہرنے تک کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ ۴۸۰

جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو، تو یہ دعا پڑھے: "اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" (اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔) اور جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ" (اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔) ۴۸۲

جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے، تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: یہاں نہ تمھارے لیے رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ رات کے کھانے کی گنجائش ۴۸۳

احادیث نبویہ شریعت کا دوسرا مصدر وماخذ ہیں، فرمان باری تعالی ہے: "اور نہ وہ (یعنی رسول) اپنی خواہش سے کوئی بات کہتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے"۔ [سورہ نجم: ۳-۴]

حدیث نبوی انسائیکلوپیڈیا کا یہ منتخب مجموعہ ایسی جامع احادیث پر مشتمل ہے جن کی بندہ مسلم کو اپنے دینی ودنیاوی معاملات میں حاجت در پیش ہوتی ہے، ساتھ ہی ان احادیث کی مختصر شرح بھی بیان کر دی گئی ہے، ان کے معانی اور دلالت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان سے مستنبط بعض فوائد بھی ذکر کر دیے گئے ہیں، اس منتخب مجموعہ کا دنیا کی مختلف زندہ زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے تا کہ اس کے مشتملات سے استفادہ کا دائرہ عام ہو سکے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں تک ان کی زبانوں میں پہنچایا جا سکے۔

9 786038 534793

موسوعة الأحاديث النبوية
HadeethEnc.com